آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

تاریخ سندھ

جلد اوّل

جسمین ابتدا سے آخر زمانہ محمد بن قاسم اور فتوح عرب تک کے
حالات سندھ بکمال تفصیل و توضیح کے ساتھ بڑی جستجو و تلاش
کے بعد معتبر و مستند ماخذون سے لیکے مدوّن کیے گئے ہین

مصنفہ

مولنٰنا محمد عبد الحلیم صاحب شرر۔ ایڈیٹر دلگداز

سنہ ۱۹۰۷ع مین
دلگداز پریس لکھنؤ مین چھپکے شائع ہوئی

کل حقوق محفوظ ہین

طبع اول ... ۱۱۰۰ جلد (کاتب الطاف حسین معجز رقم تلمیذ اعجاز رقم لکھنوی) قیمت فی جلد عہ

مولنا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرؔ کے تصانیف موجودہ دفتر دلگداز

تاریخ اور لائف

حروب صلیبیہ - صلیبی لڑائیان
جو بیت المقدس کی حکومت کے لیے
صدیون تک مسلمانون اور عیسائیون مین جاری
رہین - منصف مزاج انگریزی مورخ
مسٹر کاکس کی کتاب کا ترجمہ مع نوٹس
جو عربی تاریخون سے لیے گئے - عگر

تاریخ سندھ جلد اول - ابتدائی
عہد سے آخر زمانۂ محمد بن قاسم تک -
اس کتاب کے پڑھنے سے نظر آسکتا ہے
کہ فاتحین عرب نے سندھ مین کیا کیا -
اور کیسی حکومت کی - اور فارسی اور
انگریزی مورخون کی نہایت قابل
وثوق طریقہ سے تغلیط کی گئی ہے - عہ

جنید بغدادی - سلسلۂ مشاہیر اسلام
کی پہلی کتاب - حضرت جنید قدس سرہ العزیز کے
حالات زندگی - آپ کی تعلیمین آپ کا تصوف
اور آپ کا فلسفۂ الٰہی - عہ/

حسن بن صبّاح - بانی فرقۂ باطنیہ
کے حالات زندگی اُس کی تعلیمین اُس کا
علم وفضل اور اُس کے جانباز فدائی - ۶/

اسلامی سوانح عمری - علمائے اسلام
کے جو حالات اخبار مہذب مین شائع ہو
ہوا کرتے تھے - اُن کی چند کا بیان زائد
چھپوا لیجاتی تھین - جو اخباری تقطیع پر
ہین - چند ہی جلدین باقی رہ گئی ہین - ۸/

ملکۂ زنوبیہ - ارض شام کی ایک عربی
نژاد ملکہ جو ظہور نیر اسلام سے کئی صدی
پہلے دولت روم سے لڑی تھی اور بڑی
بہادری سے مقابلہ کیا تھا - ۳/

لارڈ بیکن - بانی فلسفۂ جدید کے حالات
اور اُس کا فلسفہ - ۱۲/

افسانۂ قیس - مجنون عامری کے مختصر
حالات زندگی جو ایک مضمون کی حیثیت سے
دلگداز مین شائع ہوئے تھے - ۱۴/

تاریخ بغداد - یہ مضمون بھی کئی
نمبرون مین تقسیم ہو کے دلگداز مین شائع
ہوا تھا - اہل مطابع نے اُسے جداگانہ چھاپ
لیا - ۶/

ناول

یوسف و نجمہ مکمل - اس کے چند تمام اوراق
ملک مین پھیلے ہوئے تھے - اور ہر طرف سے
تکمیل کا نقصان تھا - اب فی الحال یہ مرتب
ہو کے ایک جلد مین شائع ہوتے ہین -
قیمت پوری کتاب کی جس مین ابتدائی
حصہ بھی شامل ہے - عہر/

ڈیڈیکیشن

عالیجناب آنریبل نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی دام اللہ اقبالہٗ ممبر کونسل
آف سکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا و ممبر کونسل دولت آصفیہ علم و فضل اور نیز باعتبار قومی خدمات بجا لانے کے مسلمانون
کے سچے بہی خواہ اور قوم کے سرتاج ہین - اُن کے صدہا علمی برکات مین سے ایک یہ بھی
ہے کہ اِس کتاب کے تصنیف کرتے وقت اُن کا پورا کتب خانہ میرے اختیار مین تھا - اور اُنھین
کی اعانت و دستگیری سے مین اس تالیف کو مرتب کر سکا - سچ یہ ہے کہ یہ تاریخ اگر
کچھ بھی قابل قدر تصور کی جاے تو اُنھین کی ایک باقی رہنے والی برکت ہے - اگر
چہ فی الحال مین اُن کی عالمانہ صحبت سے دور ہون اور حسرت کے ساتھ ظاہر کرتا ہون
کہ اب کسی قسم کا تعلق نہین باقی رہا - لیکن اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ
میری اس محنت پر سب سے بڑا حق اُنھین کا ہے - اور جب اس کتاب کا عنوان
قدرتی ہی طور پر اُن کی برکتون سے ہوا ہے تو مجھے کوئی وجہ نہین کہ اُن
کے نام کو زیب عنوان نہ بناؤن - لہذا مین اپنی اس حقیر محنت کو اُن کے نام
نامی سے معنون کر کے بکمال ادب اُن کی خدمت مین پیش کرتا ہون - ؎

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

خاکسار محمد عبد الحلیم شرر -

لکھنؤ

عرض حال

سارے ہندوستان کو چھوڑ کے سندھ کے ایک گمنام حصۂ ملک کی طرف توجہ کرنا - اور بخصوص اُس شخص کے لیے جو نہ کبھی وہان گیا ہو - نہ وہان کے موجودہ حالات سے کوئی ذاتی واقفیت رکھتا ہو - نہ اُسے وہان کے با اثر لوگون سے تعارف حاصل ہو ناظرین کے لیے قابل حیرت ضرور ہوگا - مگر سچ یہ ہے کہ ہندوستان مین سندھ ہی وہ ملک ہے جس کی تاریخ کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے - کیونکہ ناواقف مصنفین فارسی و انگریزی کے ہاتھون جتنا ظلم اِس ملک کی تاریخ پر ہوا ہے شاید کسی تاریخ پر نہ ہوا ہوگا -

پہلے پہل اِس جانب میرا خیال فتوح البلدان بلاذری کو دیکھ کے رجوع ہوا - اور اس کے بعد عربی تاریخون جغرافیون اور سفرنامون پر جس قدر زیادہ نظر پڑتی گئی اُسی قدر زیادہ ضرورت محسوس ہوتی گئی - لیکن فراہمی کتب کی دشوارئ اور اپنی بے بضاعتی کا خیال کرکے جرأت نہ ہوتی تھی - اتفاقاً ریاست حیدرآباد مین اُن دنون وقار الامرابہادر اریکہ آرا ے مسند وزارت تھے - اور مجھے اُن کی سرکار سے خاص تعلقات تھے جن کو مرحوم کے خلف الرشید نواب سلطان الملک بہادر اپنی کریم النفسی سے آج تک نباہ رہے ہین - جب میرا یہ خیال اُن مرحوم کو معلوم ہوا تو قدردانی یہین قدر افزائی کی - بطور انعام پانچ ہزار روپیہ مرحمت فرما کے میری حوصلہ افزائی فرمائی - اور حکم دیا کہ اِس کے جس قدر اجزا مرتب ہوتے جائین اُن کے ملاحظہ مین پیش کر دیے جایا کرین - ادھر نواب عماد الملک بہادر نے اپنے بیش بہا کتب خانے کو گویا میرے ہاتھون مین دے دیا -

ایسی فیاضانہ اعانتون کے بعد بھی مین مستعد نہ ہوتا تو بہت بڑی ناشکری تھی - غرض اِس تاریخ کو مدوّن کرنا شروع کیا - اور جو جو اجزا لکھے جاتے نواب صاحب مرحوم و مغفور کی نظر کیمیا اثر سے گزرتے رہتے - یون یہ کتاب مرتب

تو ہو گئی - مگر چھپنے کی نوبت نہین آئی تھی کہ نواب وقار الامرا بہادر کا انتقال ہو گیا
اور مین وہان کی متغیر حالتون سے متاثر ہو کے وہ صحیح کتابون کے مسودّے لیے
ہوئے لکھنؤ واپس آیا جو خاص نواب صاحب ممدوح کے لیے اور اُن کے
حکم سے لکھی گئی تھین - ایک تو یہی تاریخ سندھ - اور دوسری تاریخ ارض مقدس
جسکی تصنیف مین مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی - اے - کو جو اُن دلون ہوم
سکرٹری کے معزز عہدے پر ممتاز تھے اور فی الحال مجلس عالیہ عدالت دولت
آصفیہ کے ایک رُکن یعنی ہائی کورٹ کے جج ہین وہی دخل ہے جو اِس کتاب
کی تصنیف مین نواب عماد الملک بہادر کو تھا -

جب اِن کتابون کے چھپنے کی اور کوئی معقول صورت نہ پیدا ہوئی تو
مین نے تاریخ سندھ کو دلگداز کے ساتھ شائع کرنا شروع کر دیا - اور الحمدللہ
کہ اُس کی پہلی جلد مرتب ہو گئی - جو اَب کتابی صورت مین مرتب کر کے پبلک کے
ہاتھ مین دی جاتی ہے -

اِس مین ضرورۃً جغرافیہ اور قدیم حالات بھی بڑھا دیے گئے ہین -
کیونکہ بغیر اُن کے کتاب مکمل نہ ہوتی لیکن میری محنت کا پتہ ناظرین کو صرف اُس
حصّے کے دیکھنے سے لگے گا جہان سے خیر القرون یعنی حضرت رسالت کا عہد شروع
ہوا ہے - سندھ مین عربون کا دَور کوئی معمولی چیز نہ تھا - وہ مستقل تاریخون کو
چاہتا ہے اگرچہ مین نے تکمیل کی بہت کوشش کی - مگر پھر بھی بعد والون
کے لیے ابھی اِس میدان مین بہت گنجائش باقی ہے - دوسری جلد جس کا جنوری ۱۹۰۷؁
سے آغاز ہو گا - بتا سکے گی کہ اِس ملک کی تاریخ مین فارسی اور انگریزی مصنفون
سے کتنی بڑی فروگزاشتین اور کیسی فاش غلطیان ہو گئی ہین - کیونکہ اِس جلد مین
جو واقعات مذکور ہوئے ہین تھوڑے بہت اور تاریخون مین بھی موجود ہین - دوسری
جلد مین وہ واقعات آئین گے جن کا پتہ سوا سٹرالیٹ کے جمع کیے ہوئے غیر مرتب
مادّہ تاریخ کے اور کہین نہ نظر آئے گا -

خاکسار - محمد عبد الحلیم شرر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

سندھ کی ابتدا اور اُس کا جغرافیہ

سندھ پر زمانے کی دستبرد۔

زمانے کی متلوّن مزاجیوں نے ہر قوم اور ہر ملک کو اگر کبھی نقصان پہونچایا ہے تو کبھی فائدے کی بھی صورت نظر آجاتی ہے۔ مگر ملک سندھ جو آج ایک چھوٹے حصۂ زمین کا نام ہے اِس کو شائد زمانے کے ہاتھوں کبھی شاذونادر ہی فائدہ اُٹھانا نصیب ہوا ہوگا۔ سمندر کا دیوتا سندھو جس کے نام سے یہ ملک برکت حاصل کر رہا ہے اُس نے بھی کچھ ایسی بے پروائی سے کام لیا کہ زمانہ روز بروز سندھ کو ہٹاتا گیا اور اُس نے خبر بھی نہ لی۔

یہ ملک کیا تھا اور کیا رہ گیا۔

اِس ملک کی مظلومیت کا قصہ اُس کے نام ہی سے شروع ہوتا ہے۔ ابتدا مین سارا شمالی ہندوستان اِسی نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ پھر ایک ایسا زمانہ آیا کہ جزیرہ نماے ہند کے صرف مغربی اضلاع کے ساتھ یہ نام مخصوص رہ گیا تھا۔ اور ایک آجکل کا زمانہ ہے کہ لفظ سندھ ہندوستان کے جنوبی و مغربی کونے پر صرف ایک چھوٹے سے ریگستانی حصۂ زمین کی مصیبتون کا ساتھ دے رہا ہے۔

وجہ تسمیہ۔

افسوس اس امر کی ہمین کوئی اطلاع نہین مل سکی کہ آریہ لوگون کے آنے سے پہلے یہان کے اصلی اور غیر آریہ باشندون مین یہ ملک کس نام سے یاد کیا جاتا تھا مگر آریہ لوگ جب ہندوستان مین آئے تو اُن کے اسلحہ نے پہلے اُس تمام حصۂ ملک پر قبضہ کر لیا جسے دریاے اٹک سیراب کرتا ہے۔ اپنی فتوحات کا نقش گہرا اور مضبوط کرنے کے لیے اِن اضلاع پر تسلط حاصل کر کے اُنھون نے اپنی حملہ آوری

کی رفتار روک لی۔ اور یہین سکونت پذیر ہوگئے۔ اِسی وجہ سے اُس ابتدائی زمانے مین یہ دریا آریہ لوگون کا دریا کہلاتا تھا[1]۔ آریہ لوگون نے قبضہ کرنے کے بعد اس دریا کا نام سندھو رکھ دیا۔ اِس لیے کہ نیز اُن کی زبان سنسکرت مین سندھو کے معنے دریا کے تھے۔ اور نیز سمندر کا دیوتا اُن کے اعتقاد مین اِس نام سے یاد کیا جاتا تھا[2]۔ پھر جب وہ اس ملک مین پھیلے اور اِس مین دریاے اٹک پنجاب کی موجودہ پانچ ندیان اور نیز سرسوتی ندی نظر آئی تو اِس سرزمین کو سپتا سندھو (سات ندیان) کہنے لگے۔ اِن مین سے سرسوتی جو سب دریاؤن کے مشرق مین اور سب سے چھوٹی ہے فی الحال اکثر خشک پڑی رہتی ہے مگر حضرت مسیح سے چھ سات سو برس پہلے بڑی بھاری ندی بتائی جاتی ہے۔ اور ہندؤن کا اعتقاد ہے کہ وہان سے غائب ہوکے گنگا اور جمنا مین آملی جس کے مِل جانے سے تربینی کے لفظ کو شہرت ہوئی[3]

سندھ کی قدیم وسعت۔

بعض انگریزی محققون کے حساب سے جناب مسیح سے تقریباً پندرہ سو برس پہلے آریہ قوم نے مشرق کی طرف آگے قدم بڑھایا اور وادی گنگا کی طرف بڑھی لیکن دیگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اِس سے بہت پیشتر کا واقعہ ہے۔ خیر یہ واقعہ چاہے جس زمانے کا ہو مگر یہ لوگ اپنی اِس فتحمندی کی رفتار مین جو جو آگے بڑھتے جاتے تھے ووہ ووہ یہ ملک سندھو بھی وسیع ہوتا جاتا تھا۔ بہادر فاتحون کے جھنڈے کے ساتھ ساتھ یہ نام مشرق کی طرف بڑھتا چلا جاتا تھا۔ اور اُن تمام ممالک پر اپنا قبضہ کرتا جاتا تھا جن کو آریہ لوگ فتح کر کے اپنا بناتے تھے۔ قریب تھا کہ سارے ہندوستان کا یہی نام ہو جاے۔ لیکن وادی گنگا تک پہونچ کے آریون نے اپنی مقبوضہ قلمرو کو آریہ ورت کا خطاب دے دیا۔ یہ ایک ایسا انقلاب تھا کہ لفظ سندھو کے دُنیا سے مِٹ جانے کا بہت کچھ اندیشہ پیدا ہوگیا تھا۔ مگر آریون کے پُرانے بنی عم اور مغربی زبردست پڑوسی اور حریف ایرانی ایسے نہ تھے کہ آریہ لوگون کے مقرر کیے ہوئے اِس نئے خطاب کو تسلیم کر لیتے۔ اُنھون نے ہندوستان کو

[1] تاریخ پنجاب مصنفہٗ سید محمد لطیف۔
[2] انڈین امپائر مصنفہٗ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر۔
[3] انسائکلوپیڈیا برٹانکا۔ نوٹ متعلقہٗ حالات پنجاب۔

آریہ ورت نہ کہا بلکہ سندھو ہی کہتے رہے۔ جس نام سے کہ یہ ملک اُن مین شہرت پذیر تھا۔

لفظ سندھ کے تغیرات۔

ایرانیون کی زبان نے اپنے تصرفات سے سندھو کو بدل کے سندھ بنایا۔ اور پھر کچھ ایسا تغیر ہوا کہ اُن مین لفظ سندھ ہی بدل کے ہند ہو گیا۔ ایرانیون کے اس تصرف سے اور زیادہ یقین کیا جا سکتا تھا کہ لفظ سندھو کا کوئی اثر نہ باقی رہے گا مگر غالباً خود مغربی اضلاع ہند کے لوگ اِسے اپنی زبان مین تخفیف کرکے سندھ کہتے رہے۔ اور شاید یہی سبب ہوا کہ اِس لفظ پر زمانے کی جھاڑو نہین پھرنے پائی۔ اب ایران مین یہ لفظ سندھو سے ہند بنتے ہی غیر قومون کی زبان پر چڑھ کے مغربی دور دراز ملکون کی طرف چلا۔ عرب تک تو ہند ہی تھا۔ مگر یونان تک پہونچتے پہونچتے اندہ رہ گیا۔ پھر رومی نحو و صرف کی خراد پر چڑھ کے اندس سے اندیا ہوا۔ اور انگلستان مین چونکہ حرف دال نہین لہذا اب تقریباً ساڑھے تین ہزار برس کے بعد یہ نام جو اصل مین سندھو تھا انڈیا بن کے ایسی متغائر صورت مین ہم تک پہونچا ہے کہ ہم اِسے بہت تامل کے بعد پہچان سکے۔

لفظ سندھ کے متعلق ایرانیون کی غلطی اور اُس کا اثر۔

معلوم ہوتا ہے کہ ایرانیون نے سندھو کو ہند بنانے کے بہت دنون کے بعد جب دیکھا کہ مغربی بلاد ہند کے لوگ اپنے وطن کو سندھ کہتے ہین تو غلطی سے یہ سمجھ گئے کہ ہند اُس ملک کا نام ہے جسے لوگ آریہ ورت کہتے ہین۔ اُن کی پیروی مین یہی غلطی عربون سے بھی ہوئی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ صرف مغربی اضلاع ہند سندھ رہ گئے اور باقی سارا ملک ہند کہا جانے لگا۔ اور اِس پر لطف یہ ہوا کہ آریہ ورت کے رہنے والون نے بھی اِس بگڑے ہوئے نام ہند کو تسلیم کر لیا اور اِسی کی طرف نسبت کرکے اپنے آپ کو ہندو کہنے لگے۔ اب اِس کے بعد ایرانیون کو ایک دوسرے تصرف کا موقع ملا۔ وہ یہ کہ ہندوٗن کی طرف جو ملک کی نسبت سے ہندو بنے تھے اُنھون نے ملک کو دوبارہ منسوب کیا اور یون آریہ ورت ہندوستان بن گیا۔

چینی سیاح ہونتسانگ کا بیان

چینی سیاح ہونتسانگ ہم وفات سرور کائنات صلعم سے چار برس پیشتر سنہ ۸ھ (۶۲۹ء) سے سنہ ۲۶ھ (۶۴۵ء) یعنے خلافت عثمانی کے تیسرے

سال تک ممالک ہند کا سفر کرتا رہا تھا اپنے سفرنامے مین لکھتا ہے کہ ہندوستان "قدیم زمانے مین شنتو اور ہین تو کے نام سے مشہور تھا مگر اب اِس کے نام کا صحیح تلفظ انتو ہے"۔ اِس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہوئن ٹسانگ کے زمانے مین ایرانیون کا بنایا ہوا نام ہند بھی یہان تک آچکا تھا۔ اور انتو تو یقیناً یونانیون کے ساتھ آیا جب وہ سکندر کے ساتھ آئے تھے اور غالباً اُن کا بنایا ہوا نام اِس چینی سیاح کے وقت مین موجود تھا۔

سندھ عربون کے عہد مین

مسلمان فاتحون کے آنے کے وقت اگرچہ مشرقی اضلاع ہند سندھ کے قبضے سے نکل چکے تھے تاہم وہ سارے مغربی ہندوستان پر حاوی تھا۔ بلکہ بعض وہ ممالک جو اب ہندوستان کی حدود سے نکل گئے ہین وہ بھی اس مین شامل تھے۔ اُس وقت تک نہ پنجاب تھا اور نہ بلوچستان۔ جونی الحال حدود ہند کے باہر واقع ہوا ہے۔ پنجاب اُن دنون کوہستان کشمیر کے جنوب مین ایک چھوٹی سی وادی کا نام تھا۔ جہان پہاڑون سے چھوٹے چھوٹے پانچ چشمے نکل کے باہم مل گئے ہین۔ اور ایک دھارا ہوکر دریاے جہلم بنے ہین۔ اور جہان سندھ کے پچھلے ہندو شاہی خاندان کے بانی راے چچ نے اپنی اور راجہ کشمیر کی قلمرو کے متمائز کرنے کے لیے علامات سرحدی قائم کیے تھےعہ۔ اور بلوچ جن کو عرب لوگ اپنی زبان مین بلوص کہتے ہین موجودہ بلوچستان کے جنوبی سواحل پر پڑے لوٹ مار کیا کرتے تھےسہ۔ اور ہنوز اُن کے نام نے کسی حصۂ ملک کو اپنا نہین بنایا تھا۔

سندھ کی حدود

سندھ کی اِس زمانے کی وسعت کا اندازہ کرنا ہے تو دیکھیے کہ راے چچ کے

عہ انڈین امپائر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر۔

عہ چچ نامہ حالات راے چچ۔

سہ مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ و البقاع " مین لکھا ہے " بلوص ایک جنگلی قوم کا نام ہے جو سندھ کے سواحل پر رہتی ہے۔ ان لوگون کا کچھ دین نہین۔ بدویانہ زندگی بسر کرتے ہین بے رحمی اور فتنہ انگیزی مین مشہور ہین۔ مسافر کا مال ہی لینے پر کفایت نہین کرتے بلکہ پتھرون سے اُس کا سر بھی کچل ڈالتے ہین۔ عضد الدولہ بن بویہ نے انھین پر حملہ کرکے زیر کیا۔ اور اکثرون کو قتل کر ڈالا۔

عہد مین اِس ملک کی حدین کہان تک پھیلی ہوئی تھین۔ شمال مین دریاے جھیلم کے نکاس سے شروع ہوتا تھا۔ اور کشمیر کے نشیبی اضلاع بھی اُس مین شامل تھے۔ وہان سے کوہستان کابل اِس کی سرحد کو مضبوط کرتا ہوا افغانستان کے جنوبی و مشرقی کونے تک لے آیا تھا۔ موجودہ بلوچستان کی زمین شروع ہوتے ہی سندھ مغرب مین اِس قدر دور تک بڑھتا چلا گیا تھا کہ شمال و مغرب مین دریاے ہلمند اُس کی حدبندی کرتا تھا اور جنوب و مغرب مین ایران و سندھ کی سرحد اُس مقام پر ملی تھی جہان ساحل کے سامنے مکران کا جزیرۂ نور منشور واقع ہے عہ۔ جنوب کی طرف بحیرۂ عرب لہرین لے رہا تھا۔ پھر اس کے جنوب مشرق مین خلیج کچھ تھا۔ بلکہ بعض بیانات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بھی سندھ ہی کی قلمرو مین شامل تھا۔ یہان سے مشرقی سرحد شروع ہوتی تھی جو کسی گمراہ بادیہ گرد کی طرح راجپوتانہ اور جیسلمیر کے ریگزار مین ایک غیر متمائز اور گمنامی کی حالت مین شمالی کوہستان کے نیچے تک چلی گئی تھی عہ۔ بلکہ قدیم جغرافیہ نویسون مین سے بعض کہتے ہین کہ کشمیر بھی سندھ ہی مین داخل تھا۔ گو فرمان رواے سندھ کی قلمرو سے باہر واقع ہو۔ خلاصہ یہ کہ اُن دنون شمالی ہند کا سارا مغربی حصہ سندھ خیال کیا جاتا تھا۔

قدیم زمانے کی طرف جس قدر آگے نظر بڑھائیے ملک سندھ اُسی قدر وسیع ہوتا جاے گا۔ اور اُس کی حدین برابر پھیلتی ہوئی نظر آئین گی۔ مذکورہ حدین عرب فاتحون کے عہد تک قائم تھین۔ لیکن اِس زمانے کے بعد ایسے ایسے تغیرات ہوئے کہ سندھ روز بروز گھٹتا ہی گیا۔ اور آخر ایک چھوٹا اور ویران خطۂ زمین رہ گیا۔

کن کن ملکون نے سندھ سے نکل کے نئے نئے نام پیدا کیے۔

تغیر زمانے سے اِس کے دامن مین نئے نئے ملک پیدا کیے جنھون نے اِس کی زمین کو چھین چھین کے نئے نئے نامون سے شہرت حاصل کی۔ گویا لاوارث

عہ ابن خرداذبہ کا بیان ہے کہ نور منشور سے شہر دیبل تک آٹھ دن کا راستہ تھا اور دیبل سے دریاے سندھ کے دہانہ تک دو دن کی راہ تھی۔ جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دریاے سندھ کے دہانہ سے مغرب کی طرف دس دن کی راہ تک سندھ کی قلمرو تھی۔

عہ چچ نامہ کے پڑھنے سے یہ حدین معلوم ہو سکتی ہین۔

زمین پر نئے نئے لوگون نے اپنے گھر بنا لیے۔ مشرقی اضلاع و بلاد تو سب سے پہلے آریہ لوگون ہی کے عہد مین اُن کے لو ایجا و ور پیارے نام آریہ ورت کی نذر ہوئے۔ شمال کی طرف وہ چھوٹی وادی جو پنجاب کہلاتی تھی بڑھ کے اُن تمام شاداب و زرخیز اضلاع پر حاوی ہو گئی جو شمال مین واقع تھے۔ مغرب کی طرف قوم بلوص (بلوچ) نے باوجودیکہ زمانے کی بہت مار کھائی مگر آہستہ آہستہ اور لوگون کی نگاہ بچا بچا کے قدم بڑھایا اور آخر سندھ کے تمام مغربی وجنوبی اضلاع چھین کے اپنے کر لیے جو آج بلوچستان کہلاتے ہین۔

قدیم وجدید طول وعرض بلد

انھین دردناک تصرفات کا نتیجہ ہے کہ ملک سندھ جو مسلمانون کے ابتدائی زمانے مین باعتبار عرض بلد ۲۳ درجے سے ۳۵ درجے تک اور بہ لحاظ طول بلد تقریباً ۶۲ درجے سے ۷۱ درجے تک پھیلا ہوا تھا اب صرف ۲۳ درجہ اور ۲۸ درجہ ۴۰ دقیقہ عرض اور ۶۶ درجہ ۵۰ دقیقہ اور ۷۱ درجہ طول بلد مین محدود ہے۔

موجودہ حدود

فی الحال یہ ملک بمبئی پریسیڈنسی کا شمال و مغرب مین سب سے آخری صوبہ ہے جو دریاے اٹک کے نشیبی وادی اور اُس کے دہانے پر حاوی ہے۔ حدود کے اعتبار سے پوچھیے تو شمال کی طرف افغانستان۔ پنجاب اور ریاست بھاولپور ہین۔ مشرق کی طرف ریاست ہاے جیسلمیر و جودھپور واقع ہین۔ جنوب مین خلیج کچھ اور بحیرۂ عرب ہین۔ اور مغرب مین خان قلات کی قلمرو حدبندی کر رہی ہے[1] اور شمال سے جنوب تک طول مین زیادہ سے زیادہ ۳۶۰ میل لمبا ہے[2]۔ بی پسٹن جو کسی زمانے مین سندھ کے اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ تھے اِس کا طول زیادہ سے زیادہ ۵۰۰ میل بتاتے ہین۔ اس اختلاف کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اُن کے بعد سندھ کے بعض شمالی علاقہ جات سندھ سے نکال کے پنجاب مین شامل کر دیے گئے۔

موجودہ حکومت

موجودہ زمانے مین یہ ملک برٹش گورنمنٹ کے تابع فرمان ہے۔ ہان شمال و مشرق مین تھوڑا حصہ ایک متمایز اور جداگانہ حیثیت سے ایک مسلمان

[1] امپیریل گزیٹر۔ [2] انسائکلوپیڈیا برٹانکا۔

ملکی رئیس کے زیر حکومت ہے جس کی قلمرو ریاست خیرپور کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

اگلی اور پچھلی حکومت کا مقابلہ کرنے مین دشواریان

یہ افسوس کی بات ہے کہ گزشتہ زمانے کی بہت سی باتین ایسی لاعلمی مین پڑی ہوئی ہین کہ ہم ہر حیثیت سے اگلے اور پچھلے سندھ کا مقابلہ نہین کر سکتے ورنہ آبادی اور رقبہ اور ہر امر مین مقابلہ کر کے بتا دیتے کہ موجودہ سندھ کو قدیم سندھ سے کیا نسبت ہے۔ بہرحال اتنا جاننے کے بعد کہ موجودہ سندھ اگلے سندھ کا چوتھائی بھی نہین باقی رہا ہے جب اُس کا موجودہ رقبہ اور موجودہ آبادی بتا دی جائے گی تو یقین ہے کہ اس ملک کی اگلی حالت کا ایک خیالی گوشوارہ تیار کر لیا جا سکے گا۔ اور اسی وجہ سے ہم موجودہ حالت کی طرف توجہ کرتے ہین۔

رقبہ اور اُس کے شہر و قصبات۔

سندھ کا وہ حصہ جو انگریزی حکومت کے تابع ہے اُس مین ۱۸۸۱ع مین ۴۸۰۱۴ میل مربع زمین تھی۔ اور اسی سال ریاست خیرپور کے قبضے مین ۶۱۰۹ میل مربع زمین تھی۔ اِسی حساب سے سندھ کا کل رقبہ ۵۴۱۲۳ میل مربع زمین ہے۔ جس پر ۳۴۱۷ شہر اور گاؤن آباد ہین۔ تمام شہرون مین ممتاز کراچی ہے جو بحیرۂ عرب کا ایک مشہور بندرگاہ ہے۔ اور چونکہ پنجاب بلوچستان اور کابل وغیرہ جانے کے لیے تمام مال وہین اُترتا ہے اِس وجہ سے تجارت کی ایک بڑی منڈی بن گیا ہے۔ انگریزی حکومت نے اپنا مستقر سلطنت بھی اِسی شہر کو قرار دے دیا ہے۔ جس کے سبب سے اُس کی آبادی کو اور رونق ہو گئی ہے۔ کراچی کو اگرچہ روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے مگر سندھ کا پُرانا دار السلطنت حیدر آباد سندھ آج تک وہان کے آباد شہرون مین تصور کیا جاتا ہے۔ اور سِٹ جانے پر بھی موجودہ مستقر حکومت کا مقابلہ کر رہا ہے[عہ]

یہ پورا ملک نیز بلحاظ جغرافیہ اور نیز باعتبار قدرتی حالات زمین دو حصون پر منقسم ہے۔ بلندی سندھ اور نشیبی سندھ۔ یعنے شمال و جنوبی۔ جن دونون حصون کو سندھی لوگ "لار" اور "سِرا" کے نامون سے یاد کرتے ہین شہر سہوان سے اوپر شمالی سندھ ہے۔ اور اُس کے نیچے سمندر تک جنوبی[عہ]

عہ امپیریل گزیٹر

عہ پی پوسٹن۔

اس سرزمین کی ساری رونق دریاے سندھ سے ہے جو قدیم سے آج تک تجارت کا ایک بہت بڑا ذریعہ رہا ہے۔ اور اسی دریا کے اعتبار سے تمام قدیم جغرافیہ نویس یونانیون سے لے کے عربون تک ملک سندھ کو ملک مصر کے مشابہ بتاتے رہے ہین۔ اس لیے کہ جس طرح مصر کی ساری رونق و آبادی بلکہ وہان کے لوگون کی زندگی۔ اور سرزمین کی سرسبزی و شادابی دریاے نیل پر منحصر ہے اسی طرح سندھ کی رونق و شادابی کا دار و مدار دریاے سندھ پر ہے۔ یہ عظیم الشان دریا ملک تبت مین اُس مقدس پہاڑ کے پہلو سے نکلا ہے جو کیلاس کہلاتا ہے اور سنسکرت کی دیوبانی مین "جنت" کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔ دریاے سندھ کا چشمہ سطح آب سے سولہ ہزار فٹ بلندی پر نکلا ہے۔ اور وہان سے آٹھ سو میل تک یہ دریا ہمالیہ کی گھاٹیون مین اور اُس کے ڈھالون ہی پر بہتا چلا گیا ہے۔ اور اُن مقامات سے ہو کے گزرا ہے جہان انسان کا گزر بہت ہی دشوار بلکہ غیر ممکن ہے۔ اُس کے بعد سے سطح زمین اور برٹش گورنمنٹ کی قلمرو مین داخل ہوا ہے۔ جہان سے ایک ہزار میل تک بہہ کے بحیرۂ عرب مین گرا ہے۔ بالائی حصون مین موسم سرما کے ایام مین اکثر جگہ پایاب رہتا ہے۔ شہر اٹک تک پہونچنے سے پہلے ہی دریاے کابل آ کے اس مین مل گیا ہے۔ ملنے کی جگہ پر دریاے سندھ اور دریاے کابل دونون برابر کے دریا معلوم ہوتے ہین۔ وہان سے آگے بڑھ کے اور دریاے کابل کو بغل مین لینے کے بعد دریاے سندھ زیادہ پھیل گیا ہے۔ جہان اس کا عرض تقریباً پاؤ میل کے پھیلاؤ مین ہے۔ جو موسمی تغیرات سے کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ سمندر کے قریب پہونچ کے اس کی مختلف شاخین ہو گئی ہین جنھون نے قریب قریب اُس تمام زمین کو گھیر لیا ہے جو بحیرۂ عرب کے ساحل پر واقع ہے[۱]۔ اس عظیم الشان دریا کے گیارہ دہانے ہین۔ جن مین سے بعض جہاز رانی کے قابل ہین۔ دہانے کی ان شاخون کا سلسلہ ستر میل تک پھیلا ہوا ہے۔ جہان جا بجا ببول اور سرو کے درخت اُگے ہوئے ہین اور آبادی بھی یہین زیادہ ہے[۲]۔

---

[۱] امپیریل گزٹیر۔ [۲] پی پوسٹن۔

جنوبی سندھ پر دریاے سندھ کا تصرف

سندھ کے جنوبی حصے مین چونکہ دریاے سندھ کا دہانہ واقع ہے لہذا وہان بہت سے دھارے بہتے اور زمین کو بہاتے رہتے ہین - اور آبادی کے لیے وہان کا کوئی حصہ قابل اطمینان نہین ہے - اِس لیے کہ دریاے سندھ سے برابر نئی شاخین پھوٹتی اور زمین کو کاٹ کے اپنے واسطے خاص اور جُدا راستہ پیدا کرتی ہین - اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جہان کبھی نہر نہ تھی ایک نیا دھارا جاری ہے اور جہان کبھی نہرین جاری تھین وہان جا بجا پانی کے بہاؤ کے خشک نشان پڑے ہوئے ہین؏ دریا کے اِنھین تصرفات کی وجہ سے اکثر دریا کنارے کی زمین کٹتی رہتی ہے - اور بڑے بڑے کرارے پھوٹ پھوٹ کے گرا کرتے ہین - جن کے گرنے کی آواز بڑی بڑی توپون کے فیر سے کم نہین ہوتی؏

پہاڑ

پہاڑون کی اِس ملک مین کمی ہے - اگرچہ چھوٹے چھوٹے سنگستانی ٹیلے ہر جگہ نمودار ہین مگر ایسی بلندی جس کو پہاڑ کہا جا سکے وہ صرف کوہسار کرتھار ہے جو سندھ کو بلوچستان سے جدا کرتا ہے - اِس سلسلے کی بعض چوٹیان سطح آب سے ۷۰۰۰ فٹ تک بلند ہین - یہ کوہسار ۱۲۰ میل تک مملکت برطانیہ کی حدبندی کرتا چلا گیا ہے - اسی کوہسار سے کوہسار پاب کا سلسلہ ملا ہوا ہے جس کے نالون اور ندیون کو لیتا ہوا دریاے حاب بہا ہے - سندھ مین دریاے اٹک کے علاوہ یہ دوسرا دریا ہے جو ملک کی مغربی سرحد قائم کرتا ہے - اور اٹک کی شاخون سے بالکل آزاد ہے - اِن دو پہاڑون کے علاوہ باقی پہاڑیان بالکل نیچی اور پست ہین

جھیلین

جھیلین بھی بہت کم ہین - سب سے بڑی جھیل جو منچھار کہلاتی ہے سہوان کے ضلع مین ہے - یہ جھیل مغربی نارا کے پھیلاؤ سے بن گئی ہے - بارش کے موسم مین اُس کا طول بیس میل تک پہونچ جاتا ہے - اور ۸۰؏ میل مربع زمین پر اپنا قبضہ کر لیتی ہے -

زمین

اس خطۂ سندھ کی زمین عموماً ریگستانی اور غیر قابل زراعت ہے - سب سے عمدہ اور قابل زراعت زمین جو ارشکارپور اور لارکھانہ کی ہے جہان شمال سے جنوب تک ایک بہت لمبا اور پتلا سا جزیرہ چلا گیا ہے - اِس کے ایک پہلو پر تو

؏ امپیریل گزیٹیر ؏ پی پوسٹن ۲۰۰ میل مربع زمین بتاتے ہین -

دریاے سندھ ہے اور دوسرے پہلو پر مغربی نارہ ہے۔جو ایک جداگانہ شاخ کی طرح دریاے سندھ سے نکل کے ایک سو میل تک علٰحدہ بہتا چلا گیا ہے اور پھر اُسی مین جا کے مل گیا ہے۔

مناظر

اِس سرزمین کے منظرون مین چندان دلکشی نہین۔ایک جہازی سیاح دُور سے ملک سندھ کے سواحل پر نظر دوڑاتے ہی لسپت کنارون کو دیکھتا ہے جن پہ جھاڑیون اور درختون کا کہین نام نہین۔مشرقی حدود پر بالو کے تودے پھیلے ہوئے ہین جو ہوا کے جھونکون کے ساتھ پہلو بدلتے رہتے ہین۔سمندر کے پاس کی زمین جو بارہ میل تک دریاے اٹک کے کنارے چلی گئی ہے اگرچہ پیداوار کے اعتبار سے بہت سودمند ہے مگر یہان بھی خوش نما منظرون کا نام نہین۔کوسون ببول ہی کے جنگل چلے گئے ہین[۱]۔ان جنوبی مقامات مین طلوع آفتاب سے غروب تک باد تند کے جھونکے چلتے رہتے ہین اور ہوا اُڑا کرتی ہے۔جس سے بچنے کے لیے لوگ چھوٹے چھوٹے جھونپڑے بنا کے رہتے ہین[۲] کوہساروں پر اگرچہ مختلف وضع کی چٹانون سے کسی قدر پُرلطف مناظر پیدا ہو گئے ہین مگر روئیدگی اور سبزہ زار کی سخت ضرورت ہے۔اضلاع تھر اور پارکر اور خیرپور کے مشرقی حصّے مین اور ضلع روہڑی کے جنوب مین ہر جگہ ریگستانی زمین نظر آتی ہے۔وہان بالو کے ٹیلون کے سوا اور کچھ نہین۔جدھر نظر اُٹھائیے یہی ٹیلے ہین جو برابر تہ در تہ کی لہرون کی طرح حد نظر تک پھیلے دکھائی دیتے ہین[۳]۔مگر عموماً سارے

موسم

ملک مین ایسی شدید گرمی ہوتی ہے کہ افغانی اور شمالی بلاد کے لوگ آتے ہوئے ڈرتے ہین۔اُن مین یہ ضرب المثل ہے کہ "سندھ کی دھوپ گورے کو کالا کر دیتی ہے۔اور ایسی تیز ہے کہ اُس مین چاہے انڈا بھون لیجیے" جس کا بعض یورپین لوگون کو تجربہ بھی ہوا ہے۔

سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ دریا کے بہاؤ اور چڑھاؤ کے موسم مین مچھرون اور پسوؤن کی ایسی سخت وبا آتی ہے کہ گاؤن کے گاؤن انسان سے خالی ہو جاتے ہین۔اور بڑے بڑے جانور بھینس۔اونٹ اور گھوڑے بھی اس

---

[۱] پی پوسٹن اس کا بہاؤ دو سو سی میل تک کہتے ہین۔ [۲] امپیریل گزیٹر [۳] پی پوسٹن [۴] امپیریل گزیٹر

آثار قدیمہ

عذاب نمرودی سے نہین جان بر ہو سکتے [عہ]۔ تمام مملکت مین اگر کوئی دلچسپی کی چیز ہے تو یہ کہ یہ زمین قدامت کے آثار کو بہت یاد دلاتی ہے۔ قدیم شہرون کے نشان جا بجا موجود ہین جو ہر جگہہ گزشتہ شوکت و حشمت کی تصویر اپنے کھنڈرون سے نظر کے سامنے پیش کر دیتے ہین [عہ]۔ اِس کے علاوہ مسلمانون کے لیے بالتخصیص یہ بات زیادہ دلچسپی کی ہے کہ اِس ملک مین بزرگون کے مزار اور درگاہین اس کثرت سے ہین کہ شاید کہین نہ ہون گی موجودہ کس مپرسی کی حالت مین بھی سہوان اِس لیے زیادہ آباد ہے کہ وہان ہزارہا زائرون اور درویشون کا ہجوم رہتا ہے۔ اس لیے کہ یہان نامور بزرگ اور مشہور ولی لال شاہ باز کا مزار ہے جس کے آگے ہند و مسلمان دونون اعتقاد سے سر جھکاتے ہین۔ اِس کے علاوہ ساکروری اور بھکر بھی بڑے مقدس مقامات ہین۔ جہان کہتے ہین کہ اگلے دنون بڑے بڑے اسلامی کالج اور خانقاہین تھین۔ اور شاید اسی وجہ سے ایرانیون کا قول ہے کہ "سندھ چار چیزون سے پہچانا جاتا ہے۔ گرمی۔ خاک۔ فقیر اور مقبرے"؛ غالباً یہی رنگ دیکھ کے بعض یورپین مصنفون نے یہ راے قائم کی ہے کہ کابلی سیدون اور بیکار مذہبی مقتداؤن کی جس قدر پرداخت اور خاطر و تواضع سندھ مین ہوتی ہے کہین نہین ہوتی۔ ایک قدیم انگریزی مصنف لکھتا ہے "سندھی کسی بات مین اتنی فیاضی نہین دکھاتا جتنی سیدون کے کھلانے مین۔ کسی امر پر اتنی مستعدی نہین ظاہر کرتا جتنی مذہبی معاملات مین۔ کسی امر مین اتنا جوش نہین نمایان کرتا جس قدر عید کی خوشی مین۔ اور اُس کا ذوق اور کسی چیز مین اتنا نہین نظر آتا جتنا مقبرون کی آرایش مین نظر آتا ہے [سہ]"

میوہ جات۔

کھجور کے درخت جا بجا کثرت سے ہین۔ اور موسم پر پھلون سے لدے نظر آتے ہین۔ جو غذا کی طرح سکھا کے رکھے جاتے ہین۔ اور غذا کا کام دیتے ہین۔ عمدہ قسم کے سیب بھی پیدا ہوتے ہین جو باعتبار نوعیت اور خوبی کے خراسان اور ہندوستان کے سیبون کے درمیان مین ہین۔

ساحل۔

ساحل سندھ کے عین محاذات پر خشکی سے دو میل ہٹ کے ایک پست قطعہ زمین کراچی سے کچھ تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ یہ قطعہ تین میل چوڑا ہے۔ اور

[عہ] پی پوسٹن۔ [عہ] امپیریل گزیٹر۔ [سہ] پی پوسٹن۔

اِس قدر پست ہے کہ سمندر کے چڑھاؤ کے وقت پانی مین غائب رہتا ہے اور جب سمندر کا پانی اُترتا ہے تو ایک جزیرے کی وضع مین نمایان ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے جہاز بڑی مشکل سے ساحل سندھ تک پہونچ سکتے ہین۔

ملک سندھ کی عرب کے ساتھ مناسبت

سرزمین سندھ کی مجموعی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان مین یہ ملک خاک عرب کا ایک نمونہ ہے۔ اِس لیے کہ جدھر دیکھیے قدرت کی وہی سادی شان نظر آ رہی ہے جو قرآن پاک مین مذکور ہے " فانظر الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت۔ والی الجبال کیف نصبت۔ والی الارض کیف سطحت" اور اِسی وجہ سے عربون نے ہندوستان مین جس سرزمین کو سب سے زیادہ اپنا وطن بنانے کی عزت دی وہ یہی مغربی خطۂ ملک ہے۔ جس کا ثبوت یہان کی مردم شماری سے آج بھی مل سکتا ہے۔

آبادی۔

۱۸۸۱ء کی مردم شماری مین ثابت ہوا کہ سندھ مین کل ۲۵۴۲۹۷۶ آدمیون کی آبادی ہے۔ جن مین سے ۱۳۸۷۵۷۶ مرد اور ۱۱۵۵۴۰۰ عورتین ہین۔ ہندوستان کے دیگر شاداب و زرخیز صوبہ جات کے مقابلے مین یہ آبادی بہت کم نظر آتی ہے۔ مگر اس سرزمین کی حالت کے دیکھتے یہ بھی بہت ہے۔ اسلام کے قدیم اور مستقل اثر نے سندھ کو اس بارۂ خاص مین ہندوستان کے تمام دیگر مقامات سے ممتاز کر دیا ہے کہ یہان مسلمانون کی آبادی بہت زیادہ ہے مذکورۂ بالا آبادی کو اگر باعتبار مذاہب تقسیم کیجیے تو ایک ہندوستانی شخص کے لیے یہ حیرت ناک نتیجہ نظر آئے گا کہ تمام آبادی مین قریب قریب تین رُبع سے زیادہ لوگ دولت اسلام سے بہرہ یاب ہین۔ اِس لیے کہ ۱۸۸۷۲۰۴ مسلمان ۳۰۵۰۷۹ ہندو ۱۲۶۹۷۶ سکھ ۸۶۰۴۰ غیر ہندو فرق۔ ۶۰۸۲ عیسائی ۱۱۹۱ جین ۱۰۶۳ پارسی۔ ۱۵۳ یہودی۔ ۲۶ برہمو اور ۹ بودھ ہین مسلمانون مین ۱۸۰۶۸۷۸ اہل سُنت۔ ۲۸۰۹۳ شیعہ ۱۷۴ اہل حدیث اور ۲۸۹ دیگر لوگ ہین۔ کثرت آبادی مین ہندوؤن کے قائم مقام یہان سندھی مسلمان ہین جن کی نسبت انگریزی مورخون کی رائے ہے کہ خلفاے بنی اُمیہ و بنی عباس کے زمانے مین اُنھون نے دین اسلام قبول کر لیا۔ ان لوگون مین ذات اور قومی

بکثرت تفرلقین ہین۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے اِن دیسی مسلمانون کی تقریباً تین سو ذاتین ہین۔ مگر اخوت اسلامی اور عربی تہذیب نے یہ عمدہ اثر ڈالا ہے کہ سب ذاتین ملی جلی رہتی ہین اور ہر ہر ذات کے جُدا رہنے کے قدیم دیسی قواعد ٹوٹ گئے ہین ع۵

اہل سندھ ع۶ تمام مغربی اضلاع کے باشندون سے زیادہ زبردست اور توانا ہوتے ہین۔ اگر آپ ایک شریف سندھی کو دیکھنا چاہتے ہین تو فرض کیجیے کہ ایک کشیدہ قامت طاقتور اور قوی ہیکل شخص آپ کے سامنے کھڑا ہے اُس کا نقشہ ہندوستان کے تمام لوگون سے زیادہ مردانہ ہے۔ سر کی بناوٹ مین مجموعی طور سے ایک خوب صورتی ہے۔ داڑھی بہت خوب صورت ہے۔ بڑے بڑے بال شانون تک لٹک رہے ہین۔ چندیا پر سیدھی مانگ نکلی ہے۔ اور سر سے پاؤن تک ہتھیارون سے لدا ہوا ہے۔ بعض لوگ لمبے بالون کا جوڑا باندھ کے ٹوپی یا پگڑی کے اندر چھپا لیتے ہین۔ یہان کے مردون کی وضع خوشنمائی مین اگرچہ دیگر مقامات کی وضع کا مقابلہ نہین کر سکتی مگر عرب اور افغانستان کا پورا اثر دکھا رہی ہے۔ مذہبی لوگون کے سر پہ اکثر عمامہ رہتا ہے۔ مگر رؤسا مین ایک خاص قسم کی ٹوپی کا رواج ہے جو نیچے سے مندیل نما ہوتی ہے اور اوپر ایک گُپھا سا ہوتا ہے۔ معززین مین ایک اور ٹوپی رواج پذیر ہے جس کا اوپر کا حصہ پھیلا ہوا اور چوکور ہوتا ہے۔ غریب غربا اپنے کپڑے اکثر نیل مین رنگ لیا کرتے ہین۔ بعض لوگ اور خصوصاً فقرا سبز رنگ کے کپڑے پہنتے ہین عورتون کا سب سے پیارا زیور ہاتھی دانت کی چوڑیان ہین جو عوام و خواص سب مین

ع۵ امپیریل گزیٹیر۔

ع۶ یہ حالات مسٹر پوسٹن کی کتاب "پرنسپل آبزرویشن آن سندھ" اور کتاب "پرنسپل ہیٹنس آف انڈیا" سے لیے گئے ہین پچھلی کتاب مسیحیون کی انجمن تعلیم السنہ ملکی نے ۱۸۹۰ء مین مدراس مین چھپوائی ہے مگر ان دونون کتابون مین جو کچھ حالات لکھے گئے ہین چالیس برس پیشتر کے ہین اور یقیناً اتنے دنون مین بہت کچھ تغیرات ہو گئے ہون گے۔ خصوص انگریزی تہذیب نے تو ملک کی وضع اور اخلاق کو بالکل بدل دیا ہوگا۔

مروج ہین۔ عام آبادی جس مین زراعت پیشہ اور مختلف قسم کی محنت و مزدوری کرنے والے شامل ہین جاٹ لوگون کی ہے جنھون نے عموماً مذہب اسلام اختیار کرلیا ہے۔ ان کی عورتین نہایت ہی حسین ہین اور اس کے ساتھ پاک دامنی و عفت مین بھی مشہور ہین۔ اور لوگ حیرت سے دیکھین گے کہ اُن مین پردے کا بالکل رواج نہین۔ اِس لیے کہ یہ لوگ عموماً خانہ بدوش رہتے ہین۔ اِس لیے کہ اپنے اونٹون کے چرانے کے لیے انھین ہمیشہ عمدہ چراگاہ کی تلاش رہتی ہے۔ جس طرح عرب اپنے گھوڑے سے نہین جُدا رہ سکتا اُسی طرح یہ لوگ اپنے اونٹون سے کبھی نہین جُدا ہوتے۔

جاٹون کے علاوہ زیادہ گروہ بلوچیون کا ہے جو مدت ہائے دراز سے یہان کے رئیس و وضیع بن گئے ہین۔ ان مین بھی یہ عربیت کی شان موجود ہے کہ ہر گروہ یا قبیلہ کا ایک سردار یا شیخ معین ہے۔ جس کی سب اطاعت کرتے ہین ایک اوس کے اشارے پر ایک سانڈنی سوار ایک قبیلہ سے دوسرے قبیلے مین جوش پھیلا دیتا ہے۔ اور چند ہی روز مین بیس ہزار مسلح آدمی جمع ہو جاتے ہین۔

اب سے بیشتر جب یہان کی حکومت خود ملک والون کے ہاتھ مین تھی اُس وقت یہان اسلحہ کا دیگر اضلاع سندھ سے زیادہ رواج تھا۔ نہ کوئی بلوچی بے تلوار کے نظر آتا تھا اور نہ کوئی اور معزز آدمی ہے

خاص سندھی مسلمانون کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ سب نومسلم ہین جو قدیم خلفا کے عہد مین مسلمان ہو گئے۔ مگر ہم سمجھتے ہین کہ اِن مین زیادہ گروہ اُن عربون کی نسلون کا ہے جو اُس قدیم زمانے مین یہان آکے سکونت پذیر ہوئے تھے۔ گو فی الحال جہالت و بے علمی نے اُنھین اپنی اصلیت اور اپنے حسب و نسب سے بھی بے خبر کر دیا ہے۔ امتداد زمانہ مین اُن مین یہان تک تفریق کر دی ہے کہ اب تین سو سے زیادہ اُن کی ذاتین بتائی جاتی ہین۔

اہل سندھ کی اخلاقی بُرائیان

اِس عام قاعدہ سے کہ عشرت پسندی کا خاتمہ نہایت لغو کھیل تماشون پر ہوتا ہے مسلمانانِ سندھ بھی نہین مستثنے ہین۔ کنکوے بازی کا شوق غربا و

عـــہ امپیریل گزیٹر۔ عـــہ پی پوسٹن۔

اُمراسب مین ہے۔کبوتر بازی کا بھی چرچا ہے۔بٹیر بڑی کوششون سے سکھا کے لڑائی کے لیے تیار کیے جاتے ہین۔اور اُن کی پالیون مین بڑے جمگھٹے رہتے ہین مرغ بازی بھی عام ہے۔مسلمان لوگ جمعہ کا دن اکثر اسی شغل مین صرف کیا کرتے ہین اہل سندھ کو مینڈھے لڑانے مین بھی بڑی دلچسپی ہوتی ہے۔جُوے کا سندھ مین بڑا رواج ہے۔مرد تو مرد عورتین تک ہار جیت کے کھیلون پر دیوانی ہین۔دراصل وہ بڑی مشاق کھیلنے والی ہوتی ہین۔اُن کی صحبت مین بچے بھی اس بداخلاقی کے عادی ہوجاتے ہین جو مان کی گود ہی مین قمار بازی سیکھ جاتے ہین۔ایک سات برس کا بچہ بڑا ہوشیار جواری ہوتا ہے۔اور رفتہ رفتہ چند ہی روز مین تاش۔پانسون کوڑیون اور پیسون غرض تمام قسم کے جوؤن مین اپنا سارا وقت صرف کرنے لگتا ہے صرف اسی قدر نہین نکتہ چین اُن پر اور بھی بہت سے الزام قائم کرتے ہین۔کہا جاتا ہے کہ وہ کاہل۔بے پروا۔بُزدل۔نشہ باز۔اور اپنی ذات سے میلے کچیلے رہتے ہین۔اور اس پر طرہ یہ کہ قرب وجوار کے ملکون مین جھوٹے لپاٹیے مشہور ہین۔

ان کی خوبیان

لیکن یہی نہین کہ اُن مین صرف یہ عیب ہین اور کوئی خوبی نہین۔وہ امن سے خوشی سے بسر کرنے والے۔جرائم سے محترز۔رحم دل اور وفادار لوگ ہین۔اُن کی راست بازی اور دیانت داری اس درجے تک ہے کہ کبھی اُن پر حرف نہین رکھا جا سکتا۔یہ فی الحقیقت عربی اقوام سے ملنے جلنے بلکہ غالباً اُن کی نسل سے ہونے کا اثر ہے۔اس لیے کہ عرب کے صحرانشینون کی راستبازی اور دیانت داری آج تک ضرب المثل ہے۔

ہندؤن کے حالات اور اُن کی ذاتین

زیادہ اور عام آبادی سندھ مین مسلمانون کی ہے۔ہندؤن مین زیادہ وہی خاندان ہین جو پنجاب ودیگر مقامات سے آکے آباد ہوئے۔ایسے چند ہی ہندو خاندان ہون گے جو قدیم زمانے سے چلے آتے ہون۔اور دول اسلامیہ کے زمانون مین برابر اپنے عقائد مذہبی پر قائم رہ سکے ہون۔یہان دو ذاتون کے برہمن ہین۔جو عموماً بڑے بڑے شہرون مین رہتے ہین۔اور آپس مین شادی بیاہ نہین کرتے۔ان مین سے ایک ذات تو عامل کے لقب سے مشہور ہے

غالباً یہ وہی لوگ ہین جو مشہور فاتح محمد بن قاسم کی فیاضی اور منصف مزاجی کی یادگار ہین اور جن کے ہاتھ مین اُس نے اضلاع سندھ کی حکومت اور اس ملک کے انتظامات دیے تھے۔ عامل کا لفظ ہی اس کی تصدیق کر رہا ہے۔ یہ لوگ وضع۔ لباس اور خاصتہً بالون کی وضع مین مسلمانون کے متبع ہین۔ اور چونکہ عشرت پسندی کا زیادہ اثر ان پر نہین پڑنے پایا اس وجہ سے علی العموم سب سے زیادہ جفاکش ہین یہ لوگ بیشتر اسلامی رؤسا کی حکومت مین بھی لکھنے پڑھنے کے شائق تھے۔ اور اب انگریزی گورنمنٹ مین بھی سب سے زیادہ تعلیم کی طرف عموماً یہی متوجہ ہین۔ میرون کے زمانے مین بھی محرری کی خدمات انھین کے ہاتھ مین تھے، اور اب بھی ان خدمات پر ممتاز ہین۔[1] تاہم اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ سندھ کا ہندو آدھا مسلمان ہے۔[2]

حبشی غلام

یہان حبشی غلامون کی بھی نسلین موجود ہین۔ جن کی اتنی کثرت ہوئی کہ اُن لوگون کی ایک خاص قوم بن گئی ہے جو آپس ہی مین شادی بیاہ کرتے رہتے ہین۔ لیکن غلامی ان کے رگ و پے مین اس قدر سرایت کر گئی ہے کہ گو انگریزی دور کی برکتون سے آزاد ہو گئے مگر اب تک بدستور اپنے آقاؤن ہی کے گھرون مین رہتے اور غلامی کی زندگی بسر کرتے ہین۔[3]

زبان

سندھ مین فی الحال جو زبان بولی جاتی ہے سندھی زبان کے نام سے مشہور ہے۔ اور یون سمجھنا چاہیے کہ دیگر زبانون کی طرح وہ بھی سنسکرت کا ایک بگڑا ہوا نمونہ ہے۔ جس مین دیوتاؤن کی اُس مقدس زبان پر گجراتی سے بھی زیادہ تصرف کیا گیا ہے۔[4] مگر سندی مرہٹی اور بنگالی زبانون کے مقابلے مین سنسکرت سے زیادہ نزدیک ہے۔ اِس مین ابھی تک سنسکرت کی بہت سی نحوی ترکیبین باقی ہین جن کو دیگر السنہ ہند نے مٹا دیا ہے۔ خود اس زبان کے بھی تین لہجے ہو گئے ہین۔ شمالی اضلاع والون کا اور لہجہ ہے۔ جنوبی اضلاع والون کا اور۔ اور علاقہ تھار کے لوگون کا اور۔ اور اس زبان کا لٹریچر صرف عربی سے ترجمہ کی ہوئی مذہبی کتابون پر محدود ہے۔[5] اِن کے علاوہ چند قومی گیت

[1] امپیریل گزیٹر۔ [2] پی پوسٹن۔ [3] امپیریل گزیٹر۔ [4] پی پوسٹن۔ [5] امپیریل گزیٹر

بھی ہین عموماً تمام خط وکتابت فارسی خط مین کیجاتی ہے - خط خدادادی نام ایک اور خط بھی مروج ہے جس مین صرف سندو لکھتے پڑھتے ہین -

اونٹ

اِس ملک مین سب سے زیادہ قابل قدر اونٹ ہے - سارے ملک مین اونٹون کی بڑی کثرت ہے - جس طرح دریا کے کنارے ہر طرف اونٹ نظر آتے ہین اسی طرح صحرا و وشت مین درحقیقت سندھ ہی ایسا ملک ہے جو ہندوستان مین اونٹون کا وطن کہا جا سکتا ہے - اونٹ یہان خانہ داری کے کامون مین بھی مستعمل ہین اور زراعت مین بھی علی الخصوص جنوبی حصہ ملک مین - جہان کنوؤن کے رہٹ تیل نکالنے کے کولھو - اور اکثر جگہ ہل بھی اِنھین اونٹون کی مدد سے چلائے جاتے ہین عـہ

عربون کا ورود

الغرض یہ ملک ہے جسے اُلوالعزم اور پُر جوش قوم عرب نے سارے ہندوستان سے چن کے اپنا مسکن اور مرکز قرار دیا جہان احکام خلافت کے جاری ہوتے ہی بڑے بڑے شرفاے عرب آ آ کے متوطن ہوئے - اور اُن کی نسلین دیگر اقوام مین مل جُل گیئن - ہندوستان کے بہت سے عربی نژاد اور شریف خاندان اسی سرزمین سندھ کی معرفت عرب سے یہان آئے ہین - مگر افسوس کہ لاعلمی اور ایک ممتد زمانے کی جہالت نے یہان کے مسلمانون کو بالکل بھلا دیا کہ "کن ڈالیون کے تھے ہم ثمر؟ ٹوٹ کر آئے کہان سے؟ اور بکے آ کر کہان؟" اِن کے مورخون - اِن کی غلط وکالت کرنے والے واقعہ نگارون نے یہ بھی فیصلہ کر دیا کہ وہ سب کے سب نومسلم ہین اور انھین خبر نہین - ترقی کی دُنیا مین ہم ہر جگہ کے لوگون کا کچھ نہ کچھ ذکر ضرور سُنتے ہین اور نہین سُنتے تو افسوس اِن کا ایسا علم نہ ہو تو انسان شریف بھی نہین رہ سکتا -

---

عـہ پی پوسٹن -

دوسرا باب

سندھ کی قدیم تاریخ (حسب بیان اہل ہند)

یہ امر ہمیشہ افسوس کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے کہ ہندوستان مین سب کچھ تھا - اور جو چیز نہ تھی وہ تاریخ ہے - بے شک اِس بارۂ خاص مین ہندؤن سے ایسی سخت فروگذاشت ہوگئی ہے جس کا اب کوئی علاج نہین ہوسکتا - حالات امم دریافت کرتے وقت ہم گمنام سے گمنام قومون کے کچھ نہ کچھ واقعات معلوم کرپاتے ہین - مگر افسوس کہ ہندؤن کے متعلق ہمین ایسے قدیم کتابے بھی کم ملتے ہین جن پر سے قدامت کا گرد وغبار ہٹا کے کوئی بات دریافت کی جاسکے - ہندؤن نے اول تو اپنی تاریخ کے قلمبند کرنے کا کبھی ارادہ ہی نہین کیا - اور اگر کبھی تھوڑے بہت حالات کے بتانے کی کوشش بھی کی ہے تو اُن کو اس طرح کے شاعرانہ مبالغون یا اگلی سادہ لوحیون کے اعتقادات مین ملا کے بتایا ہے کہ تاریخ و روایت کا کام دینے کے عوض اُن مین ایک مذہبی کتھا یا دیو بانی کی شان پیدا کردی ہے - مہابھارت اور رامائن کی مقدس اور شاعرانہ نظمون اور اہل سندھ کے مشہور قومی کارنامون سے جو کچھ معلوم ہوسکتا ہے اُسے ہم اپنے ناظرین کے ملاحظے مین پیش کیے دیتے ہین - مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہے دیتے ہین کہ اِن باتون کو ایک کہانی سے زیادہ وقعت نہین دی جاسکتی -

کیکیا کا راج رامائن کے زمانے مین -

ہندو تاریخ مین سب سے پہلے اس ملک کا پتہ رامائن مین لگتا ہے - اِسی ملک مین دریاے اٹک کے کنارے کیکیا نام ایک سلطنت تھی جس کا راجہ اسواپتی یعنے گھوڑون والا راجہ کہلاتا تھا - راجہ دسرت کی نازآفرین رانی جس کی ضد اور حسد سے رام چندر جی کو بن باس نصیب ہوا اِسی راجہ کی بہن تھی - اور اِسی سبب سے کیکئی یعنے ملک کیکیا والی مشہور تھی - لہٰذا یون سمجھنا چاہیے کہ اُن دنون سندھ کا راجہ راجہ دسرت کا سالا تھا -

پانڈوون کے زمانے مین

اِس کے بعد پانڈون کے زمانے مین بھی جو مہا بھارت کی معرکہ آرائی کے کامیاب ہیرو تھے اِسی اسواپتی کا نام آیا ہے۔ نگر کے علاقے مین ایک تانبے کی تختی برآمد ہوئی جو بطور سند کے ہے۔ اُس کے کتابے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ جنمے جیا نے جو ہستنا پور کا راجہ اور پانڈون کی نسل سے تھا اسواپتی راجہ کو قتل کیا۔ اِس لوح مین علم نجوم کے مطابق جو زمانہ بتایا گیا ہے اُس کا حساب لگایا جاسے تو یہ واقعہ ولادت مسیح سے ۲۹۹۰ برس پیشتر کا ہے٭۔

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن دنون اسواپتی راجہ یعنے سندھ کا فرمانروا اِتنا زبردست تھا کہ اُس کے مغلوب اور قتل کرنے کو پانڈو خاندان کے راجہ اپنا فخر سمجھتے تھے۔ اور اِس فتحمندی کو اپنے اوصاف والقاب مین داخل کرتے تھے۔

مید اور جاٹ

اِس کے بعد کے حالات بلا لحاظ تقدم و تاخر مجمل التواریخ کے بیان کے مطابق (جس نے ہندو روایتون سے اخذ کیا ہے) یہ ہین کہ قدیم الایام مین دریاے پاہن (سندھ) کے کنارے کنارے دو قومین آباد تھین جن مین سے ایک تو جاٹ تھے اور دوسرے مید۔ موجودہ علم فیلالوجی اور انسانی خط و خال کی بصیرت نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ دونون وہی وحشی اور غارت گر قومین ہین جنھون نے آریہ قوم کے پھیلاؤ سے پہلے مختلف ممالک ارض کو اپنی جولان گاہ بنا کے ہر جگہ لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا تھا۔ اور کیا عجب کہ سندھ کے یہ مید بھی اِسی عظیم الشان اور مشہور قوم سے تعلق رکھتے ہون جس نے اسیریا کی سلطنت سے پہلے بلندی وادی فرات مین میدیا کی باشان و شوکت سلطنت قائم کی تھی۔ خیر یہ دونون گروہ چاہے جس قوم سے تعلق رکھتے ہون اور ہندوستان کے میدانون مین جب آئے ہون ہمین سندھ مین اِن کے متعلق اِسی قدر پتہ چلتا ہے کہ ایک غیر معلوم و غیر محدود زمانے سے دریاے سندھ کے کنارے آباد اور باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔

مید کا جاٹون پر غلبہ۔

آخر باہمی جھگڑون کا یہ نتیجہ ہوا کہ مید لوگ جاٹون پر غالب آگئے اور ایسا ظلم و جور کرنے لگے کہ مغلوب فریق نے دریا کے اُس پار جا کے پناہ لی۔ اور اب

٭ انڈین اینٹی کویری جلد ۱۔

دونون قومین ایک دوسرے سے الگ امن وامان کے ساتھ رہتی تھین۔ مگر جاٹ لوگ کشتیون کے بنانے اور چلانے مین اچھی مہارت رکھتے تھے جس ہنر سے مید لوگون کو بالکل مس نہ تھا۔ اُن کی اِس کمزوری سے جاٹون نے یون فائدہ اُٹھایا کہ اپنی کشتیون پر بیٹھ بیٹھ کے پار اُترتے۔ میدون پر اچانک حملہ کرتے۔ اُن کے مویشیون کو پکڑ لیتے۔ اور قبل اِس کے کہ مید لڑائی کے لیے تیار ہون دریا پار ہو کے اپنے مسکنون مین واپس چلے آتے۔ ایک مدت تک جاٹ یونہین لوٹ مار کرتے رہے اور میدوالون کا کوئی زور نہ چلتا تھا۔ ان مسلسل دریائی حملہ آورون نے آخر یہ نوبت کر دی کہ اب مید جاٹون سے بالکل دب گئے۔ اور انتہا سے زیادہ پریشان تھے۔

پھر جاٹون کا اُن پر

دونون کا باہمی اتحاد

آخر میدون کی یہ حالت اور بےبسی دیکھ کے جاٹون کے ایک سردار کو ترس آیا۔ اِس نے اپنی قوم کے لوگون کو سمجھایا اور اُن کے ذہن نشین کیا کہ ایسی وقتی کامیابی کوئی پائدار اور ہمیشہ رہنے والی چیز نہین ہے۔ اُس زمانے کو یاد کرو جب یہی مید لوگ تم پر ظلم کر رہے تھے۔ اور تم ایک عام آفت مین مبتلا تھے پھر اِس کے بعد اب اِس حالت کا خیال کرو جب کہ تمھاری باری ہے۔ اور تم اِن پر غالب ہو۔ لہذا تمھین یقین کرنا چاہیے کہ دونون قومون کی بھلائی اِسی پر منحصر ہے کہ دونون آپس مین موافقت کر لین۔ اور باہم دوست بن کے امن امان کے ساتھ زندگی بسر کرین۔

رانی دہسلہ کی حکومت

اِس طرح مید اور جاٹ مین اتفاق پیدا کر کے اِس نے دونون کو مشورہ دیا کہ اپنے چند سردارون کو منتخب کر کے راجہ دھرتراشتر کے بیٹے راجہ دریودھن کے پاس بھیجو اور درخواست کرو کہ وہ اپنی طرف سے کسی کو تم پر راجہ اور حاکم مقرر کر دے۔ اور جب راجہ دریودھن کا نائب یہان آجاے تو دونون قومین اُس کی اطاعت وفرمانبرداری کرین۔ اِس راے کو سب نے پسند کیا اور میدون اور جاٹون کے وکیل راجہ دریودھن کے دربار مین جا پہونچے۔ معزز راجہ اِن لوگون کے ساتھ بہ لطف پیش آیا۔ اور اپنی بہن دہسلہ کو جو ایک طاقتور راجہ جیدارتھ کی رانی تھی اپنی طرف سے سندھ مین بھیجا

شاہزادی دہسلہ نے آتے ہی ملک اور تمام شہرون کی حکومت اپنے ہاتھ مین لی اور یہان کی پہلی رانی بن کے جاٹون اور سیدون پر حکومت کرنے لگی۔

اُس کا عہد

اِس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مہابھارت کے عظیم الشان لڑائی کے قریب کا وہ زمانہ ہے جب بہادر آریہ لوگ وادی سندھ سے بڑھکے دریاے گنگا کے کنارے جا پہونچے تھے۔ اور اِن کے بعد سندھ مین جاٹون اور سیدون کی پُرانی قومین بے حکمران اور بے بادشاہ کے رہ گئی تھین۔

برہمنون کا سندھ مین آکے آباد ہونا

دہسلہ نے بہت اچھا انتظام کیا۔ نیک رانی اور نیک بخت ملکہ ثابت ہوئی اُس کے اوصاف اور اُس کی لیاقت کے تذکرے کثرت سے بیان کیے جاتے تھے لیکن باوجودیکہ اُس کی خوش انتظامی نے ملک کو دولت مند اور باعظمت و وقعت بنا دیا تھا۔ نقصان یہ تھا کہ سارے ملک مین کوئی برہمن نہ تھا جس کی لیاقت و دانائی سے ملک علمی وقعت بھی حاصل کر سکتا رانی نے اپنے ملک کی اِس بدقسمتی کا حال ایک طولانی خط کے ذریعے سے اپنے جوانمرد بھائی کو لکھا۔ جس کے پڑھتے ہی راجہ دریودھن نے تمام ہندوستان سے جمع کر کے ۳۰ ہزار برہمن مع مال و اسباب اور خدم و حشم کے سندھ مین بھیجدیے۔ اِن مقدس لوگون کے قدم کی برکت سے زیادہ زمانہ نہین گزرنے پایا تھا کہ مملکت سندھ کو بڑی رونق حاصل ہوگئی۔ زمین سرسبز و شاداب تھی اور شہر آباد۔ جس شہر کو اِس رانی نے اپنے راج کا مستقر قرار دیا تھا وہ شہر اسکلندہ ہے۔

دہسلہ کا برتاؤ جاٹ اور سید ذاتون سے

رانی دہسلہ نے ملک کا تھوڑا حصہ جاٹون کے ساتھ مخصوص کر دیا اور انھین مین سے ایک شخص کو جس کا نام جودرت تھا اِن پر حاکم مقرر کیا اِسی قسم کا انتظام سید لوگون کے ساتھ بھی کیا گیا۔ یہ حکومت بہت اچھی تھی جو کچھ اوپر بیس سال تک قائم رہی۔ اور بھارت لوگون کی حکومت کہلاتی ہے۔ مگر افسوس کہ رانی دہسلہ ہی پر بھارت کے راج کا خاتمہ ہوگیا۔

اِس خاندان کی تباہی کا سبب ہندوستان کی سلطنت کا ایک عظیم الشان

عـــہ یقیناً اِسی شہر کو قدیم یونانی مورخون نے اسکندرہ بتایا ہے۔

دہریاپ کے خاندان کا زوال

انقلاب تھا جس نے پانڈؤن کے نامی اور مشہور زمانہ خاندان کی حکومت کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ کے پھینک دیا تھا۔ صرف ناانصافی اور مذہبی گستاخی کی وجہ سے پانڈؤن نے اپنا راج کھویا۔ ان کی قسمت ہی پلیٹ چکی تھی جس کے سبب سے وہ ظالم بنے۔ ایک دن کسی برہمن کی گئو کو اس کے گھر سے پکڑ لائے۔ اور اس کے مار ڈالنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ برہمن نے آکے انھین سمجھایا۔ اور کہا "مین نے کتابون مین پڑھا ہے کہ پانڈؤن کا اقبال اُس وقت جائے گا جب وہ ایک گئو کی وجہ سے ایک برہمن کی جان لین گے"۔ مگر اُنھون نے نہ اُس کے کہنے سُننے کی کچھ پروا کی۔ اور نہ دین کا پاس و لحاظ کیا۔ اُسے بھی مار ڈالا اور اُس کی گئو کو بھی۔

اِس مظلوم برہمن کا ایک بیٹا تھا جس کا نام برہمین تھا۔ وہ ایک بڑا ہی طاقتور اور قوی ہیکل جوان تھا۔ اور ایک پہاڑ کی بلندی پر رہا کرتا تھا۔ جب اُس نے اپنے باپ کے مارے جانے کا یہ سانحۂ عظیم سُنا تو اُسی وقت اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور خود اپنی طرف خطاب کر کے بولا "مین جا کے پانڈون کا راج چھین لون گا اس لیے کہ اُنھون نے ایک گئو اور ایک برہمن کی ہتھیا کی ہے"۔ رشیون کی بات جھوٹی نہین ہو سکتی۔ اُن کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ پانڈؤن کی تباہی کا زمانہ آپہونچا تھا جس کی تکمیل کے لیے اِس برہمن زادے نے کمر باندھی۔ عام لوگ تو اِس نو عمر برہمن کے دعوے پر ہنسے مگر ایک بڑی جماعت اُس کی طرفداری مین بھی اُٹھ کھڑی ہوئی اور اُن کی مدد سے اس نے بڑھ کے ایک شہر پر قبضہ کر لیا۔ یہان ٹھہر کے اُس نے روز بروز اپنی قوت بڑھانی شروع کر دی۔ اور جب ایک بڑا بھاری لشکر جمع ہو گیا تو اُس نے آگے قدم بڑھایا۔ اور شہر کے بعد شہر اُس کے قبضے مین آنے لگے۔ یہان تک کہ فتح کرتا ہوا خاص شہر ہستناپور پر جا پہونچا جو پانڈؤن کا دار السلطنت تھا۔ اِس نسل کا آخری فرمان روا کو یا بہ صورت مقابلے کو نکلا۔ مگر اقبال ساتھ چھوڑ چکا تھا بیچ میدان مین مارا گیا۔ اور اُس کے

برہمین برہمن کی حکومت

مرتے ہی برہمین سارے راج کا مالک تھا۔ اُس نے تمام قلمرو پر قابض ہونے کے بعد کوشش کی کہ پانڈون کے خاندان کو دنیا مین فنا کر دے۔ وہ جہان ملے

تہ تیغ ہوئے۔ صرف چند ہی آدمی بھاگ کے بچے جنھون نے موت کے خوف سے
اپنی ذات چھپا ڈالی۔ اور قسائی اور نان بائی وغیرہ کی قسم سے ذلیل پیشہ اختیار
کر لیے تھے۔

کہتے ہین کہ پانڈؤن کے بیٹے نوکل کی بیٹی نکولا برہمین کے دربار مین آئی
اور ایسے مؤثر لہجے مین منت وسماجت کی کہ برہمین راجہ نے اس شاہی خاندان
کے قتل سے ہاتھ روک لیا۔ مگر اس پر بھی اُن کو آزادی نہین دی۔ سب قید خانے
مین بند تھے۔ لیکن جب قید خانے مین اُن کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو برہمن
نے انھین چھوڑ دیا۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ بعض خاص قسم کی تجارتین اور
خاص پیشہ اختیار کر لین تاکہ نہ کوئی شریف اُن کو اپنی بیٹی دے اور نہ اُن کی
بیٹی لے۔ اور نہ کوئی معزز شخص ان سے کسی قسم کی راہ و رسم رکھے۔ ان غرضون کے
حاصل کرنے کے لیے اس نے صرف یہی نہین کیا کہ مظلوم اور ستم زدہ پانڈؤن کو
ذلیل بنا دیا۔ بلکہ ساری قلمرو مین اشتہار دے دیا کہ کوئی اُن سے تعلقات قرابت
و مودت نہ پیدا کرے۔ اس طریقے سے اُن کی عزت یہان تک گھٹی کہ آخر انھون
نے مصائب زمانہ سے تنگ آ کے ڈوم ڈھاڑیون کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اور
کہتے ہین کہ ہندو بانسری بجانے والے انھین کی نسل سے ہین۔

قاعدہ ہے کہ گناہ کا بار ایک اچھے دل کو بہت جلد ہی محسوس ہونے
لگتا ہے۔ برہمین کے ہاتھ سے جب کثرت سے جانین تلف ہوئین تو اُسے اپنے
افعال پر ندامت ہوئی۔ اور دل مین خیال آیا کہ جن لوگون کو مین نے مارا ہے اُن کے
خون کا کفارہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھ کے اپنی باقی زندگی خدا
کی یاد مین صرف کر دون۔ اس قسم کے منصوبے وہ دل مین سوچ ہی رہا تھا کہ کسیاپا
نام ایک برہمن نے آ کے نصیحت کی۔ اور انسان کشی پر ملامت کرنے لگا۔ یہ
سنتے ہی برہمین کا جوش ندامت تازہ ہو گیا۔ اور انتہا سے زیادہ متاثر ہو کے بولا
بے شک تم سچ کہتے ہو۔ مین خود اپنے ان کامون پر پچھتاتا اور اپنی حالت پر
افسوس کرتا ہون۔ بہتر تو اب یہ راج تم لو۔ اور مین جا کے بھگوان سے دل لگاتا
ہون۔ کسیاپا نے جواب دیا کہ حکمرانی میرا کام نہین ہے۔ مگر برہمین نے پھر

اُس [illegible] سلامت [illegible] کو ترک کر دیا۔

اصرار کیا۔ اور جب اُس نے اصرار پر بھی سلطنت قبول کرنے سے انکار کیا تو کہنے لگا دوغیر
اب تم مجھ سے تو راج کو لے لو۔ خود رکھنا نہ منظور ہو تو اپنی طرف سے کسی اور کو دے دینا
مگر میری جان اِس پاپ سے چھڑاؤ۔ گیا پا نے یہ درخواست منظور کی۔ اور اُس کے
سامنے ہی سناگھ نام ایک خدمت گار کو راج گدی پر بٹھا دیا۔

سناگھ کی حکومت اور اُس کا خاندان

الغرض یون برہمن نے راج پر لات مار کے اپنے آشرم کی راہ لی۔ اور دُنیا سے
الگ ہو گیا۔ سناگھ نے تخت پر بیٹھ کے دادگستری اور رعایا پروری سے کام لیا
بہت اچھی طرح حکمرانی کی۔ اور اِسی سبب سے اُس کے گھرانے مین راج بہت
دنون تک رہا۔ پندرہ اچھے راجہ اُسی کی نسل سے اُس کی گدی پر بیٹھے۔ اور نیکنامی
حاصل کر کے دُنیا سے رخصت ہوئے۔ مگر اُن کے بعد اِس کے وارثون نے
بھی ظلم وجور شروع کر دیا جس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ راج اُن کے قبضے سے نکل گیا
یہ واقعہ شہنشاہ ایران گشتاسپ کے زمانے کا ہے۔

داراے ایران گشتاسپ کا حملہ

کہتے ہین کہ گشتاسپ کی زندگی ہی مین بہمن ایرانی فوجین لے کے ہندوستان
پر حملہ آور ہوا۔ اور ایک حصہ ملک پر متصرف ہو گیا۔ بہمن نے ہندؤن اور ترکون کی
سرحد کے درمیان مین ایک شہر آباد کیا جس کا نام قندابیل رکھا۔ غالباً یہی شہر
اب بیلا کے نام سے مشہور ہے جو بلوچستان اور سندھ کے درمیان مین واقع
ہے۔ اُس نے یہان ایک اور شہر بھی آباد کیا۔ جس کا نام بہمن آباد سے بدل کے
برہمن آباد ہو گیا تھا۔ بعض بیانون سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کا آباد کیا ہوا
شہر منصورہ ٹھیک اِسی مقام پر تھا جہان یہ قدیم زمانے کا شہر تھا۔ بہمن ہندوستان
کے مغربی اضلاع مین ایک مدت تک ٹھہرا رہا۔ یہان تک کہ اُس نے گشتاسپ
کے مرنے کی خبر سُنی۔ اور ایران مین واپس جا کے تخت شاہی پر بیٹھا۔

راجہ ہال

یہ تو سندھ کے راجہ کا حال ہوا۔ مگر انھین دنون ہندوستان مین
ایک اور سلطنت قائم تھی جس کا فرمان روا راجہ ہال تھا۔ ہال سنجوارہ کی نسل
سے تھا جو چندرت کا بیٹا اور راجہ وصغربلشتر کی بیٹی کے بطن سے تھا۔ ہندوستان
مین وہ اِس سلطنت کا وارث ہوا جس پر چندرت اور وسل وغیرہ حکمران تھے
ہال بذات خود ایک بڑا صاحب اثر راجہ ہو گیا تھا۔ اُس نے ایک عمدہ دارالسلطنت

اور کئی شہر آباد کیے۔ اُس کی قلمرو مین کپڑا نہایت اچھا بنتا تھا۔ جس کی وجہ سے اُس کے
ملک کی دور دور شہرت تھی۔ انتظام قائم رکھنے کے لیے اُس نے حکم دے دیا تھا
کہ کوئی کپڑا بغیر شاہی مہر کے حدودِ سلطنت سے باہر نہ نکلنے پائے۔ اور یہ مُہر
اِس طرح کی جاتی کہ خود راجہ زعفران سے اپنے پانون کا چھاپہ کپڑے پر لگا دیا
کرتا تھا۔

راجہ کشمیر کی اُس پر چڑھائی

اتفاقاً کشمیر کے راجہ کی حسین و پری جمال رانی نے اِسی قسم کا کچھ کپڑا
خریدا اور اُس کی ساری پہن کے اپنے شوہر کے سامنے گئی۔ کشمیر کے راجہ
نے وہ چھاپے کا نشان دیکھا تو دل مین رقابت کا خیال پیدا ہوا۔ اور رانی سے
پوچھنے لگا تم نے یہ کپڑا کہان سے پایا۔ رانی نے ایک سوداگر کا نام بتایا۔ جو
فوراً دربار مین پکڑ بُلایا گیا۔ جب راجہ نے سوداگر سے اِس کپڑے کا حال
پوچھا تو اُس نے بتایا یہ راجہ ہال کے ملک کا کپڑا ہے اور اُسی کے پاؤن کا
چھاپہ اِس پر بنا ہوا ہے۔ اتنا سُنتے ہی کشمیر کا راجہ بے سوچے سمجھے قسم کھا گیا
کہ مین جا کے راجہ ہال کا پاؤن کاٹ ڈالون گا۔ جس نے در پردہ میری رانی
کے ساتھ ایسی گستاخی کی ہے۔ وزیر نے اِس ارادے سے روکا اور سمجھایا
کہ وہ برہمنون کا دیس ہے۔ وہان آپ کو فتح نہین حاصل ہو سکتی۔ راجہ نے
اس مشورے کا کچھ لحاظ نہ کیا اور اپنی فوج لے کے چل کھڑا ہوا۔ جب اِس زبردست
حملہ آور کی روانگی کی خبر راجہ ہال کو پہونچی تو دل مین ڈرا۔ اور برہمنون کو
بُلا کے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا تم کو لازم ہے کہ اِس زبردست راجہ کو
روکو۔ اور کوشش کرو کہ تمھارا ملک اِس کے حملے سے محفوظ رہے۔ برہمنون
نے بیٹھ کے عبادت کی۔ اور آخر راجہ ہال کو مشورہ دیا کہ ایک مٹی کا ہاتھی
نبوائیے۔ اور اُسے میدان جنگ مین فوج کے سامنے نصب کر دیجیے۔
راجہ ہال نے ایسا ہی کیا۔ اور جب شہر کشمیر کا راجہ اپنی بہادر فوجون کے
ساتھ کوچ کرتا ہوا وہان پہونچا تو خدا کی قدرت سے وہ مٹی کا ہاتھی ایک
عجیب و غریب توپ خانہ بن گیا۔ جس سے آگ کے شعلے نکلنے لگے۔ اور ایسی
آگ برسی کہ کشمیر کے بہت سے بہادر جل کے خاک سیاہ ہو گئے۔ ہمارے

ہندووستون کو موقع ملتا ہے کہ اِس واقعہ سے اپنے قدیم بزرگون کے عہد مین توپ خانہ کا ثبوت حاصل کرین۔ اور باروت کی ایجاد کا تاج آرین عقلا کے سر پر رکھ دین۔

الغرض اتنا بڑا نقصان اُٹھا کے کشمیر کا راجہ صلح کی درخواست کرنے پر مجبور ہوا۔ راجہ ہال نے یہ درخواست قبول کی۔ اور کمال انسانیت و نیک نفسی کے ساتھ اپنی طرف سے بہت سے تحفے اور ہدیے اُس کے پاس بھیجے مگر کشمیر کے راجہ نے چونکہ ہندوستان کے راجہ کا پاؤن کاٹنے کی قسم کھائی تھی لہٰذا قسم اُتارنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ راجہ ہال کی ایک موم کی مورت بنوائی اور اُس مورت کا پاؤن کاٹ کے اپنا عہد پورا کیا۔ اِس کے بعد دریا (غالباً دریاے سندھ) کے راستے سے اپنے وطن کو واپس روانہ ہوا۔ لوگون نے اُسے صلاح دی کہ دریا مین طلاطم زیادہ ہے کشتیون کو کنارے سے زیادہ دور نہ لیجانا چاہیے۔ اِس صلاح کے مطابق وہ کنارے ہی کنارے چلا۔ اور جو جو آگے بڑھتا پانی کم ہوتا جاتا تھا۔ یہان تک کہ ایک مقام پر پہونچا جہان پانی بہت کم تھا۔ اور اُس کا دارالسلطنت کشمیر صرف چند ہی میل رہ گیا تھا۔ وہان اُس نے کشتی سے اُتر کے بہت سی عمارتین بنوائین۔ گانون بسائے۔ اکثر مقامات پر سند تعمیر کرائے۔ اور قرب و جوار مین شہر آباد کیے۔ یہ مقام جہان اُس نے ہمیشہ یاد رہنے والی عمارتین بنوائین اِس کا نام ساوندی ہوگیا۔ راجہ کشمیر اِن کامون مین مشغول تھا کہ کسی دشمن کے اُٹھ کھڑے ہونے کی خبر آئی۔ لہٰذا سب کام چھوڑ کے وہ کشمیر پہونچا۔ اور اُس دشمن کو مغلوب کیا۔

سندھ کی سلطنت

مدت ہاے دراز تک اُس کا راج اُس کے جانشینون مین رہا اور تمام ہندو اُس کے جانشینون کے فرمانبردار تھے۔ اِس مدت مین سندھ کے ملک مین تین بادشاہ ہوئے تھے اور غالباً یہ راجہ برہمن کے خادم سناگھد کی نسل سے تھے۔ اِس لیے کہ یہ زمانہ بہمن کی حملہ آوری سے پہلے کا ہے۔ بعد کے بیانات سے ظاہر ہوگا کہ یہ راجہ بھی برہمن سمجھے جاتے تھے۔ لہٰذا قیاس کیا جا سکتا ہے کہ سناگھ اگرچہ برہمن کا خادم تھا مگر وہ بھی ذات کا برہمن تھا۔ انھین راجاؤن کے عہد مین جبہ

کفند کا زمانہ آگیا جس نے بہادری اور شجاعت دکھا کے ساری ہندو سلطنت اور غالباً راجہ ہال کے راج کو بھی اپنے قبضے مین کر لیا تھا۔

راجہ کفند

راجہ کفند اصل مین ہندو ذات کا راجہ تھا۔ مگر ہان اُس کی رحم دلی اور معدلت پروری کی وجہ سے سب لوگ اُس کے تابع فرمان ہو گئے تھے۔ اُس نے ہندوا ور اُن کے ملک کی تعریفین کرنے مین بڑی فصاحت و بلاغت صرف کی۔ اپنی نیکیون سے ان کی اُمیدین بڑھائین۔ اور اپنی کارگزاریون سے ان کی دلدہی کی۔ وہ سکندر اعظم کا معاصر تھا۔ اُس نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر ایک برہمن سے پوچھی۔ اور غالباً اِسی تعبیر کے مطابق اُس نے سکندر اعظم کو صلح کا پیام دیا اور درخواست صلح کے ساتھ اپنی راج کنواری بیٹی ایک حاذق طبیب۔ ایک فیلسوف اور ایک شیشے کا ظرف بطور نذرانہ پیشکش کیے۔ شاہنامہ مین یہی راجہ قید ہندی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

وہ ایرانیون کو نکالتا ہے

اِسی کے زمانے مین جو برہمن ملک سندھ کا راجہ تھا اُس کی حدود پر شہریار ایران بہمن نے حملہ کیا۔ اور اس کو شکست دے کے سندھ کے اکثر بلاد پر قابض و متصرف ہو گیا۔ جا بجا آتشکدے بنوائے۔ برہمن راجہ کی اس شکست کی خبر جب ہندؤن کو پہونچی تو راجہ کفند نے مقابلے اور بیرونی لوگون کے نکال دینے کا ارادہ کیا۔ اِس غرض کے لیے اُس نے اپنے بھائی سامید کے پاس ایک آدمی بھیجا۔ اور اُسے حکم دیا کہ شکست خوردہ برہمن راجہ کو ساتھ لے کے شہر منصورہ (اُس زمانے کے بہمن آباد یا برہمن آباد) کی طرف کوچ کرے۔ اور فارسی سردار مہران کو جو بہمن کی طرف سے وہان کا صوبہ دار مقرر ہوا تھا نکال دے اور جتنے آتشکدے قائم کیے گئے ہون اُن کو کھود کے اُن کی جگہ ہندو دھرم کے مندر تعمیر کرے۔ سامید نے اپنی کمک پر ہندوستان کے راجہ ہال کو بھی بُلایا۔ جو ایک لشکر لے کے آپہونچا۔ اور دونون ہندوستانی بہادر مہران کے مقابلے کو روانہ ہوئے۔ میدان جنگ مین پہونچ کے ہندو بہادرون نے ایسی جوان مردی دکھائی کہ مہران کو ایک شہر مین قلعہ بند ہو کے جان بچانی پڑی۔ راجہ ہال اور سامید نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور تین سال تک گھیرے پڑے رہے۔ ایران کے

چالاک سردار نے جب دیکھا کہ اب لڑائی مین کوئی اُمید نہین باقی رہی تو قلعہ سے
زمین کے اندر ہی اندر ایک سُرنگ کھدوائی جو بڑی محنت سے کھود کے شہر
کیاسا تک پہونچائی گئی۔ جب یہ سُرنگ تیار ہوگئی تو اُس نے قلعہ کے بُرجون پر
لکڑیان کھڑی کرائین۔ ان پر خود رکھ دیے۔ اور کپڑون اور اسلحہ سے ایسی صنعت
بنادی کہ باہر والون کو معلوم ہوتا کوئی جان باز فوج لڑائی کو مستعد اور تیار
کھڑی ہے۔ یہ کارروائی کر کے وہ اپنی تمام فوج کے ساتھ سُرنگ مین گھسا۔ اور
بھاگ کے ترکون کے ملک (زابلستان یا موجودہ افغانستان) مین ہو رہا جنھون
نے اُسے اپنے وہان پناہ دی۔ وہ تو اِدھر چلا گیا اور یہان ہندو اسی دھوکے
مین رہے کہ قلعہ کی بیدار مغزی سے حفاظت ہو رہی ہے۔ مگر جب یہ تماشا نظر
آیا کہ کوّے قلعہ کے سپاہیون کے سرون پر آکے بیٹھتے اور اُن کے خود گراتے
ہین تو متحیّر ہوئے اب جو غور کیا تو ایرانیون کا فریب کھُلا۔ فوراً قلعہ کے پھاٹک
توڑ توڑ کے کھول لے گئے۔ اور اِس کے بعد راجہ کفند کے حکم کی پوری پوری
تعمیل ہوئی۔ سندھ مین ہندو راج کے ساتھ پھر ہندو دھرم قائم ہوا۔ الغرض
ساامید کئی سال کے بعد فتحیاب و کامران ہو کے اپنے دیس مین واپس آیا
اِس واقعہ کے بعد سکندر اعظم ہندوستان مین آیا۔ جس کا حال تیسرے باب
مین آئے گا۔

راجہ ایند

راجہ کفند کے مرنے پر اُس کا بیٹا ایند تخت نشین ہوا۔ اُس نے
تخت پر بیٹھتے ہی سندھ کی سلطنت کو چار حصّون پر تقسیم کر دیا۔ اور ہر حصّے پر
ایک جُداگانہ راجہ یا صوبہ دار مقرر کیا۔ جن مین سے ایک کا مستقر شہر اسکلند
تھا۔ دوسرے کا ارور اور اوچ بھی اِسی سے متعلق کیا گیا۔ جو تین ملک اِس کے
چچا ساامید کے قبضے مین تھے اُن پر ایک تیسرا فرمان روا مقرر ہوا۔ اور چوتھے
کو اُس نے ہندوستان کے اضلاع ندما اور لوہانہ پر متصرف کیا۔ یہ تقسیم جس وقت
ہوئی ہے اُس وقت راجہ ہال بھی دُنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔

راجہ اسل

جب راجہ ایند کی زندگی کا چراغ گل ہوا تو اُس کا بیٹا راسل باپ
کی گدّی پر بیٹھا۔ مگر تھوڑے ہی دن حکومت کرنے پایا تھا کہ ایک زبردست

دشمن اُٹھ کھڑا ہوا جس نے طاقت ور فوجوں سے حملہ کرکے راجہ راسل کو اُس کے آبائی تاج و تخت سے جُدا کر دیا۔ جب حکومت ہاتھ سے جاتی رہی تو راسل نے وطن کو بھی حسرت کے ساتھ رخصت کیا اور بھاگ کے دکھن کی طرف چلا گیا۔ اور وہین اقامت گزین ہو گیا۔ جہان معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک چھوٹے سے حصہ ملک پر حکومت کرتا تھا۔ اُس کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام رتوال اور چھوٹے کا برکمارلیس۔

راسل کے بیٹے رتوال اور برکمارلیس

راسل کے اِن دو بیٹون کی داستان عجیب وغریب ہے۔ کہتے ہین کہ کہ اُس کے مرنے کے بعد بڑے بیٹے رتوال نے باپ کی وہ باقی ماندہ سلطنت اپنے قبضے مین لی۔ اتفاقاً انھین دنون کسی راجہ کی ایک بیٹی تھی جو حُسن صورت کے ساتھ بہت بڑی دانا اور صاحب عقل مشہور تھی۔ اِس پر طرہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے لائق وفائق اور صاحب علم وفضل پنڈتون نے پیشین گوئی کی تھی کہ جو کوئی اِس لڑکی کا شوہر بنے گا سارے جگت کا راجہ ہو جائے گا۔ اِسی وجہ سے تمام ہندو راجاؤن اور راج کنورون کو اِس کے شوہر بننے کی آرزو تھی۔ مگر اِس پری جمال شاہزادی نے سوا برکمارلیس کے جو انتہا درجے کا خوب صورت اور جوان رعنا تھا اور کسی کو نہ پسند کیا۔ الغرض برکمارلیس نے بڑی آرزومندی و مقصدوری سے اِس شاہزادی کو اپنے عقد نکاح مین لیا۔ مگر جب اُسے لے کے اپنے گھر مین آیا تو بڑا بھائی اِس نئی بہو دلھن کی صورت دیکھتے ہی عاشق ہو گیا اور کہا جس طرح یہ تمھین اچھی معلوم ہوئی اسی طرح مجھے بھی بھلی معلوم ہوتی ہے اتنا کہہ کے اُس نے اُس نئی دولھن کو مع اُس کی سہیلیون اور چیریون کے کمزور بھائی سے زبردستی چھین لیا۔ برکمارلیس نے جب یہ دیکھا تو بہت پریشان ہوا مگر کیا زور چل سکتا تھا۔ آخر دل مین کہنے لگا "اِس کنواری لڑکی نے مجھے صرف میری دانائی کی وجہ سے پسند کیا تھا لہذا دانائی سے اچھی کوئی چیز نہین۔ یہ خیال آتے ہی اُس نے اپنی معشوقہ بی بی کی مفارقت کا صدمہ دل سے نکال ڈالا اور تحصیل علم کی طرف متوجہ ہو گیا۔ صاحب علم لوگون اور برہمنون سے راہ ورسم پیدا کی اور شب و روز محنت کرنے لگا۔ اور آخر اتنے بڑے درجے پہ پہونچ گیا

کہ علم و فضل مین کوئی اُس کا ہمسر نہ تھا۔

ایک باغی کا حملہ

وہ زبردست باغی جس نے اِن کے باپ کو جلاوطن کیا تھا جب سے اِس آفت روزگار اور حسین و نازنین لڑکی کی اور پھر اُس کے ساتھ دونون بھائیون کے باہمی سلوک کی خبر پہونچی تو کہنے لگا "جن لوگون کے ایسے حرکات ہون بھلا وہ اِس قابل ہین کہ ایسے مرتبے پر باقی رہین؟" یہ کہہ کے اُس نے فوج لے کے ردّال کے ملک پر حملہ کر دیا۔ بدنصیب ردّال کو شکست ہوئی۔ جو اِس چھوٹے حصۂ ملک کو بھی چھوڑ کے بھاگا۔ اور اپنے بھائیون اور اُمرا کے ساتھ کسی پہاڑ کی چوٹی پر ایک مضبوط قلعہ مین جسے اُس نے اپنے لیے نبوایا تھا جا کے سکونت پذیر ہوا۔ یہان چارون طرف پہرہ مقرر کر دیا گیا۔ اور وہ حفاظت و اطمینان سے رہنے لگا۔ مگر دشمن نے اِس قلعہ کا بھی آ کے محاصرہ کر لیا۔ اور قریب تھا کہ ردّال کے اِس ملجا و ماوی پر بھی اُس کا قبضہ ہو جائے ردّال نے اپنی کمزوری دیکھ کے صلح کا پیام بھیجا۔ جس کا جواب دشمن سے یہ ملا کہ "وہ لڑکی بھیج دو۔ اور اپنے تمام معززین کو بھی حکم دو کہ اپنی ایک ایک لڑکی نذر کرین وہ لڑکی جو تیرے پاس ہے اُس کو خود مین لون گا۔ اور تیرے سردارون کی لڑکیان اپنے سردارون کو دون گا۔ بغیر اِس شرط کے پورا ہوئے مین نہین جا سکتا۔" یہ سُن کے ردّال بہت ہی غمگین و حسرت زدہ ہو گیا۔ اور اپنے اندھے وزیر سے جس کا نام سفر تھا مشورہ طلب کیا۔ سفر نے صلاح دی کہ لڑکیان دے کے اپنی جان بچا لینی چاہیے۔ اِس وقت تو جس طرح بنے اِس بلا کو ٹالنا ہی مناسب ہے۔ پھر آیندہ زمانے مین کسی موقع پر دشمن سے آپ انتقام بھی لے سکین گے لیکن اگر ہم سب مار ڈالے گئے تو جورو بچے کس کام آئین گے؟" اِس رائے سے اور سب لوگون نے بھی اتفاق کیا۔ مگر اتفاقاً جس وقت اِس امر پر رائے زنی ہو رہی تھی برکمار کیس آ گیا۔ اور بھائی کی خدمت مین آداب شاہی بجا لا کے بولا "مین اور مہاراج دونون ایک باپ کے بیٹے ہین۔ اگر آپ اپنے معاملات سے مجھے بھی اطلاع دین گے تو جہان تک میرے امکان مین ہو گا۔ اور میری عقل کام دے گی کچھ نہ کچھ تدبیر نکالنے کی مین بھی کوشش کرون گا میری

نوعمری کا خیال نہ فرمائیے اور مجھے اپنے مشورے مین شریک کیجیے۔ رڈال نے تو اُس کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ مگر اور لوگون نے بتایا کہ وہ کس مصیبت مین مبتلا ہے جب اُسے اصلی واقعہ معلوم ہوا تو کہنے لگا اِس موقعے پر مناسب ہوگا کہ میری جان مہاراجہ کے کام آئے حکم دیجیے کہ عورتون کے سے کپڑے پنہا کے مجھے ایک لڑکی بنا دین اور اِسی طرح تمام سردارون کو بھی حکم ہو کہ اپنے اپنے نوعمر لڑکون کو اچھے اچھے زنانے کپڑے پنہا کے لڑکیان بنا دین۔ پھر ہم سب لوگ ایک ایک چھری اپنے اپنے کپڑون مین چھپا لین۔ اور ایک ایک تُرہی بھی پوشیدہ طور پر ساتھ لیتے جائین اِس طریقے سے ہم سب کو لڑکیان بلکہ دُلہنین بنا کے اور اچھی طرح بنا چُنا کے اُس کے پاس بھجوا دیجیے۔ ہم سب جب اُس کے سامنے پیش کیے جائین گے تو وہ مجھے اپنے پاس رکھے گا۔ اور اور سب کو اپنے سردارون کے حوالے کرے گا جب راجہ مجھے خلوت مین لے جائے گا اُس وقت مین موقع پا کے چھری اُس کے پیٹ مین بھونک دون گا۔ اور اِس کے ساتھ ہی تُرہی پھونکون گا تاکہ اشارہ پاتے ہی ہر لڑکا اپنے ساتھ والے کو مار ڈالے۔ اور آپ کے لشکر کو بھی تیار رہنا چاہیے۔ تاکہ تُرہیون کی آواز سُنتے ہی آپ بھی قلعہ سے نکل کر حملہ کر دین۔ اِس طرح ہم دم بھر مین تمام دشمنون کا خاتمہ کر دین گے۔

یہ تدبیر سُن کے رڈال بہت خوش ہوا۔ فوراً لڑکے لڑکیان بنا کے بھیج دیے گئے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کے سوارون مین سے ایک بھی جان بر نہ ہو سکا۔ اِس کارروائی نے راجہ رڈال کو چھوٹے بھائی برکمارکیس کے حال پر کسی قدر مہربان کر دیا تھا مگر وزیر نے خلاف باتین دل مین جما جما کے پھر اُس کا دشمن اور خون کا پیاسا بنا دیا۔ اور یہان تک نوبت پہونچی کہ برکمارکیس کو اپنے ناجہربان بھائی کے ہاتھ سے جان بچانے کی صرف یہی تدبیر بن پڑی کہ اپنے آپ کو سِڑی سودائی بنا دیا۔ اور شہر کے گلی کوچون مین آوارہ و سرگردان پھرنے لگا۔

ایک دن گرمیون کے موسم مین برکمارکیس شہر کی گلیون مین ننگے پاؤن پھر رہا تھا۔ پھرتا پھرتا بادشاہ یا بھائی کے محل کے دروازے پر آیا۔ اتفاقاً اُس وقت کوئی روکنے والا نہ تھا۔ سیدھا محل کے اندر چلا گیا۔ وہان جا کے

برکمارکیس کا حسن تدبیر

پھر بڑے بھائی کی بے مہری

آخر برکمارکیس کا تخت نشین ہونا

کیا دیکھتا ہے کہ دلربا نازنین جو حقیقت مین اُس کی بی بی تھی۔ اور اُس کا بھائی
رذال دونون سیج پر بیٹھے ہین۔ اور گنا چوس رہے ہین۔ رذال کی جب اِس پر
نظر پڑی تو خیال کیا کہ شاید اِس وقت پہرے پر کوئی نہین۔ جس سے موقع
پاکے کوئی محتاج فقیر اندر گھس آیا ہے۔ یہ خیال آنا تھا کہ ترس کھاکے ایک
گنّے کا ٹکڑا اُس کے سامنے پھینک دیا۔ فقیر (برکماریس) نے ایک گنّے کا
چھلکا اُٹھا لیا۔ اور اُسے چاقو کی طرح جھوٹ مُوٹ اِس گنّے کے ٹکڑے پر
چلانے لگا۔ رذال نے یہ دیکھ کے خیال کیا کہ یہ گنّے کو چھیلنا چاہتا ہے۔ اور
رانی سے کہا اِسے ذرا چاقو دے دو۔ رانی سیج پر سے اُٹھی اور چاقو لے جا کے
اُس کے ہاتھ مین دے دیا۔ برکماریس نے اِس سے گنّا چھیلا۔ اور چپکے
چپکے دزدیدہ نگاہی سے بھائی کو دیکھتا رہا۔ یہان تک کہ جب دیکھا اب
راجہ کے پاس سے تمام محافظین ہٹ گئے ہین یکایک جھپٹ کے دوڑا
اور چاقو رذال کی ناف مین گھسیڑ دیا۔ اور ساتھ ہی سینہ تک چاک کر ڈالا۔
اِس ایک ہی جانستان وار نے اِس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اب
برکماریس نے اُس کی لاش کو ٹانگ پکڑ کے کھینچا اور سیج کے نیچے ڈال دیا۔
پھر بھائی کی جگہ خود بیٹھ کے اُس نے وزیر اور ارکان دولت کو بلایا۔ اور
سب کے حاضر ہوتے ہی عام مبارکبادیون کے ساتھ تخت سلطنت پر
جلوہ افروز ہوا۔ بھائی کی لاش جلائی۔ اپنی بی بی پھر اپنے قبضے مین کی۔ اِس کے (اُس کی رحمدلی)
ساتھ از سرِ نو بیاہ کیا۔ اور ملک مین احکام جاری کیے۔

اِس کے بعد اِس نے وزیر کو سامنے بُلا کے کہا "مین خوب جانتا
ہون کہ تم ہی ہو جس نے میرے بھائی کو ایسی کارروائیان کرنے پر آمادہ کیا۔
میرے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ اصل مین تمھارا ہی کیا ہوا ہے۔ لیکن مین اسے
کوئی خطا نہین کہتا۔ اور نہ اِس قابل سمجھتا ہون کہ تمکو الزام دون۔ پرم ایشور ہی
کی ایسی مرضی تھی کہ مین پھر حاکم اور راجہ بنون۔ الغرض جس طرح تم بھائی کے
زمانے مین تمام کاروبار کے ذمہ دار تھے اُسی طرح اب بھی میری طرف سے
حکایت کرو"۔ وزیر سفر نے ہاتھ جوڑ کے عرض کیا "بجا ارشاد ہوا۔ مین نے

وزیر کی
عداف باطنی

جو کچھ کیا وہ آپ کے بھائی کی خوشی سے تھا۔ مجھے آپ سے کوئی دشمنی نہ تھی۔ لیکن اب مین نے
من مین ٹھان لی ہے کہ راجہ رتوال کے ساتھ ہی چتا پر بیٹھ کے زندہ جل جاؤن۔ مین
زندگی مین بھی آپ کے بھائی کے ساتھ تھا اور مرنے کے بعد بھی انھین کے ساتھ
رہون گا۔ برکمارکیس نے کہا "تم بڑے عاقل و لائق وزیر تھے۔ لہذا چاہتا ہون کہ
مرنے سے پہلے حکمرانی اور معدلت پروری پر ایک کتاب تصنیف کر دو۔ جس مین
راجہ کے فرائض کا ذکر ہو" سفر نے نئے راجہ کی یہ درخواست منظور کی اور ایک
کتاب مرتب کی جس کے نام کا عربی ترجمہ "آداب الملوک" ہے۔ جب یہ کتاب پوری
ہو گئی تو سفر نے حاضر کر کے راجہ برکمارکیس کو سنائی۔ اور اس کے بعد چتا مین
بیٹھ کے زندہ جل گیا۔ برکمارکیس کی حکومت مین روزافزون ترقی ہونے لگی۔
خوش نصیبی و اقبال نے اس کا ساتھ دیا۔ یہان تک کہ وہ سارے ہندوستان
کا راجہ ہو گیا۔ اور ہر دیس کے راجہ نے اس کے آگے سر جھکا دیا۔ [عہ]

تیسرا باب

ہندوستان پر قدیم الایام کی غیر قومونکے حملے

ہندوستان
کا ہدف سہام
ہونا۔

گو دنیا کی تمام قومین باہم لڑتی بھڑتی رہی ہین اور شاذونادر ہی ایسے ممالک
ہین جن پر غیر اقوام نے حملے نہ کیے ہون۔ مگر ہندوستان ابتدا سے آج تک ہمیشہ
بیرونی اولوالعزمون کا شکار ہی بنا رہا۔ خود آریہ لوگون کا آنا ایک ایسا زبردست حملہ تھا
جس نے ابتدائی حالت کو بالکل مٹا دیا۔ لیکن جب وہ یہان آ کے اقامت گزین ہوئے
اور رفتہ رفتہ سے ہندوستانی بنے تو اُن پر بھی باہر والون کی یورشین شروع ہو گئین
اور چونکہ سندھ ہندوستان کا سرحدی ملک تھا لہذا ہر حملہ آور کے قدمون نے پہلے
اُسی کو پامال کیا۔

اہل مصر

اِس وقت تک دنیا کی تاریخ مین سب سے پہلی متمدن اور اولوالعزم قوم اہل
مصر سمجھے گئے ہین۔ جن کا عروج حضرت مسیح سے پانچ چھ ہزار برس پیشتر ناموری اور
شہرت حاصل کرنے لگا تھا۔ چنانچہ غیر قومون مین وہی اس بات کے مدعی ہین کہ

عہ تحفۃ الکرام دیکھو تاریخ ایلیٹ۔

اُسائرس کا حملہ

ہم نے سب سے پہلے ہندوستان پر تاخت کی۔ اُن کا بادشاہ اُسائرس جسے عہدِ عتیق کے مورخین ڈیونیسیس اور بیکچس کہتے ہین اپنی فوج کو لے کے تمام درمیانی ملکون کو تاخت و تاراج کرتا ہوا سندھ تک آپہونچا۔ اور سندھ کو پامال کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ وہ خشکی کے راستے ارض سندھ مین داخل ہوا۔ اور اہل مصر کہتے ہین کہ اُس وقت تک یہان کے لوگ اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے تھے۔ نہ زراعت جانتے تھے اور نہ فنون جنگ سے واقف تھے۔ وہ مقابلے کی تاب نہ لا کے بھاگ گئے۔ اور اُسائرس لب گنگا تک فتح کرتا چلا آیا۔ اُس نے صرف مغلوب ہی نہین کیا بلکہ ہندیون کو تہذیب و شائستگی سکھائی۔ اُنہین جوتنے کی تدبیرین بتائین۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر کے علاوہ اس سرزمین مین بھی دیوتا قرار دے کے اُس کی پرستش کی گئی۔ اُس کے نام سے شہر آباد ہوئے۔ اور تین سال یہان قیام کر کے وہ واپس چلا گیا۔ چنانچہ محققین کا خیال ہے کہ مصریون کے دیوتا آئسس اور اُسائرس ہی ہین جو ہندؤن مین الیسو یا ایشور کے نام سے مشہور ہوئے۔ دُنیا مین اُس کی پرستش کا بہت رواج ہوا۔ اور اُس کے نام کی تقریبین گا بجا کے بجالائی جاتی تھین عہ۔

اہل بابل

مصریون کے رقیب اور مشرقی دُنیا پر سے قدیم سطوت فراعنہ کا اثر مٹانے والے اہل بابل تھے۔ جن کی بہادر اور اُلوالعزم ملکہ سمیرامیس کو اگلی دُنیا نے محترم دیویون مین جگہ دی ہے۔ اِس ملکہ کی مشرقی سرحد ہندوستان و سندھ کی سرحد سے ملی ہوئی تھی۔ اُس نے شوہر کے بعد جب عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ مین لی تو اکثر سرکشون اور زبردست حریفون کو تباہ و برباد کر دیا۔ لیکن ناکام رہی تو اہل ہند کے مقابلے مین عہ۔ جن سے شکست کھانے کا داغ وہ اپنے ساتھ قبر مین لے گئی۔ اُس کی نسبت قدیم مورخین کہتے ہین کہ سمیرامیس نے دریائے اٹک کے اِس پار اُترنے کا بہت کچھ سامان کیا۔

سمیرامیس کا حملہ۔

حامیانِ وطن نے یورش کی تو سمیرامیس بڑی شجاعت و جوانمردی سے لڑی۔ مگر نقصانِ عظیم اُٹھانے پر بھی دریا سے اُتر نہ سکی عہ۔ خود اُس مین اور اُس کے حریف ہندوستانی راجہ مین دست بدست لڑائی ہوئی۔ ہندوستان کا راجہ اِن دنون بڑا زبردست اور

عہ۔ ہسٹری آف پنجاب مصنفہ سید محمد لطیف صاحب۔ عہ انسائکلوپیڈیا برٹانکا۔
عہ ہسٹری آف پنجاب مصنفہ سید محمد لطیف۔

منتظم تھا۔ اُس کے سپاہی بہادر اور قلعے مضبوط تھے۔ اور یہ لوگ ہاتھیون پر سوار ہو کے لڑا کرتے تھے۔ سمیرامیس نے ہاتھیون پر رعب ڈالنے کی یہ تدبیر کی کہ بیلون کی کھالین کھنچوا کھنچوا کے اونٹون پر ڈالین اور انھین ہاتھی یا عجیب قسم کے جانور بنا دیا۔ لڑائی مین اُس کے پیدلون نے ہاتھیون پر حملہ کیا۔ مگر ناکام رہے۔ آخر سمیرامیس زخمی ہو کے ناکام و نامراد واپس روانہ ہوئی۔ اور بھاگ کے وطن پہونچی تھی کہ اپنے بیٹے کے ہاتھ سے ماری گئی۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ وہ اسی ہندوستان کی مہم مین قتل ہوئی

تبابعۂ یمن کا حملہ

عربی مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یمن کے ملوک تبابعہ مین سے بھی ایک آدھ الیسا اُولوالعزم گزرا ہے جس نے جزیرہ نماے عرب کو قطع کرکے خلیج فارس کے گرد چکر لگایا۔ اور ارض فارس کو مسخر کرتا ہوا سرزمین ہند مین آ پہونچا۔ مگر افسوس کہ تبابعہ کی تاریخ ابھی تک تاریکی مین پڑی ہوئی ہے۔ اور موجودہ عہد کے متجسسین کو موقع نہین ملا کہ یمن کے منہدم کھنڈرون۔ اور گرے پڑے پتھرون کا مطالعہ کرین اور قدیم الایام کے ان اُولوالعزم فاتحون کے متعلق کوئی راے قائم کر سکین۔

فرعون مصر سیف ستریس

تیسرا حملہ ہندوستان پر فرعون مصر سیساستریس نے کیا۔ وہ اُولوالعزمی کے جوش مین چلا تو شام سے آگے بڑھ کے ایشیاے کوچک کو قطع کرتا ہوا کوہ قاف کے نیچے پہونچا۔ اُس کے برفستان مین گھس کے اُس پار نکلا۔ اور ممالک ستادیا و تھریس کے ریگزارون سے گزر کے ہندوستان پہونچا۔ یہان دریاے اٹک سے اُتر کے آگے بڑھا۔ اور فتح و نصرت کے جھنڈے اُڑاتا ہوا وادی گنگا تک آ پہونچا۔ اس کا زمانہ حضرت مسیح سے اٹھارہ سو برس پیشتر تھا۔ جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اُس کا حملہ رامائن و مہابھارت کی معرکہ آرا لڑائیون سے پہلے ہوا یا اُن کے قریب زمانے مین ہوا

اُغاس شاہ تاتار

چوتھا حملہ تاتاریون کا بتایا جاتا ہے۔ ان لوگون کا پہلا بادشاہ جس سے اُن کی قومی تاریخ شروع ہوئی ہے اُغاس تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ تاجدار فارس کیومرث کا معاصر اور یافث بن نوح کی نسل سے تھا۔ اُس نے تبت وغیرہ پر اپنی حکومت قائم کی۔ ایرانیون کو شکست دی۔ اور ہوشنگ کے ہاتھ سے ملک خراسان کو فتح کیا پھر عراق۔ آذربائیجان اور آرمینیہ کو مغلوب کرکے اپنا خراج گزار بنایا۔ جب مغرب

ع۹ اتحاف ابناء العصر بتاریخ ملوک مصر۔

کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو اُس نے کابل وغزنین پر حملہ کیا۔ ان شہرون کے فتح کر لینے کے بعد ہندوستان کی طرف بڑھا۔ اور کشمیر کے ساتھ شمالی ہند پر بھی متصرف ہوگیا۔ اِس کا بالکل پتہ نہین چل سکتا کہ وہ سندھ یعنی مغربی ہندوستان کے کس قدر حصّے پر قابض ہوا۔ اور کتنی زمین اُس کے قبضے مین آئی۔ وہ چونکہ صرف لُوٹ مار اور تاخت وتاراج کے لیے آیا تھا۔ اور اِس ملک مین ٹھہر کے حکمرانی کرنا اُس کا مقصود نہ تھا۔ لہذا اِس سرزمین مین اُس کے آثار بھی نہین باقی رہے۔

تاتاریون کا دوسرا حملہ

پانچوان حملہ بھی تاتاریون کا تھا۔ جس کا زمانہ حضرت مسیح سے ۶۵۰ برس پیشتر ہے۔ اِن دنون میڈیا کے پہلے بادشاہ سیاکزارس کا عہد تھا۔ میڈیا والون نے اسیریا (بابل) کی شہنشاہی کو پامال کر کے اپنی سلطنت قائم کی تھی۔ تاتاری وحشی کوہ تاتار سے اُتر کے سارے ایشیا پر دریاے اٹک کے کنارون تک پھیل گئے تھے۔ مگر سیاکزارس نے اُنھین بڑے قتل وقمع کے بعد اپنی قلمرو سے نکال باہر کیا۔ آخر اُنھین مین سے بہت سے لوگ سندھ مین رہ پڑے جو جاٹ کے نام سے مشہور ہین۔ اور قدیم الایام مین یہ جاٹ لوگ دریاے سندھ کے کنارے کنارے اور نیز افغانستان مین کثرت سے آباد تھے۔ ڈاکٹر ہنٹر کہتے ہین کہ سائدین وحشی (اکثر لوگ سائدین اور تاتاریون کو ایک ہی قوم خیال کرتے ہین) جو مسیح سے ۶۲۵ برس پیشتر ایک سیلاب کی طرح ایشیا کی سرزمین مین پھیل گئے تھے۔ اُن کی ایک شاخ موجودہ حیدرآباد سندھ پر جو اُن دنون ٹبالہ کہلاتا تھا قابض ہو گئی۔ یہی لوگ ہین جو یورپ مین ہن کہلاتے ہین۔

ایران وہند

ایرانی ہندوستان کے پڑوسی تھے۔ اگر اُن کی کوئی مستند اور قدیم تاریخ موجود ہوتی تو ضمناً ہندوستان کے بھی بہت سے حالات معلوم ہوجاتے۔ مگر افسوس کہ جس طرح ہندوستانیون نے تاریخ نہین لکھی اُسی طرح ایرانیون کی بھی کوئی پُرانی تاریخ نہین موجود ہے۔ اِس بارۂ خاص مین مشرق والون کا زیادہ دارومدار شاہنامہ پر ہے۔ جس مین ایسی غیر معتبر سُنی سُنائی کہانیان لکھ دی گئی ہین کہ اُسے ہرگز تاریخ کی وقعت نہین دی جاسکتی۔ جب شاہنامے مین سعد بن ابی وقاص اور رستم فرخ زاد کی آخری معرکہ آرائی مستند ومعتبر تاریخون کے موجود ہوتے محض افواہ

شاہنامہ

لیے بنیاد واقعات کے ساتھ بیان کی گئی ہے تو اُن پُرانی باتون کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے
جو کسی اور کتاب مین نہین موجود ہین۔ تاہم چونکہ مورخین کو مجبوراً شاہنامے سے
تاریخی کام لینا پڑا ہے لہذا ہم بھی اُس کے بیان کو نقل کیے دیتے ہین۔ کہ داراے
ایران فریدون نے بھی جو حضرت مسیح سے تقریباً[۵] سنہ برس پہلے تھا مغربی ہندوستان پر
فوج کشی کی۔ اور پنجاب کو اپنے قبضے مین کر لیا۔ اِس زمانے سے سنہ ۵۲۹ ق م تک ملک
اُسی کے قبضے مین رہا یہان تک کہ کیخسرو کے مرنے سے چند روز پیشتر فارسیون کے
قبضے سے نکل گیا۔ کیخسرو کا سال وفات چونکہ سنہ ۵۲۹ ق م قرار دیا گیا ہے لہذا یہ خیال
کرنا چاہیے کہ کچھ اوپر دو صدیون تک سندھ پر ایرانیون کا قبضہ رہا۔

فریدون کا حملہ۔

مورخ زنوفن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دریاے اٹک قلمرو کیخسرو کی
مشرقی سرحد واقع ہوا تھا۔ مگر دیگر مورخین کا یہ خیال ہے کہ پورا پنجاب اُس کے قبضۂ
اختیار مین تھا۔ اور ہندوستانی لوگ فریدون کے زمانے سے اِس وقت تک برابر
خراج گزار رہے۔ افراسیاب کے عہد مین قنوج کے راجہ شنگل نے اداے خراج
سے انکار کیا۔ افراسیاب نے غضبناک ہوکے اپنے مشہور سپہ سالار پیران ولسیہ کو
چالیس ہزار سوارون کے ساتھ حملہ آوری کے لیے روانہ کیا۔ پیران کو بہادران ہند
نے شکست دی۔ اور وہ بعض پہاڑیون مین محصور ہو گیا۔ جب یہ خبر افراسیاب کو
پہونچی تو ایک لاکھ سوارون کی جمعیت سے خود آ پہونچا۔ اب کی حامیان وطن کو
شکست ہوئی۔ افراسیاب نے دور تک تعاقب کیا۔ اور بھاگتے مین بہت سے
ہندوستانیون کو مار ڈالا۔ راجہ شنگل بھاگ کے ترہت کے پہاڑون مین ہو رہا
اور جب حملہ آورون کا غصہ کم ہوا تو ایلچی بھیج کے حاضری و قدمبوسی کی اجازت چاہی
چنانچہ اُسے حاضری کی اجازت ہوئی۔ اور اُس کے بیٹے کو تاجدار زابلستان نے
باپ کی جگہ قنوج کی راجگدی پر بٹھایا۔ اور خود شنگل کو قید کرکے اپنے ساتھ
توران لے گیا۔ اور اب یہ معمول تھا کہ شنگل کا تخت نشین بیٹا رقم خراج کے
ساتھ باپ کے مصارف کے لیے بھی کافی رقم روانہ کیا کرتا تھا۔ اِس سے معلوم
ہوتا ہے کہ جب تک کیخسرو نے افراسیاب کا قلع و قمع نہین کر دیا ہے اُس وقت

کیخسرو کا عہد۔

افراسیاب کا حملہ

ع ۵ ہسٹری آف پنجاب مصنفہ سید محمد لطیف۔

تک ہندوستانی اضلاع بادشاہ زابلستان کے قبضے مین رہے۔

گشتاسپ کے بیٹے کا عہد

۵۲۱ ق م مین داراے ہستاسپس (گشتاسپ) کا بیٹا سریر آراے دولت عجم تھا۔ اُس نے حسب بیان ہیروڈوٹس یونانی ہندوستان پر ایک نیا اور نئے طریقے کا حملہ کیا۔ جہازون کا ایک بڑا بیڑا جمع کیا۔ اور اپنے افسر سائی لاکس کو اُس پر امیر البحر مقرر کرکے اِس مہم پر روانہ کیا کہ افغانیون کے علاقے سے لے کے دریاے اٹک کے دہانے تک کے ملکون کا پتہ لگائے۔ اور اِس کے بعد اُس ملک پر قبضہ کرلے۔ه

سائی لاز دریائی سفر کرکے دو سال مین منزل مقصود پر پہونچا۔ اور واپس جاکے اپنے سفر کی رپورٹ کی۔ یہ بالکل نہین ثابت ہوتا کہ اِس مہم مین لڑائی بھڑائی کی بھی نوبت آئی یا نہین۔ لیکن اِتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہ امیر البحر عجم ہندوستان سے اِتنا روپیہ وصول کرلے گیا تھا جتنا کہ تاجدار فارس کو اِن صوبہ جات سے کبھی نہین وصول ہوا تھا۔ قدیم مورخین یہ بھی بیان کرتے ہین کہ دارا کے قبضے مین جو بیس ملک تھے جن مین ہندوستان بھی تھا۔ مگر خراج مین ہندوستان سے جو رقم وصول ہوتی تھی وہ اُس کے کل محاصل کا ایک تہائی حصہ تھی۔ اور یہ کُل رقم نقد سونے مین وصول ہوتی تھی۔ه

لیکن ہندوستان کا جو حصہ اِس طریقے سے ایرانیون کے قبضے مین آیا وہ وادی اٹک کے ممالک کے ایک حصے سے زیادہ نہ تھا۔ه

نوشیروان عادل

نوشیروان جو ساسانیون مین بہت بڑا مقنن اور معدلت گستر گزرا ہے اور حضرت سرور کائنات صلعم کی ولادت باسعادت کے وقت فرمان رواے عجم تھا۔ اُس کا شاہی خطاب "بادشاہ ایران و ہند" مشہور تھا۔ اِس بات کا تو کوئی ثبوت نہین موجود ہے کہ اُس نے کبھی ہندوستان پر فوج کشی کی یا اِس سرزمین کا کوئی حصہ اُس کی قلمرو مین شامل ہوا۔ لیکن غالباً یہ لقب اختیار کرنے کا یہ سبب تھا کہ اُس کے عہد مین راجگان ہند نے کج کلاہان آل ساسان کی شہنشاہی و عظمت تسلیم کرلی تھی۔ اور اُس کی بنیاد

بہرام گور کا سفر ہند

بقول ایڈورڈ سلیون یون پڑی تھی کہ ۴۳۳ء مین ولی عہد دولت عجم بہرام گور علوم و فنون حاصل کرنے کے شوق مین بھیس بدل کے اور ایک معمولی آدمی کی وضع مین

عه انسائکلوپیڈیا برٹانکا۔ عله ہسٹری آف پنجاب۔

سه انسائکلوپیڈیا برٹانکا۔

ہندوستان آیا۔ یہاں ایک موقع پر اُس نے سپہ گری کا ایسا عجیب و غریب جوہر دکھایا کہ سب لوگ محو حیرت ہو گئے۔ یعنے اُس نے ایک ہاتھی کو اپنے زبردست تیر سے مار ڈالا اور اُس کی چابکدستی و تادر اندازی دیکھ کے قنوج کے راجہ باس دیو نے اُس کی انتہا سے زیادہ تعظیم و تکریم کی۔[۱]

راجہ گنگا

ہندوستان اور ایران کے سرحدی ممالک کے حالات گو گمنامی میں ہیں مگر پتہ چلتا ہے کہ انتہاے مشرقی علاقۂ ایران اُس زمانے میں بہت سرسبز و زرخیز تھا۔ اور مشہور تکشلا خاندان کے راجہ توچاری کے زیر حکومت تھا۔ اِس خاندان کا بانی کنشکا کابل اور سارے ہندوستان کا راجہ تھا۔ اور اُس کے سکّے سارے شمالی ہند میں پھیلے ہوئے ملتے ہیں۔ اِس سلطنت کا مرکز حکومت کشمیر تھا۔ کنشکا سے ماسبق حکمرانوں نے بعض یونانی دیوتاؤں کو اختیار کر لیا تھا۔ حضرت مسیح کے تقریباً ایک سو برس بعد یونانیوں کا اثر مشرقی ایران میں فنا ہو گیا۔ اور اُس وقت سے ہمیں ٹوچاری سکّوں پر ایرانیوں کا اثر بڑھتا نظر آتا ہے۔ اور خاصتہً ساسانیوں کے عہد میں آخر پانچویں صدی عیسوی کی ابتدا میں ٹوچاری کی قوم ہی کی ایک اور شاخ نے اِس سلطنت کو برباد کر دیا۔ اِس قوم کے جنگجو بادشاہ کی ڈو لے نے کوہستان ہندوکش سے اس پار اُتر کے ایسا حملہ کیا کہ ٹوچاری خاندان کی سلطنت بالکل فنا ہو گئی۔ اور چھوٹے یوچی کی سلطنت قائم ہوئی۔ اِس حملے کی تاریخ مختلف روایتوں پر غور کر کے سنہ ۴۳۰ع قرار دی گئی ہے۔[۲]

سکندر اعظم

عربوں سے پیشتر کسی قوم نے اگر ہندوستان کے کچھ قابل وثوق حالات بیان کیے ہیں تو وہ یونانی ہیں۔ اسکندر اعظم کے حملے نے انھیں اِس مشرقی سرزمین کے حالات سے بہت کچھ واقف کر دیا تھا۔ ہندوستان اور مغربی ممالک کے تاجرانہ تعلقات بہت قدیم زمانے سے چلے آتے تھے۔ جنھوں نے مغربی اقوام کو ہندوستان کی دولتمندی پر بہت کچھ فریفتہ کر رکھا تھا۔ لیکن اُن افسانوں کی بنیاد پر اُلو العزمی دکھانے کی اگر جرأت ہوئی تو اسکندر اعظم کو۔ چنانچہ اُس نے جب دارا سے عجم کے ساتھ سلطنت ایران کا کام تمام کر دیا تو مشرق کی طرف آگے بڑھا۔ اور افغانستان کی سرحد میں داخل ہو گیا۔

---

[۱] ہسٹری آف پنجاب

[۲] انسائکلوپیڈیا برٹانکا۔

سکندر اور تکسلا راجہ

دریاے اٹک کے اِس پار سب سے پہلے تکسلا راجاؤن کی حکومت تھی۔ اس سلطنت کا تاجدار مطیع و منقاد بن سکندر کی خدمت مین حاضر ہوا۔ تحفہ و ہدایا پیش کیے۔ اور سکندر کو اپنے اخلاق کا ایسا گرویدہ بنا لیا کہ اُس کے ہدیون سے زیادہ قیمتی اور عمدہ ہدیے سکندر نے اُس کی نذر کیے۔ پھر اسی راجہ کے ساتھ سکندر کابل سے آگے بڑھ کے دریاے اٹک کے کنارے پہونچا۔ اور حضرت مسیح سے ۳۲۷ برس پیشتر دریاے سندھ سے اُتر کے اِسی راجہ تکسلا کی قلمرو مین داخل ہوا۔ اُس کے ہمراہ ۱۳۵۰۰۰ ہزار فوج تھی جس مین کچھ دیسی فوجین بھی شامل تھین۔ اٹک کے اِس پار اُس زمانے مین تین راج تھے۔ تکسلا کا راج جس کی قلمرو اٹک اور جھیلم کے درمیان تھی۔ پھر جھیلم سے چناب تک راجہ پورس حکومت کرتا تھا اور پہاڑون یعنے کشمیر مین راجہ ابی سارلیس کا راج تھا۔ اور یہ سب راجہ مگدھ دیس کے مہاراجہ کے تابع فرمان تھے جس کا مستقر حکومت دریاے گنگا کے جنوبی کنارے پر تھا۔ اُس زبردست راجہ کا نام چندر گپت بتایا جاتا ہے[عہ]

اُن دنون ہندوستان کی حالت

سکندر کو علاقہ تکسلا مین داخل ہو کے مغربی ہند مین جو چند چھوٹی چھوٹی سلطنتین نظر آئین وہ ایک دوسرے کی حریف تھین۔ جن مین باہمی عداوت قائم تھی۔ اور کسی بیرونی حملہ آور کے روکنے اور اُس کی مزاحمت مین اتفاق کرنے کے بجاے اور اپنے پڑوسی راج کو نقصان پہونچانے کی دُھن مین بجاے اس کے کہ بیرونی حملہ آورون کو روکین اُن کا ساتھ دینے کو تیار ہو جاتی تھین۔ اسی وجہ سے

سکندر اور پورس

تکسلا کے راجہ نے سکندر کا ساتھ دیا تھا تو ضرور تھا کہ پورس مقابلہ کو آمادہ ہو جاتا چنانچہ اُس نے کوشش کی کہ سکندر کو دریاے جھیلم سے نہ اُترنے دے۔ دریا کے ایک خم کے موقع پر سکندر نے تقریباً ۱۴ میل کا چکر کھایا اور ایک دوسرے گھاٹ پر جھیلم سے اِس پار اُتر آیا۔ لڑائی ہوئی۔ پورس کے ہاتھی غنیم کی طرف ہزار بڑھائے گئے نہ بڑھے۔ بلکہ اُلٹے خود اپنی فوج کو روندتے ہوئے بھاگے۔ پورس کا بیٹا میدان جنگ مین مارا گیا۔ اور وہ خود بھی زخمی ہوا[عہ]

ہندوستانی فوج کے منتشر ہو جانے کے بعد سکندر نے اپنے عزیز دوست

عہ ہسٹری آف پنجاب۔ عہ انسائکلو پیڈیا برٹانکا۔

پورس سے سکندر کے برتاؤ

مروسے کو بھیجا کہ راجہ پورس کو جو میدان مین زخمی پڑا تھا تعظیم و تکریم کے ساتھ میرے خیمے مین اُٹھا لاؤ۔ سکندر خود جاکے عزت سے ملا۔ اور پوچھا "اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" بہادر پورس نے جواب دیا کہ "وہی جو کسی بادشاہ کو کرنا چاہیے"۔ سکندر نے کہا "یہ تو میرا کام ہے اور مین کرون گا مگر تمھاری بھی کچھ آرزو ہے؟" کہا "سب باتین پہلے ہی جواب مین موجود ہین"۔ اِن جوابون نے سکندر کے فیاض دل پر ایسا اثر کیا کہ پورس کا سچا حامی بن گیا اُسے اپنے دوستون مین شامل کیا۔ اور اُسی کا ملک اُس کو مستردنہین کیا بلکہ اور بھی بہت سا اپنا فتح کیا ہوا علاقہ اُس کو دے دیا۔عہ

سکندر نے شہر بسائے

سکندر نے اس فتح کی یادگار مین یہان دو شہر آباد کیے۔ ایک بوسے فیلا دریاے چناب کے مغربی کنارے پر جو موجودہ شہر جلال پور کے قریب واقع تھا۔ دوسرا شہر نکائیا دریاے مذکور کے مشرقی کنارے پر جس کی جگہ پر فی الحال شہر مونگ واقع ہے۔ اول الذکر شہر کا نام اُس نے اپنے گھوڑے کے نام پر رکھا تھا جو اس میدان مین مارا گیا عہ

اُن دنون اس ملک کی حالت

دریاے چناب کے اِس پار اُترنے سے پہلے سکندر نے مفتوحہ علاقہ کا ایک دورہ کیا تھا۔ اور جو کچھ معلومات اُس نے حاصل کی اُس کا اس قدر حصہ ہمین یونانی مورخون کے قلم سے معلوم ہوا ہے کہ جو ملک جھیلم اور چناب کے درمیان تھا خوب آباد تھا۔ خوش سواد اور دولتمند تھا۔ ۳۷ شہر تھے۔ جن مین سے کسی کی آبادی پانچ ہزار آدمیون سے کم نہ تھی۔ اور اُن کے علاوہ بہت سے چھوٹے چھوٹے گاؤن تھے۔ دورے کے بعد سکندر چناب کے اِدھر آیا۔ اور مذکورۂ بالا شہر نکائیا کو آباد کرکے آگے بڑھا یہ علاقہ جو چناب اور راوی کے درمیان تھا ایک دوسرے راجہ کے زیر حکومت تھا جو راجہ پورس کا ہم نام اور اُس کا حریف تھا۔ سکندر کے آنے کی خبر سُنتے ہی وہ راوی سے اُتر کے مشرقی بلاد ہندوستان مین بھاگ گیا۔ اور سکندر نے اُس کے ملک پر قبضہ کرکے اُس کا پورا علاقہ اپنے دوست پورس کو دے دیا۔ اِس کارروائی کے بعد سکندر دریاے راوی کے اِس پار آیا۔

دوسرا پورس

کتھیئی قوم

اِس علاقے مین ایک زبردست اور جنگجو قوم آباد تھی جس کا نام یونانی کتھیئی

عہ ہسٹری آف پنجاب۔

عہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔

بتاتے ہین۔ غالباً اس سے مراد موجودہ کاٹھیا قوم ہے۔ مگر بعض لوگ کہتے ہین کہ کاٹھیا سے
کھتری لوگ مراد ہین۔ ان لوگون کا دار السلطنت شہر سنگھالا تھا جس کی نسبت کہا جاتا ہے
کہ اُن دنون بڑا مضبوط شہر تھا۔ کتھئی لوگ مقابلے کے لیے پہلے ہی سے تیار ہو گئے تھے
اور ملتان اور اوچھ کے لوگ بھی سکندر سے لڑنے کے لیے ان لوگون کے ساتھ شریک
ہو گئے تھے۔ اِدھر سکندر کے جھنڈے کے نیچے راجہ پورس اپنے پانچ ہزار بہادرون
کے ساتھ موجود تھا۔ دونون لشکرون مین مقابلہ ہوا۔ اور سکندر نے محاصرہ کر کے شہر
سنگھالا کو فتح کر لیا جس کے مغلوب ہونے پر سترہ ہزار جان نثاران وطن مارے گئے
اور ستر ہزار دشمنون کے ہاتھ مین اسیر ہوئے۔ سنگھالا فتح کے بعد تباہ و منہدم کر دیا
گیا۔ اور اُس کا علاقہ بھی پورس کی قلمرو مین شامل ہوا۔ اِسی سلسلے مین دو اور شہر بھی
ویران کیے گئے جن کے رہنے والے بے رحم حملہ آورون کے خوف سے گھر چھوڑ کے
بھاگ گئے تھے۔ اور جو پانچ ہزار آدمی کسی معذوری سے نہین بھاگ سکے تھے اُنھین
یونانیون نے بڑی بے رحمی سے قتل کیا۔

بیاس کے کنارے کا ملک

دریاے بیاس کے متصل جو مُلک تھا اُس کی نسبت یونانیون کا یہ بیان ہے کہ
وہان کے لوگ حُسنِ جمال مین خاص شہرت رکھتے تھے اور حسین ہونے کے ساتھ بڑے طباع
ذہین بھی تھے۔ ان کے بعض عقلا نے قوانین بھی مدوّن کیے تھے۔ اُن کے راجہ کا نام سموتنا
تھا۔ سکندر کے ورود کی اُسے خبر پہونچی تو بے تکلف شہر کے پھاٹک کھلوا دیے۔ اور

سکندر اور سموتنا

اپنے دو نوجوان و خوش رُو بیٹون اور دیگر عمائدِ سلطنت کو ہمراہ رکاب لے کے مقدونی
حملہ آور کے استقبال کو نکلا۔ یونانی لکھتے ہین کہ جس وقت وہ سکندر اور اُس کے ہمراہیون
کو اپنے سامنے آتا نظر آیا ہے اُس کے سر پر شاہی نشان لہرا رہا تھا جس مین جواہرات
جڑے تھے۔ اور آفتاب کی روشنی مین ضو دیتے تھے۔ ارغوانی رنگ کا ایک لمبا کُرتا
زیب بر تھا جس پر کارچوبی کا سُنہرا کام تھا۔ دونون کانون مین دو بالے تھے۔ اور
اُن بالون مین نہایت ہی آبدار موتی تھے۔ اور پاؤن مین سونے کی مُرصع کھڑاوین
تھین۔ سکندر کے قریب پہونچتے ہی اُس نے اپنا شاہی علم فاتح کے قدمون کی طرف
جُھکایا۔ جسے سکندر نے اپنے ہاتھون پر لیا۔ اور خود اپنے ہاتھ سے اپنی تلوار کھول کے
اُس کی کمر مین باندھ دی۔ اِس پُرامن قلمرو مین سکندر نے اپنی فوج کو اچھی طرح

ٹھہر کے ستانے کا موقع دیا- اور اُس کے بعد دریاے بیاس کی طرف بڑھا- بیاس کے مغربی کونے پر ایک اور راجہ حکمران تھا جس کا نام دیودرس تھا- یہ بھی نذرانہ لے کے حاضر ہوا- اور اطاعت قبول کرلی-

آگے بڑھنے کا ارادہ-

سکندر کو بے انتہا شوق تھا کہ گنگا کے کنارے تک بڑھتا چلا جاے جس ملک کے عجیب وغریب حالات سُننے تھے- اور لوگون نے یقین دلایا تھا کہ نہایت ہی سرسبز شاداب اور دولتمند ہے- مگر اس کے ساتھ ہی پنجاب کے لوگون نے یونانی سپاہیون سے بیان کر دیا تھا کہ علاقۂ گنگا کے راجاؤن نے مقابلے کے بڑے بڑے سامان کیے ہین- اسّی ہزار سوار- دو لاکھ پیدل- دو ہزار رتھین- اور تین ہزار ہاتھی یونانیون کے پامال کرنے کے لیے تیار کھڑے ہین- وہان مگدھ دیس- آندرپرست- ہستناپورا اور متھرا کی سلطنتین بڑی زبردست سلطنتین ہین- اور اُن کے راجہ بڑی شان وشوکت کے راجہ ہین- اس کے علاوہ یونانیون کو یہ بھی سُنا دیا گیا کہ دریاے بیاس سے پار ہو کے بڑی کٹھن منزلین ملین گی- اور گیارہ دن تک صرف چٹ پٹ میدان اور ریگ کے لق و دق بیابان مین سفر کرنا ہوگا- پھر دریاے گنگا ملے گا جو بڑا اتھاہ اور عمیق دریا ہے-

یونانی سپاہیون کا انکار

ان وحشت ناک خبرون نے یونانی سپاہیون کے حوصلے پست کر دیے- سکندر اپنی ذات سے جفاکشی اور معرکہ آرائی کا نہایت ہی شوقین تھا مگر یونانی سپاہیون کے حوصلے ایسے پست ہو گئے تھے کہ اُس نے ہزار ہمت دلائی اور دل بڑھایا مگر کسی نے قدم آگے بڑھانے کی ہامی نہ بھری-

فتح کی یادگارین

جب اُسے معلوم ہوگیا کہ اب پلٹنا ہی ہے تو ارادہ کیا کہ اپنی فتوحات کے منتہیٰ پر کوئی یادگار قائم کر دے- چنانچہ عین اُس مقام پر جہان بیاس سے دریاے ستلج ملا ہے بارہ قربان گاہین قائم کین اور اُن مین مذہبی دیوتاؤن کے نام کی قربانیان چڑھائین- ان قربانگاہون کی وضع بالکل قلعہ کے بُرجون کی سی تھی- لیکن عظمت و شوکت مین معمولی بُرجون سے بدرجہا زیادہ بڑھی ہوئی تھین- یونانی مورخ پلوٹارک بتاتا ہے کہ اُس کے عہد تک وہ قربان گاہین موجود تھین- اور علاقۂ گنگا تک سے آ آ کے لوگ اُن پر قربانیان چڑھایا کرتے تھے- مگر فی الحال باوجود بڑی جستجوؤن کے اُن کا کہین پتہ نہ لگا-

واپسی

ان کامون سے فراغت کر کے سکندر راوی اور بیاس سے واپس اُتر کے دریاے جھیلم کے کنارے پہونچا۔ یہان وہ کشتیون کے ایک بڑے بھاری بیڑے کی تیاری کا پہلے ہی سے حکم دے گیا تھا۔ واپس آیا تو بیڑا تیار ملا ایک ارادہ ہوا کہ دریا کے بہاؤ پر جنوب کی طرف سفر کر کے بحر ہند کے ساحل تک جاے۔ اُس کے بعد ارض مغرب کا رُخ کرے۔ سب لوگ کشتیون پر سوار ہو لیے تو وہ بھی اپنی کشتی پر سوار ہوا اور اُس کے سوار ہوتے ہی حسب رواج قوم پانی کی دیویون پر قربانی چڑھائی گئی۔

اس دریائی سفر مین یہ بھی مقصود تھا کہ راستے مین جو قومین اور سلطنتین ملین بہادری دکھا کے مغلوب و مقہور کی جائین۔ اس جانب کی جن قومون نے اُس کے عظمت و جلال کا اعتراف نہین کیا اور اُس کے آگے سر اطاعت نہین جھکایا دو تھین۔ ایک ملی قوم جس سے اہل ملتان مراد تھے۔ اور دوسرے اُچھ کے لوگ۔ ملتان والے ذات کے برہمن تھے۔ مگر اس کے ساتھ بڑے بہادر اور نبرد آزما۔ سکندر نے دریاے چناب کے بائین کنارے کنارے کوچ شروع کیا ملتان والون کے کئی شہرون پر قبضہ کیا۔ اور اُن کے رہنے والے بے دریغ تہ تیغ کیے گئے۔ آگے بڑھ کے اور لوگون سے سامنا ہوا۔ اُن کے اکثر شہرون پر بڑی ہنگامہ آرائی ہوئی۔

اہل ملتان و اُچھ

پہلے شہر کے قریب پہونچتے ہی یونانیون نے کشتیون سے اُتر کے حملہ کیا۔ باشندگان شہر مین سے بہتون کو قتل کیا۔ بہت سے قید کیے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ برہمنون نے اب بھی ہمت نہین ہاری اور بڑی مردانگی سے قلعہ کی حفاظت کرنے لگے۔ اور پہلے حملے مین اُنھون نے یونانیون کو پسپا کر دیا۔ اپنی شکست دیکھ کے سکندر کو طیش آیا۔ خود فوج لے کے بڑھا۔ اور اس طرح جان پر کھیل کے حملہ آور ہوا کہ گویا کسی خطرے سے ڈرتا ہی نہ تھا۔ ایک جانباز سورما کی طرح قلعہ کی دیوار کے نیچے پہونچا۔ اور خود سکندر ہی پہلا شخص تھا جو سیڑھی لگا کے اوپر چڑھ گیا۔ اپنے سردار کی یہ سرگرمی دیکھ کے یونانی سپاہی چارون طرف سیڑھیان لگا لگا کے چڑھے اور اوپر پہونچ گئے۔ برہمنون نے جب دیکھا کہ قلعہ ہاتھ سے جاتا ہی ہے تو فوراً جان پر کھیل گئے۔ اکثرون نے قدیم دستور کے مطابق بی بی بچون کو گھر مین جمع کیا اور گھر مین آگ لگا کے زندہ جل مرے۔ ان کے علاوہ ہزارہا لوگون نے یہ کیا

ملتانیوالون پر حملہ

حملہ آورون کے داخل ہوتے ہی شہر سے نکل نکل کے ریگستان مین بھاگ گئے۔ اور
جنگلون اور دشوار گزار مقامون مین جا کے پناہ گزین ہوئے۔ شاذونادر ہی کوئی ایسا
شخص ہوگا جس نے فاتح کے آگے سر جھکایا ہو۔

ملتان کا معرکہ

اس شہر کو فتح کر کے سکندر ملّی قوم کے دار السلطنت ملتان مین پہونچا۔ یہان
گرد و نواح کے لوگ بھاگ کے پناہ گزین ہوئے تھے۔ سکندر نے ارادہ کیا کہ انھین
ایک ہی حملے مین پامال کر دے۔ اپنی فوج کے دو حصے کیے۔ ایک کا افسر خود بنا۔ اور
دوسرے حصے پر اپنے جنرل پرڈکاس کو سردار مقرر کیا۔ خود سکندر والے لشکر نے
بڑا سخت حملہ کیا اور شہر کا ایک پھاٹک لڑ جھگڑ کے کھول لیا۔ اہل شہر شہر کی طرف سے
مایوس ہوئے تو قلعہ مین پناہ گزین ہوئے۔ اور یونانیون نے محاصرہ کر لیا یہان سکندر
نے محاصرہ کرتے ہی حکم دیا کہ لوگ سب طرف سے سیڑھیان لگا لگا کے قلعہ پر چڑھ
جائین۔ اس بارے مین جیسی پھرتی سکندر چاہتا تھا فوج سے نہین ظاہر ہوئی

سکندر کی جرأت

اس پر جھنجھلا کے اُس نے ایک سپاہی سے سیڑھی چھین لی اور قلعہ کی دیوار مین
لگا کے ڈھال کی آڑ کیے ہوئے اوپر چڑھ گیا۔ اُس کے پیچھے اُس کے تین جان نثار
افسر بھی چڑھے۔ آگے خود سکندر تھا۔ قلعہ والون کو زبردستی ہٹا اور ڈھکیل کے
دیوار پر جا کھڑا ہوا۔ ساتھ ہی تینون رفقا بھی چڑھ گئے۔ ملتان کے راجہ نے سکندر کا آبدار
خود اور اُس کے چمکتے ہوئے اسلحہ دیکھے تو پہچان گیا کہ یہی سکندر ہے۔ فوراً تیر اندازون کو
جو ادھر اُدھر قلعہ کے بُرجون پر پھیلے تھے اشارہ کیا۔ اور اُنھون نے جان توڑ کے سکندر
پر یورش کی۔ سکندر کی فوج والون نے اپنے بادشاہ کو اوپر جاتے دیکھا تو سب سیڑھیان
لگا کے چڑھنے لگے۔ مگر ملتان والون نے اُن پر ایسی سخت یورش کی کہ ناکام رہے
اور مار کے نیچے گرا دیے گئے۔ خود سکندر پر جن لوگون نے ہجوم کیا تھا انھین اُس نے
مار کے ہٹا دیا۔ بعض کو مار ڈالا۔ اور بعض کو نیچے گرا دیا۔ اب سکندر نے دیکھا کہ یونانی
فوج اوپر چڑھ نہین سکی۔ اور مین تنہا دیوار پر کھڑا ہون۔ جہان سے نہ اچھی طرح

تنہا قلعہ مین کود پڑا

مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور نہ پوری طرح قدم جم سکتا ہے۔ پیچھے ہٹنا اُس کی شان کے
خلاف تھا۔ لہذا عجیب غیر معمولی شجاعت سے قلعہ کے اندر کود پڑا۔ اور ساتھ ہی
وہ تینون رفقا بھی کود پڑے۔ اب یونانی سپاہی قلعہ کے باہر بیتاب تھے اور وہ

اندر دشمنون کے نرغے مین گھرا ہوا جوہر شجاعت دکھا رہا تھا۔ گویا دل مین ٹھان لی
تھی کہ یا تو شہر کو فتح ہی کرلون گا اور یا بہادرون کی طرح لڑتا ہوا میدان جنگ مین
مارا جاؤن گا۔ دشمنون کا سردار مقابلے کو آیا۔ اور سکندر نے ایک آن کے آن
مین اُسے مار کے گرا دیا۔ اور اکیلا وہی نہین اُس کے ساتھ اُس کے بہت سے
رفقا بھی مارے گئے۔ دیر تک یہ تماشا نظر آتا رہا کہ سکندر اور اُس کے تینون افسر
دیوار کے پاس بہادرون کی طرح قدم جمائے کھڑے تھے۔ اور جو پاس آتا تھا یا مارا
جاتا تھا یا زخمی ہو کے بھاگتا تھا۔ اب اُس کی آنکھون سے شعلے نکل رہے تھے۔ اور
کسی کو قریب آنے کی جُرأت نہ ہوتی تھی۔ اتنے مین بہادر نبرد آزما ابریاس پر جو سکندر
کے برابر کھڑا لڑ رہا تھا ایک تیر پڑا۔ اور اُس نے گر کے جان دے دی۔ دوسرا
ایک گز بھر کا لمبا تیر خود سکندر کے سینے پر پڑا۔ اور لوہے کی زرہ کو توڑ کے اندر پیوست
ہو گیا۔ تاہم سکندر دل مضبوط کیے کھڑا تھا۔ بہت سا خون نکل گیا۔ ناتوانی طاری ہو گئی
اور مقابلے کا دم نہین رہا تھا۔ مگر دل مین یہ خیال آیا کہ موت کا وقت آگیا۔ اور پہلے سے
زیادہ بہادری و مستعدی سے لڑنے لگا۔ آخر طاقت نے بالکل جواب دے دیا۔ اور
وہ اپنی ڈھال کے اوپر غش کھا کے گر پڑا۔ دونون یونانی جوان مرد بہادر جو ہمراہ تھے
اُنھون نے اُسے اپنی ڈھالون کی آڑ مین لے لیا۔ اور دشمنون کی یورش کو روکنے لگے۔ وہ
خود ناتوان اور زخمون سے چور تھے مگر سکندر کی یہ حالت دیکھ کے اپنی مصیبت بھول گئے۔

سکندر زخمی ہوا

باہر یونانیون کی یہ حالت تھی کہ سکندر کے اندر چلے جانے کی وجہ سے بیتاب
تھے۔ جان توڑ توڑ کے کوششین کرتے تھے اور ناکام رہتے تھے۔ جب قلعہ پر سیڑھی لگاتے
اوپر والے گرا دیتے۔ اور اس کی نوبت ہی نہ آتی کہ کوئی اوپر تک پہونچ سکے۔ اِس کے
علاوہ دیوار پر چارون طرف فولادی گوکھرو بچھے ہوئے تھے جن کی وجہ سے کوئی اگر
تک پہونچ بھی جاتا تو دیوار پر قدم رکھنے کی جُرأت نہ ہوتی۔ آخر یونانیون نے یہ کیا کہ بازیگرون
کی طرح ایک دوسرے پر چڑھ کے اپنے آپ کو دیوار کی بلندی تک پہونچایا۔ اور جس طرح
بنا لڑبھڑ کے اور گوکھرون کو ہٹا کے اوپر چڑھ ہی گئے۔ جب دو چار جگہ لوگ اس تدبیر
سے چڑھ گئے تو پھر سب طرف سے بہادرون نے یورش کر دی۔ اوپر پہونچ کے جب
اُنھون نے دیوار کے نیچے سکندر کو پڑا ہوا اور دو رفیقون کو اُس کی حفاظت کرتے

قلعہ پر قبضہ

دیکھا تو جوش و غضب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ شور کرتے اور نعرے مارتے ہوئے نیچے کود ے۔ اور اُسے اپنے حلقے مین کر لیا۔ تھوڑی دیر مین یونانی لشکر کا بہت سا حصہ قلعہ کے اندر اُتر آیا۔ اور ملتان مین ہر طرف قتل و خونریزی کا بازار گرم ہو گیا۔ غصے مین بھرے ہوئے یونانی سپاہیون نے مغلوب اہل شہر مین شمشیر زنی شروع کی تو نہ اس کا خیال کرتے تھے کہ کون بوڑھا ہے اور کون بچہ۔ اور نہ دیکھتے تھے کہ کون مرد ہے اور کون عورت۔ جسے پایا بے دریغ تہ تیغ کیا۔ سکندر کے متعلق سارے یونانی لشکر مین تردد تھا۔ جب دشمنون سے میدان صاف ہوا تو لوگ اُسے ڈھال پر ڈال کے اُس کے خیمے مین لے گئے۔ یہ دیکھ کے کہ ہنوز زندہ ہے یونانیون کی جان مین جان آئی۔ کری ٹوڈس طبیب جو ہمراہ رکاب تھا اُس نے بڑی ہنرمندی اور ہوشیاری کے ساتھ اُس کے سینے سے تیر نکالا۔ تیر نکالنے کے بعد لوگون مین اُس کے مرنے کی خبر اُڑ گئی۔ اور لوگون مین یکایک عجیب گھبراہٹ اور پریشانی پیدا ہو گئی۔ اور یہ حال ہو گیا کہ کسی کے ہوش و حواس بجا نہ تھے۔ لیکن سکندر اب اچھا تھا۔ لوگون کی پریشانی کا حال سُنا تو خود ہی خیمے سے نکل کے سب کے سامنے آیا۔ اور اپنے جانبازون کے اطمینان کے لیے داہنا ہاتھ اُٹھا کے اُن کو سلام کیا۔ پھر گھوڑا منگوا کے اُس پر سوار ہوا۔ اور آہستہ آہستہ یونانی سپاہیون کے سامنے سے گزرا۔ اِس وقت کے جوش و خروش کی انتہا نہ تھی سب نے ایک ساتھ نعرہ ہاے مسرت بلند کیے۔ اور آس پاس کے پہاڑ اور دشت و دور اِن نعرون سے گونج اُٹھے کہ "سکندر کی عمر دراز ! " اور " فاتح ایشیا ہمیشہ تندرست و بامراد رہے ! "

ملتان والون کو جب اتنی بڑی زک مل چکی تو تلی اور اُچھ دونون قومون نے پیام اطاعت بھیجا جسے سکندر نے کمال نیک نفسی سے قبول کیا۔ اور اِس نئے فتح کی ہوئی قلمرو پر فلپ نام ایک شخص کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اُچھ والون نے پیام اطاعت کے ساتھ اپنے ایک ہزار نبرد آزما سپاہی بطور کفیل کے بھیجے تھے۔ اور پانچ سو رتھین مع گھوڑون اور ہانکنے والون کے پیشکش کی تھین۔ اُن کے اس طرز عمل سے سکندر نہایت خوش ہوا۔ اور اُن کفیلون اور رتھون کو مع جملہ ساز و سامان اور آدمیون کے اُن کے پاس واپس بھیج دیا۔

قتل عام

اُچھ والون کی اطاعت

ابھی تک سکندر کے زخم کا علاج ہو رہا تھا۔ اور اُس کے ہمراہی راوی اور چناب کے ملان پر بڑے جہازون کا ایک بیڑا تیار کر رہے تھے۔ موجودہ پنجاب کی جنوبی حد یعنے اُس جگہ جہان پانچون دریا مل گئے ہین اُس نے ایک نیا شہر آباد کیا جس کا نام اپنے نام پر اسکندریہ رکھا۔ اور اُسے جہازرانی و تجارت کا مرکز قرار دیا۔ یہان سے آگے کا سفر شروع کیا۔ اُس کے بعض افسرون نے چند اور مقامات کو مغلوب کیا۔ اور اُس کا بیڑا بڑھ کے سوگڑی کے دارالسلطنت مین پہونچا۔ جس سے موجودہ شہر بھکر مراد ہے۔ یہان کے راجہ نے فوراً اطاعت قبول کی۔ اور بہت سے ہاتھی اور قیمتی ہدیے پیش کیے۔ اِس کے صلے مین وہ بدستور اپنے ملک پر حکمران رکھا گیا۔ لیکن ہان اتنی کارروائی ضرور ہوئی کہ یونانی افسر کرائیرس کے اہتمام سے اُس کے دارالسلطنت مین ایک قلعہ تعمیر کرایا گیا تاکہ مقدونیہ کی کچھ فوج اُس پر تالبض رہا کرے۔ اصل مین سکندر کی یہ خواہش تھی کہ ترقی تجارت کی غرض سے اور نیز اپنا پولٹیکل اثر قائم رکھنے کے لیے سمندر تک دریاے اٹک کے کنارے کنارے قلعون کا ایک سلسلہ قائم ہو جاے۔ چنانچہ اِس سلسلے کو اُس نے اپنی خوشی کے مطابق تکمیل کو پہونچا دیا۔

سکندر نے اپنا بیڑا یہان سے آگے بڑھایا تو راجہ اُچھ کی سرحد مین داخل ہوا۔ راجہ نے پیشتر تو اظہار اطاعت کیا تھا۔ مگر اب معلوم ہوتا ہے اُس سے سرکشی ظاہر ہوئی۔ نہ تجدید اطاعت کی اور نہ نذرانہ پیشکش کیا۔ اِس کے پاداش مین اُن کے دو شہر لوٹ لیے گئے۔ خود راجہ سکندر کے ہاتھ مین گرفتار ہوا۔ اور قتل کر ڈالا گیا۔ اِس مہم کے بعد سکندر سنڈومانا مین داخل ہوا۔ جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ مملکت سندھ سے مُراد ہے۔ وہان کا راجہ زبردست حملہ آور کے آنے کی خبر سُنتے ہی قرب و جوار کے پہاڑون مین بھاگ گیا۔ رؤساے شہر جو موجود تھے اُنھون نے یونانیون کے پہونچنے پر شہر کے پھاٹک کھول دیے۔ اور نذرانے لے کے سکندر کے پاس حاضر ہوئے۔ اور اپنے وطن کو تاخت و تاراج سے بچا لیا۔

اس زمانے مین سکندر کو یہان ایک اور لڑائی لڑنی پڑی جس کی

شہر اسکندریہ

بھکر

سکندر کی اصلی خواہش

سکندر اُچھ مین

سندھ مین

باہمنون کی سرکوبی

وجہ ہوئی کہ برہمنون نے باہم مِل کے عہد و پیمان کیا کہ اِن بیرونی حملہ آور ون اور ملک ستانون کو اپنی پاک سرزمین سے جس طرح بنے مار کے نکال دین۔ اُن کی سازش اِس قدر پھیلی کہ بھکر کا راجہ جو سکندر کی اطاعت کر چکا تھا وہ بھی اُن کی سازش مین شریک ہو گیا سکندر نے یہ حال سُنا تو پیتھون نام اپنے ایک افسر کو اِن لوگون کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اِس یونانی سپہ سالار نے میدان مین پہونچ کے برہمنون کے لشکر کو شکست دی اُن کے بہت سے لوگون کو قتل و اسیر کیا۔ اسیرون مین بھکر کا بیوفا راجہ موسی کانس بھی تھا جو سکندر کے سامنے لایا گیا۔ اور بہت سے برہمنون کے ساتھ منظر عام مین مصلوب کر کے لٹکا دیا گیا۔

ٹپالہ کا راجہ اطاعت کرتا ہے۔

اِن باغی سرکشون کی طرف سے اطمینان کر کے سکندر آگے بڑھا اور دریائے سِندھ کے دہانے کے قریب پہونچا۔ یہان دریا ٹوٹ کے دو دھارون پر تقسیم ہو گیا ہے۔ اِس علاقے مین سب سے بڑا شہر ٹپالہ تھا۔ اور ایک چھوٹا راجہ موکرِیس نام وہان کا حکمران تھا۔ موکرِیس اطاعت کے ساتھ سکندر کے لشکر مین حاضر ہوا اپنا نشان لا کے اُس کے سامنے ڈالا۔ اور اپنے خزانے کی کُنجیان نذر کین۔ سکندر نے نشان اُسے واپس کیا۔ اُس کی حکومت بدستور قائم رکھی۔ اور عزت و حرمت کے ساتھ رخصت کیا۔ موجودہ محققین کا خیال ہے کہ ٹپالہ ہی وہ شہر ہے جو آجکل حیدر آباد سِندھ کے نام سے موسوم ہے۔

واپسی اور موت

دریائے سِندھ کے دہانے پر پہونچ کے سکندر نے ارض مغرب کی طرف واپس روانہ ہونے کا قصد کیا۔ اپنے سردار فوج نیارکس کو جدید عظیم الشان بیڑے کا سردار مقرر کر کے حکم دیا کہ ساحل کے کنارے ہی کنارے خلیج فارس کا رُخ کرے اور خود ۳۲۶ ق م مین فوج کی ایک تعداد کثیر کے ساتھ خشکی کے راستے سے مکران ہوتا ہوا مشرق کی طرف چلا۔ اور افسوس کہ اِس سفر نے اُس کی زندگی کا چراغ گُل کر دیا۔ دریائے دجلہ کے کنارے قدیم شہر بابل تک پہونچنے پایا تھا کہ بجائے وطن کے اُسے عازم عالم آخرت ہونا پڑا۔

سلیکس نکاؤر

سکندر کی وفات کے بعد جب اُس کی سلطنت کے ٹکڑے ہوئے تو سلیکس نکاؤر نے جو ارض بابل کا گورنر تھا صرف بابل ہی کو اپنا مطیع نہین بنایا بلکہ دیا

فرات سے اِس طرف کے تمام مفتوحات و مقبوضات اسکندر کو اپنے قبضے مین کر کے اپنا تابع فرمان بنا لیا۔ مگر سکندر کے واپس جاتے ہی ہندوستان کے راجاؤن کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور وہ رعایا بھی جس نے اطاعت قبول کی تھی باغی ہو گئی۔ مقدونی الاصل گورنر جسے سکندر اپنا نائب بنا کے چھوڑ گیا تھا مار ڈالا گیا۔ اور اُس کی فوج جس مین یونانی و ہندی دونون تھے یا سرکشون کے رعب مین آ کے منتشر ہو گئی یا لقمۂ نہنگ شمشیر ہوئی۔ یہ حال سکندر کو زندگی ہی مین معلوم ہو گیا تھا۔ اور اپنے مقتول گورنر کی جگہ پر اُس نے ایک نئے گورنر کو بھیجا جس کے جھنڈے کے نیچے اُس یونانی فوج نے جو کنٹنجنٹ کے طور پر مامور کی گئی تھی جوش مین آ کے بہت سے ہندوستانیون کو قتل کیا۔ حتّٰی کہ راجہ پورس کو بھی اِس گورنر نے مار ڈالا۔ اگرچہ اُس نے صدہا عذر پیش کیے۔ اپنے حقوق یاد دلائے۔ اور سکندر کی دوستی کا ثبوت دیا مگر کوئی بات کارگر نہ ہوئی۔ اور بے رحمی سے قتل کر ڈالا گیا۔

راجہ پورس کا قتل

غرض مغربی ہند مین قتل و خونریزی کا بازار گرم تھا کہ مشرقی ہند کا زبردست راجہ چندر گپت آ پہونچا۔ جس نے فی الحال ہندوستان مین ایک نئی زبردست سلطنت قائم کر لی تھی۔ چندر گپت ابتداءً ایک سیاح کی حیثیت سے وادی گنگا کے علاقے سے پنجاب مین آیا تھا۔ سکندر کو دیکھ کے دل مین اُمید پیدا ہوئی کہ وہ جب گنگا کنارے پہونچے گا تو اُس کی مدد سے مجھے اپنے ہاتھ سے گئے ہوئے اضلاع مل جائین گے۔ اور اپنے تمام حریفون کو مین پامال کر ڈالون گا۔ چنانچہ سکندر کے لشکرگاہ مین چندر روز رہا بھی۔ مگر جب سکندر واپس چلا گیا تو وہ مایوس ہو کے دوسرے تدابیر مین مشغول ہوا۔ چونکہ ہوشیار صاحب اثر اور اولوالعزم تھا۔ لہذا سکندر کے چلے جانے کے بعد اُس نے صرف اپنے کھوئے ہوئے اضلاع ہی اپنے قبضے مین نہین کیے۔ بلکہ پالی بوتھرا سے جسے آجکل پٹنہ کہتے ہین نندا خاندان کے راجا کو نکال باہر کیا اور پورا مشرقی ہندوستان اُسی کی قلمرو مین شامل ہو گیا۔ مشرق مین اپنی بنیاد مضبوط کر کے چندر گپت پنجاب کے ممالک پر چڑھ آیا۔ یونانی فوجون کو نکال باہر کیا۔ اور کل حکمرانون سے اپنی عظمت منوا لی۔

چندر گپت

سلیکس نے جب سُنا کہ چندر گپت نے سکندر اعظم کے فتوحات کا اثر

سلیکس کا حملہ

ہندوستان کی سرزمین مین بالکل مٹا دیا ہے تو ایک زبردست لشکر لے کے آیا اور دریاے اٹک سے اُتر کے چندرگپت کے علاقے پر حملے شروع کر دیے ویسی فوجون کو کسی شکستین دین۔ اور غالباً مشرقی ہند تک بڑھتا چلا جاتا ناگہان خبر آئی کہ اُس کے مرکز سلطنت بابل مین بغاوت اُٹھ کھڑی ہوئی۔ فوراً پنجاب سے پلٹ کے بابل گیا تاکہ وہان کی خطرناک بغاوت کو فرو کرے۔ تاہم چلتے وقت اُس نے ہندوستان کے راجاؤن سے صلح کر لی۔ پنجاب کے راجہ نے کوبے کے پانچسو ہاتھی اور ایک سو جنگی رتھین اُولوالعزم جانشین اسکندر کی نذر کین۔ مگر چندرگپت کی وقعت کا اس قدر اثر تھا کہ سلیکس نے اپنی بیٹی اُس کے نکاح مین دیدی

اُسکی واپسی

اور یونانی عالم مگاستھنس کو اپنے سفیر کی حیثیت سے اُس کے دربار مین چھوڑ گیا اس مگاستھنس نے یہان رہ کے اور اہل ہند کے حالات سے واقف ہو کے اپنی وہ مشہور کتاب لکھی جو ہندوستان قدیم کے حالات مین ایک زبردست سند تصور کی جاتی ہے۔

مگاستھنس

بس اس کے بعد سے یونانیون کا اثر ہندوستان پر سے روز بروز مٹتا ہی گیا گو تاجرانہ تعلقات ہندوستان اور ارض شام مین بخوبی قائم تھے مگر اُن کو پولیٹکل حیثیت سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ آخر ۲۰۶ قم مین سلیکس مذکور کا پوتا انیٹوکس جسے اہل ہند انٹیا کو یونا راجہ کہتے تھے پنجاب پر حملہ آور ہوا۔ اِدھر پنجاب مین اُن دنون چندرگپت کے پوتے اسوکا کی حکومت تھی۔ انیٹوکس کو مجادلے کی جرأت نہ ہوئی۔ لہذا صلح کر کے واپس گیا۔ مگر اُس صلح کے ذریعہ سے تاجدار مغرب کو اتنا فائدہ ضرور حاصل ہوا کہ ہندوستان مین یونانیون کا اثر چند روز کے لیے قائم رہ گیا۔

انیٹوکس کا حملہ

اس کے بعد ۱۶۵ قم مین باختر کے بادشاہ انزاڈی تس نے پنجاب پر حملہ کیا۔ اور پنجاب مین قدم رکھتے ہی جنوب کی طرف رُخ کیا تو شہر پٹیالہ (آج کل کے حیدرآباد سندھ) یا یون کہیے کہ دریاے اٹک کے دہانے تک برابر دشمنون کو شکست دیتا اور فتح کرتا چلا گیا۔ جب جنوب مین سمندر نے اُس کا راستہ روک دیا تو مشرق کی طرف جھکا اور کچھ اور گجرات پر حملہ آور ہونے کے لیے زبردست نوجکشیانہ کین۔۔ اُس کے یہ فتوحات غیر مستقل نہ تھے بلکہ اُس کے بعد بھی یہ مفتوحہ ممالک

شاہ باختر کا حملہ

اُس کی نسل کے قبضے میں رہے - چنانچہ اُس کے جانشینوں نے نین ڈر اور ایپ پولی اوڈو ٹس نے ۱۵۶ ق م تک پنجاب و سندھ پر حکومت کی - یہ یونانی و باختری حکومت سال مذکورہ میں درہم و برہم کر دی گئی - مگر اسی سلطنت سے نکلے اور اسی کے بنائے ہوئے تاجدار پہلی صدی قبل مسیح کی ابتدا تک پنجاب - وادی اٹک - اور کابل پر قابض و متصرف تھے - جس کا ثبوت اُن کے سکوں سے ملتا ہے - جو ان ممالک میں نکلتے رہتے ہیں -

متھوی ڈاٹس کا حملہ

یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ۱۲۰ ق م کے قریب زمانے میں متھوی ڈاٹس نام ایک پارتھی بادشاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا - اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۰ ق م میں سائدیا (یعنے اہل خطا) کی قوت علاقہ پنجاب پر غالب تھی -

جاٹ

چینی مورخ لکھتے ہیں کہ یوتی لوگ (جاٹ) جو مملکت چین اور تین شان (آسمان سے باتیں کرنے والے پہاڑ والی) کی بہت سی زمین پر حکومت کر رہے تھے انھیں ہن لوگوں نے کثیر التعداد خونریزیوں اور بڑی بڑی معرکہ آرائیوں کے بعد وہاں سے نکال باہر کیا - جاٹ لوگ اس طرح وہاں سے شکست کھا کے جلاوطن ہوئے تو اُن کے بڑے بڑے گروہ افغانستان اور پنجاب میں دریائے سندھ کے کنارے کنارے رہ پڑے - یہاں رہ کے اُنھوں نے چند روز میں ایسی قوت پیدا کی کہ ۸۵ ق م میں منا لوگوں کے ہاتھ سے ٹکسلا کا راج چھین لیا - چنانچہ اب اُنھیں کی قوم کے بادشاہ آئیس اور ارمی لی سس اِس پانچوں دریا والے ملک پر حکمران تھے اور ان کا زمانہ اہل خطا کا زمانہ تصور کیا جاتا ہے -

بکرماجیت

ان خطائی بادشاہوں کو آخر ہندوستان کے زبردست راجہ وکرما دتیا (بکرماجیت) نے ۵۶ ق م میں علاقہ پنجاب سے نکال باہر کیا - مگر اُس کی وفات کے بعد ہی سائدین لوگوں یعنے اہل خطا کے ایک نئے گروہ کا بڑا بھاری سیلاب آیا جس نے سارے پنجاب پر تصرف کر کے ایک نیا شاہی خاندان قائم کیا - جس کے تاجدار کدپھی سس کہلاتے تھے - جب اِن لوگوں کے زوال کی باری آئی اور یہاں رہ کے یہ بھی ہندوستانی بن گئے تو خطائیوں کا ایک نیا تازہ دم گروہ آ پہونچا جس نے ملک پر قابض و متصرف ہو کے کنیس کی بادشاہوں کے خاندان کی بنیاد ڈالی -

کدپھی سس خاندان کے راجہ

کنیس خاندان

جس کے بعد سے بظاہر ملک دونون خاندانون پر بنٹا ہوا تھا۔ کدھی سس اور کنیس کے راجاؤن کے جو سکے پنجاب بامیان اور کابل کی زمین سے برآمد ہوئے ہین اُن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خاندان پانچوین صدی عیسوی تک ممالک پنجاب پر قابض و حکمران تھے۔ ان واقعات کی کیفیت ہمین چینی سیاح فاہین کی تحریر سے جو پانچوین صدی عیسوی مین پنجاب کے پانچون دریاؤن پر سے ہو کے گزرا تھا۔ اور کوٹا واقع راجپوتانہ کے ایک مندر کے کتابے سے جو سلپورہ کے جاٹ راجہ کی یاد دہانی کرتا ہے (اور سنہ ۴۰۹ء کا ہے) معلوم ہوتی ہے۔

ابھرتالی تس

پانچوین صدی کی ابتدا مین کدھی سس خاندان کو سفید ھن یعنے ابھرتالی تس لوگون نے درہم و برہم کر دیا جو اس کامیابی کے بعد سنہ ۵۵۵ء مین ترکون کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہوئے۔

غرض عربون کی واقفیت کا زمانہ شروع ہونے سے پہلے پنجاب و سندھ کے حالات مختلف بیرونی اقوام سے جو کچھ معلوم ہو سکے اسی قدر ہین۔ ان کو ایک جگہ مرتب کر کے کوئی منضبط سلسلۂ تاریخ قائم کرنا امکان سے باہر ہے۔ خصوص ایرانیون کے بیان اور آخر الذکر واقعات کے اختلافات کو دور کر کے کوئی صحیح نتیجہ نکالنا۔ اب اس کے بعد سے وہ زمانہ شروع ہوتا ہے جس کے حالات ہمین عربی مورخون اور سیاحون سے معلوم ہوئے ہین۔ اور اب اس سرزمین کے اُس شاہی خاندان سے بحث کی جائے گی جس کو عربون نے پامال کر کے اپنی سلطنت قائم کی ہے

عہ اس باب مین تمام واقعات ہسٹری آف پنجاب مصنفہ سید عبد اللطیف و انسائکلوپیڈیا برٹانکا سے لیے گئے ہین

چوتھا باب

راے چچ کا عروج

شہر الور

چھٹی صدی عیسوی مین سندھ کا شہر الور[عہ۱] (رور) سندھ مین سب سے بڑا اور نہایت ہی آراستہ و پیراستہ شہر تھا۔ اس مین عالی شان قصر و ایوان تھے۔ اور دریاے مہران (سندھ) کے کنارے آباد تھا۔ اس شہر کا راجہ ایک زبردست تاجدار سہرس تھا

راجہ سہرس

جس کے باپ کا نام ساہسی راے تھا۔ دولت سے راجہ کا خزانہ بھرا ہوا تھا اور اُس کی عدل پروری نے ایک عالم کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا۔ اُس کی سلطنت چارون طرف دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ مشرق کی طرف راجہ کشمیر کی سرحد سے سرحد ملی تھی۔ مغرب کی طرف مکران تک۔ جنوب مین سمندر تھا۔ اور شمال کی جانب کوہستان کروان و قیقان تھے[عہ۲]

نظام مملکت

اس راجہ نے اپنی قلمرو کو چار صوبہ داریون پر تقسیم کر رکھا تھا۔ جن مین سے ایک صوبہ دار برہمن آباد مین رہتا تھا۔ اور قلعہ جات نیرون۔ دیبل۔ لوہانہ۔ لکھا اور سمتہ اُس کے علاقے مین تھے۔ دوسرے صوبہ دار کا مستقر سوستان تھا جس کے زیر حکومت بلاد بودھپور (بودھیہ) جنکان اور کوہستان روجیان (روزم) اور حدود مکران تک کا علاقہ تھا۔ تیسرا صوبہ دار قلعہ ہاے اسکلندہ اور پابیا مین رہتا تھا جو قلعہ جات تلواریہ اور چاچپور کے نامون سے مشہور تھے۔ بودھپور کے پاس کی زمین اس صوبہ دار کے زیر حکومت تھی۔ چوتھے صوبہ دار کا قیام شہر ملتان مین رہتا

عہ۱ یہ نام مختلف وضعون مین نظر آتا ہے مسعودی "الرور" لکھتا ہے۔ ابن خردازبہ "الدور" بتاتا ہے۔ اصطخری ایک جگہ "الروز" لکھتا ہے اور ایک جگہ "الرور" اشکال البلاد کا مصنف ایک جگہ "الدور" اور ایک جگہ "الرور" بتاتا ہے۔ ابن حوقل نے "روز" اور "الروز" لکھا ہے۔ اور بیرونی "دور" لکھتا ہے۔ مراصد الاطلاع مین "الرور" لکھا ہے۔ اس شہر کے کھنڈر بھکر اور خیرپور کے درمیان مین موجود ہین۔ اور "الور" کے نام سے مشہور ہین۔ (الفنسٹن ہسٹری آف انڈیا)

عہ۲ یہ حدود و حالات اور نیز جو امور بعد بیان کیے جاتے ہین اکثر چچ نامہ سے لیے گئے ہین جو عربی سے ترجمہ کیا گیا ہے اور محمد بن قاسم سے تھوڑے ہی دنون بعد کی تصنیف ہے۔

تھا اور بسکہ۔ برھما پور۔ کر تور۔ اشھار۔ اور کنبھ اس کے زیر حکومت تھے۔ اور اس کا علاقہ کشمیر کی سرحد تک چلا گیا تھا۔ خود راجہ کا مرکز سلطنت شہر آلور تھا اور بلاد کروان۔ قیقان اور نیر ہاس اُس نے خود اپنی نگرانی مین رکھے تھے۔

شاہزادے

اپنے راج کنوروں کو اُس نے فنون جنگ سے بخوبی واقف کیا تھا لڑائی کے لیے انھین ہر وقت تیار رکھتا تھا۔ اور ہر قسم کا سامان جنگ اسلحہ اور گھوڑے اُن کے لیے موجود رہتے تھے۔ کوشش کرتا کہ ملکی مہمات مین بیٹے مشق نبرد آزمائی کے لیے ہمیشہ اور ضرور شریک ہوا کرین۔ تاکید کرتا کہ وہ رعایا کو راضی رکھین۔ اور جا بجا عالی شان عمارتین تعمیر کراتا۔ سلطنت مین فتنہ جو اور باغی لوگ نہ تھے کہ جھگڑے پیدا ہون اور رعایا کے امن و امان مین خلل پڑے یہ امن و امان ایک مدت سے قائم چلا آتا تھا کہ ناگہان بادشاہ نیمروز[۱] کی فوج

ایرانیون کا حملہ

نے حملہ کیا۔ اور اُس کے لشکر نے فارس سے بڑھ کے مکران کی طرف قدم بڑھایا۔

سی ہرس کو غنیم کی چڑھائی کا حال معلوم ہوا تو آگ بگولا ہو گیا۔ اور نہایت بے پروائی و اطمینان کے ساتھ فوج لے کے آرور سے روانہ ہوا۔ دونون لشکرون مین لڑائی ہوئی تو دونون طرف کے بہادرون نے ایسی شجاعت سے کام لیا کہ دونون حریفون نے بہت نقصان اُٹھایا۔ میدان کا یہ رنگ دیکھ کے ایرانی فوج نے جان پر کھیل کے ایک سخت حملہ کیا۔ جس کی تاب سندھ کے سپاہی نہ لا سکے سب

سندھیون کی شکست

بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر خود راجہ سی ہرس اُسی طرح دشمنون کے سامنے میدان مین کھڑا جوہر شجاعت دکھاتا رہا[۲]۔ لڑائی صبح سے شروع ہوئی تھی۔ اور اب دوپہر کا وقت

راجہ مارا گیا

تھا۔ ناگہان ایک تیر پیام قضا کی طرح راجہ کے گلے پر پڑا۔ اور حلقوم کے اندر اُتر گیا۔ اُس کے گرتے ہی باقی ماندہ فوج بھی پریشان ہو کے بھاگی۔ اور ایرانیون نے ایسا تعاقب کیا کہ رات ہو جانے تک سندھیون کو رگید رگید کے قتل کرتے رہے[۳]۔

[۱] جس طرح یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ سی ہرس کا خاندان کس وقت سے حکمران تھا اور وہ خود کون اور کس خاندان کا تھا اُسی طرح یہ بھی نہین معلوم ہو سکتا کہ بادشاہ نیمروز سے کون تاجدار مُراد ہے۔ جس طرف سے حملہ ہوا اُس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ساسانی تاجدار عجم مراد ہوگا

[۲] چچ نامہ۔ [۳] تاریخ معصومی

شاہ فارس کامیابی و سرخروئی حاصل کر کے اپنے علاقہ نیمروز مین واپس آیا۔[۵]

راے ساہسی

اُدھر شکست خوردہ سندھی مضطرب و حیران اس قیامت خیز سانحے کی خبر لے کے شہر الور مین داخل ہوئے۔ راجہ ایسا ہر دلعزیز تھا کہ ہر طرف بزم ماتم مرتب ہو گئی۔ اور جب سینہ کوبی سے فرصت ہوئی تو وزرا و امرا نے مرحوم راجہ کے بیٹے راے ساہسی کو آبائی گدی پر بٹھایا۔ دربار تخت نشینی کے ساتھ ہی عیش و عشرت کے شادیانے بجنے لگے۔ اور ہر جگہ بزم طرب جمع ہو گئی۔ راے ساہسی مسند نشینی کے ایک سال بعد ملک کے دورے کو نکلا۔ جہان کوئی باغی و سرکش ملا اُس کا قلع قمع کر دیا۔ اور ہر امر مین اطمینان حاصل کر کے الور مین واپس آیا۔[۵]

اُس کا وزیر رام۔

راے ساہسی کے مصاحبون اور درباردارون مین رام نام ایک شخص تھا جو بڑا عاقل و دانا تھا۔ اُس کی فضیلت و دانائی کا اثر راجہ کی ساری قلمرو پر پڑا ہوا تھا۔ اور دربار پر وہ اس قدر حاوی تھا کہ بلا وساطت اُس کے نہ کوئی شخص راجہ کی ملازمت مین داخل ہو سکتا تھا اور نہ بے اُس کی منظوری کے برطرف کیا جاتا تھا۔ غرض معتمد اعلے یا مدار المہامی کی ذمہ داریان سب اُس کے ہاتھ مین تھین۔ اور راے ساہسی کو اُس کی لیاقت پر اس قدر بھروسا تھا کہ اُس کی راست بازی مین کبھی شک و شبہہ نہ کرتا تھا۔ چنانچہ اُسی کی بیدار مغزی پر بھروسا کر کے راجہ ہمیشہ محفل طرب مین مصروف عیش رہتا۔ اور جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو بیدار مغز وزیر رام محل مین حاضر ہو کے عرض کرتا اور بعد مشورہ احکام حاصل کرتا۔

وزیر رام ایک دن دربار کر رہا تھا۔ بڑے بڑے پنڈت اور لائق و فائق لوگ سامنے مودب بیٹھے تھے کہ ایک نہایت ہی خوشرو نوجوان حاضر دربار ہوا۔ اور چند ہی ساعت مین اُس نے فصاحت و بلاغت اور ذہانت و طباعی کا ایسا جوہر دکھایا کہ تمام حاضرین عش عش کرنے لگے۔ خود رام بھی اُس کی ہنرمندی پر فریفتہ ہو گیا

چچ کی ابتدا

اور اُس کا نام پوچھا۔ اُس نے کہا مین سیلاج پنڈت کا بیٹا ہون۔ اور میرا نام چچ ہے۔ اُس کا باپ سیلاج اُس عہد کے مشہور پنڈتون مین تھا۔ اور اکثر اہل سندھ اُس کے فضل و کمال کے معترف تھے۔ غرض رام نے چچ کو اپنی صحبت مین رکھ لیا۔ اُس کی

ستہ چچ نامہ ۔ علہ معصومی ۔ سہ چچ نامہ

اُسکی ہردلعزیزی

قابلیت کے مناسب ایک اعلےٰ عہدے پر ممتاز کر دیا۔ اور اُس کی دانشمندی کی
باتون سے فائدہ اُٹھانے لگا۔ چند ہی روز مین چچ رام کا نائب اور معتمد بن گیا۔ چچ کی
ہردل عزیزی نے چند ہی روز مین یہ حالت کر دی کہ ملک بھر مین تمام لوگ اُس کے
والہ و شیدا تھے اور گویا رآم وزیر کا نام ہی اُن کے صفحۂ دل پر سے مٹ گیا۔ یونہین
چچ کا اقبال روز افزون ترقی کرتا جاتا تھا کہ اتفاقاً وزیر رآم بیمار ہوگیا۔ اور اُس کے
صاحب فراش ہونے کے زمانے مین علاقۂ دیبل سے کوئی ضروری تحریر آئی۔ اور چونکہ
وزیر کام کرنے کے قابل نہ تھا لہذا وہ تحریر خود راجہ کے ملاحظے مین پیش کر دی گئی
راجہ حسب عادت جشن طرب مین تھا۔ اِس صحبت عیش کو چھوڑ کے آنا گران معلوم ہوا
حکم دیا کہ چچ حاضر ہو مین اُسے حکم لکھوا دون گا۔ اور رانی کو پردے مین ہو جانے کا اشارہ
کیا۔ رانی نے کہا "چچ ایک برہمن ہے اُس سے پردہ کیسا؟" چچ کی وقعت اُس کے
دل مین اِس قدر بیٹھی ہوئی تھی کہ راجہ نے اُس کی یہ تجویز بھی منظور کر لی۔ اور چچ اجازت
باریابی ہوتے ہی رانی کے سامنے آکے مودب کھڑا ہو گیا۔ اِس پہلے موقع پر اُس نے
راجہ کے احکام کی تعمیل ایسے ادب و شائستگی سے کی کہ راجہ نہایت ہی محظوظ ہوا اور
اُسے خلعت سے سرفراز فرما کے رخصت کیا۔ اور عام اجازت دے دی کہ جب
کوئی ضروری امر پیش کیا کرے بے تکلف محل مین حاضر ہو کے عرض کر دیا کرے۔

چچ کا عروج

اب رانی کے سامنے وہ آنے جانے لگا تو اُس کی صورت اور اُس کے
حرکات و سکنات کا وہی جادو جس نے پہلے وزیر رام اور خود راجہ بلکہ ساری رعایا
پر اثر کیا تھا رانی کے دل پر بھی اثر کر گیا۔ دل ہی دل مین اُس پر فریفتہ ہو گئی۔ اور
خفیہ آدمی بھیج کے تعلقات ناجائز کی خواہش کی۔ مگر چچ نے کہلا بھیجا مین برہمن ہون
اور برہمن سے ایسی کور نمکی نہین ہو سکتی۔ اِس انکار نے رانی کی آتش عشق پر اور
تیل ڈال دیا۔ وہ زیادہ گرویدہ و دلدادہ ہو گئی اور بیتابی کے ساتھ بہت دنون تک آتش
فراق مین جلتے اور تڑپتے گزری۔ یہان تک کہ راجہ ساہسی بیمار ہوا۔ بڑے بڑے
بید جمع ہوئے مگر سب علاج مین عاجز آگئے۔ جب راجہ کی حالت زیادہ غیر ہوئی

اس کی تخت نشینی کا سبب

تو رانی نے چچ کو اندر بلوایا اور کہا اب راجہ کا دم واپسین ہے۔ اگر تم اُمید دلاؤ
کہ میری آرزو بر آئے گی تو تمھارے لیے تخت نشینی کی تدبیرین کرون۔ اور اِسی پر

میرے تمھارے تعلقات کا فیصلہ ہے۔" چچ کے قدم کو اس موقع پر لغزش ہو گئی۔ چنانچہ اُس نے فوراً منظور کر لیا۔ اور ساتھ ہی رانی نے ہرکارون اور چوبدارون کو اطلاع دی کہ "کل مہاراجہ دربار کرین گے" اور اُسی وقت راجہ کی انگوٹھی اُتار کے چچ کے ہاتھ مین پنہا دی۔ پھر اُسے محل کے اندر ایک کمرے مین چھپا رکھا۔ دوسرے دن دربار کے موعودہ وقت پر جب وزرا و ارکین سلطنت حاضر ہوئے تو رانی نے اہل دربار کو اطلاع دی کہ مہاراج ضعف کی وجہ سے باہر نہین آسکتے۔ اور حکم دیتے ہین کہ مین نے چچ کو اپنا جانشین مقرر کیا جسے سند کے طور پر اپنی انگوٹھی دے دی ہے۔

اس حکم کو تمام اہل دربار نے بغیر کسی عذر کے تسلیم کر لیا۔ اور چچ کے آگے سر نیاز جھکا دیا۔ اس کے دو ہی چار روز بعد راجہ نے سفر آخرت کیا۔ مگر رانی نے قبل اس کے کہ اس خبر کو شہرت ہو چچ کو بلا کے کہا "اب تم کیا کہتے ہو؟ وقت آگیا کہ مجھے عذاب ہجران سے نجات ملے۔" چچ نے کہا "جو آپ کی مرضی ہو۔ مجھے کسی امر مین عذر نہین۔" رانی بولی "راجہ کے کوئی اولاد تو ہے نہین۔ ہان اعزا و اقارب ہین جو اپنے حقوق پیش کر کے تخت و تاج کے دعویدار ہون گے۔ اس کی تدبیر مین بہت آسانی سے کر سکتی ہون۔" یہ کہہ کے رانی نے پچاس طوق و سلاسل منگوائے۔ اور حرم سرا کی مختلف کوٹھریون مین اُنھین اس طرح بانٹ دیا کہ ہر کوٹھری مین طوق و سلاسل کا ایک جوڑ رکھوا دیا۔ اس کے بعد راجہ کے ہر ہر عزیز کو چوبدار بھیج کے بلوایا کہ "مہاراج نے آپ کو آخری وصیت کرنے کے لیے یاد کیا ہے۔" اس طرح خاندان شاہی کا ہر رکن یہ اُمید دل مین لیے ہوئے آتا کہ مین ہی ولی عہد منتخب ہون گا۔ مگر یہان آتے ہی ایک کوٹھری مین پابزنجیر کر دیا جاتا۔ اس طریقے سے چپکے ہی چپکے راجہ کے پچاس عزیز جو صاحب شوکت تھے گرفتار کر لیے گئے۔ اب صرف وہ دُور کے غیر قابل لحاظ اعزا رہ گئے جو غریب و کم حوصلہ تھے۔ اور دولت مند بھائی بندون سے حسد رکھتے تھے۔ رانی نے اُن سب کو بلا کے کہا "تمھارے سب دشمن گرفتار کر لیے گئے۔ اور تمھین موقع اور اختیار دیا جاتا ہے کہ اُن کے گھرون کو لوٹ لو۔" وہ تو پہلے ہی سے بھرے ہوئے تھے رانی کا اشارہ پاتے ہی اسیر شدہ اعزائے شاہی کے گھرون مین گھس پڑے اور جہان تک لوٹا گیا لوٹا۔ اس حالت مین جب کہ شہر مین لُٹس مچی ہوئی تھی راجہ کی

ساہسی کی وفات

چچ کی تخت نشینی

لاش جلائی گئی۔ اور اُس کے بعد چچ راج پاٹ پر بیٹھ گیا۔ اُس کی تخت نشینی کا برس مختلف واقعات کے حساب سے وہی بتایا گیا ہے جس سال کہ حضرت سرور کائنات صلعم مکہ سے ہجرت فرما کے مدینے مین تشریف لائے۔ اور سنہ ھجری شروع ہوا۔ تخت پر بیٹھ کے اُس نے سب سے پہلے رانی کو جس کا نام سوھبن دیو (دیوی) تھا اپنے عقد مین لے کے رانی بنایا۔ پھر راجہ کا خزانہ کھول کے فوج کو انعام واکرام سے سرفراز کیا۔ اور سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔

راجہ سرت کا حملہ

یہ خبر مشہور ہوئی تو شہر جے پور کا راجہ مہرت جس سے راے ساہسی سے قرابت تھی وراثت کا دعویدار ہوا۔ راجہ مہرت ایک بڑی فوج سے چڑھ آیا۔ اور جیسلمیر مین پہونچ کے راے چچ کو لکھا "تم ذات کے برہمن ہو۔ سلطنت سے تم کیا علاقہ؟ معرکۂ جنگ کے تہلکون مین ٹھہرنا تمھارا کام نہین۔ اور انھین وجوہ سے مین تمھین صلاح دیتا ہون کہ لڑائی سے باز آؤ اور کونے مین بیٹھ کے اپنے ذاتی کامون مین مشغول ہو" چچ نے یہ خط لے جا کے رانی سوھبن دیوی کے سامنے ڈال دیا۔ اور کہا "اب بتاؤ کہ اس کی کیا تدبیر کی جاے؟" رانی نے کہا "اس کی تدبیر عورتون کے پاس نہین۔ تم سے اگر سچ مچ مقابلہ نہین ہو سکتا تو لو میری ساری تم باندھ لو اور اپنے کپڑے مجھے دو کہ مرد وان کے نکلون اور دشمن سے مقابلہ کرون" انھی اس طعن آمیز تقریر پر راے چچ کو پسینہ پسینہ دیکھ کے رانی نے خود ہی اُسے سمجھانا اور اُس کا حوصلہ بڑھانا شروع کیا کہ "اب تمھارے قبضے مین بے شمار دولت

۵ برہمنون کی حکومت کا کل زمانہ ۹۳ برس بتایا جاتا ہے۔ اور چونکہ اسی سال محمد بن قاسم کے مقابلے مین راجہ داہر مارا گیا لہٰذا مورخین نے چچ کی تخت نشینی کا برس سلہ ھ قرار دے دیا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۴۰ سال چچ نے ۸ سال اُس کے وارث تخت چندر نے اور ۳۳ سال داہر نے حکومت کی۔ جس کا مجموعی زمانہ صرف ۸۱ برس ہوتا ہے۔ اسی دشواری کو دیکھ کے مسٹر ایلیٹ نے تحقیق وتنقید کے بعد یہ راے قائم کی ہے کہ چچ سلہ ھ مین تخت نشین ہوا۔
۵ اس راجہ کو میر معصوم جے پور کا مصنف تحفۃ الکرام جیتور کا اور چچ نامہ مین ایک جگہ جی تور اور دوسری جگہ جے پور لکھا ہے۔ لیکن اس مین شبہ ہے کہ یہی جیتور اور جے پور ہین یا نہ ہون۔ ورنہ ان دونون اس قسم کے بعض نام سندھ کے آس پاس بھی ملتے ہین۔

ہے اُسے نکالو۔ لوگون کو دور لاؤ۔ تم سے یہ فیاضی ظاہر ہوگی تو سب لوگ تمھارے خیرخواہ اور جان نثار ہوجائین گے۔" رانی کی اِس صلاح کے مطابق چچ نے سرداران فوج کو بُلا کے روپیہ دیا تو کل افسر اور سپاہی اُس کے جھنڈے کے نیچے لڑنے اور جان دینے پر آمادہ ہوگئے۔ اس طریقے سے فوج جمع کر کے راے چچ دشمن کے مقابلے کو روانہ ہوا۔ الور کے قرب وجوار مین جب دونون لشکرون کا سامنا ہوا تو رانا مہرت نے پیام بھیجا کہ بندگان خدا کی جانین لینے اور فوج کے کٹوانے سے کیا حاصل ہے؟ مین اور تم میدان مین نکل کے لڑلین۔ جو اپنے حریف کو مار ڈالے وہی راجہ ہے۔" چچ نے شرماشرمی یہ تجویز منظور کر لی۔ اور جان پر کھیل کے پیدل میدان رزم مین آیا۔ اُدھر سے رانا مہرت بھی پاپیادہ اپنی صفون سے نکل کے آیا۔ مگر چچ نے اپنے ایک خادم کو اشارہ کر گیا تھا کہ آہستہ آہستہ میرا گھوڑا لے کے میرے پاس آجانا۔ اب دونون راجہ اپنی فوجون سے دور تھے۔ اور لڑنے کی تیاریان کر رہے تھے کہ چچ کا گھوڑا آپہونچا۔ گھوڑے کے آتے ہی عجب پھرتی سے چچ اُس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا اور جھپٹ کے رانا مہرت پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ اسی ایک وار مین اس کا کام تمام ہوگیا۔ رانا کی فوج بھاگی۔ چچ نے تعاقب کیا۔ اور دشمنون کے بہت لوگ تہ تیغ کیے۔ اس فتح کے بعد الور مین بڑی خوشیان منائی گئین۔ بازار آراستہ کیے گئے اور ہر طرف سے مبارک سلامت کے نعرے بلند تھے۔

مہرت کا مارا جانا

اِس کے بعد راے چچ نے اپنے بھائی چندر کو ایک تحریری فرمان کے ذریعے سے دار السلطنت الور کا حکمران مقرر کیا۔ پھر اِس مضمون کا ایک فرمان نافذ کیا کہ میرا بھائی چندر میرا نائب ہے۔ اُس کا وزیر اور مشیر سلطنت بودھی من تھا جس سے اُس نے بہت سے اُمور اصول حکمرانی وجہانبانی کے متعلق دریافت کر کے ملک کی اصلی حالت پوچھی۔ بودھی من نے سرِ نیاز جھکا کے عرض کیا "ایشر مہاراج کو ہمیشہ زندہ و سلامت رکھے اور سارے سردار حضور کے تابع فرمان رہین۔ یہ ملک ہمیشہ سے ایک بہت بڑی سلطنت کی حیثیت رکھتا آیا ہے۔ اُس وقت بھی جب دو آئج کے بیٹے سی ہرس کے قبضے مین تھا۔ اور اُس وقت بھی جب ایرانیون سے شکست

وزیر بودھی من

ع ۵ معصومی۔

ہونے کے بعد راجہ ساہسی تخت نشین ہوا ہے۔ چچ وزیر بودھی من کی زبان سے یہ
مودبانہ جواب سُن کے خوش ہوا۔ اُس کی دانائی کی تعریف کی۔ پھر ہر طرف فوج جمع کرنے
کے لیے فرمان بھیجے۔ مختلف مقامات پر عاملوں سے اعانت طلب کی۔ اور ایک لشکر
جرار مرتب کرکے مشہور کیا کہ مین ہندوستان کی اُس سرحد پر جاؤنگا جدھر ترکون
کی سرحد ملی ہوئی ہے۔ نجومی پنڈتون نے ایک مبارک گھڑی مقرر کی اور اُس گھڑی
وہ فوج کو اپنے زیر علم لے کے دار السلطنت سے چل کھڑا ہوا۔ بہت سی منزلین

ملک گیری۔

طے کرکے قلعۂ پابیا پر پہونچا۔ جو دریاے بیاس کے کنارے تھا۔ پابیا کے قلعہ دار
نے باہر نکل کے مقابلہ کیا۔ لڑائی مین جب بہت خونریزی ہو چکی تو اُس نے بھاگ
کے قلعہ مین پناہ لی۔ اس فتح کے بعد راے چچ چند روز تک میدان جنگ ہی مین
خیمہ زن رہا۔ اور قلعہ کا نہایت سختی سے محاصرہ کیا۔ محصورین کو جب زیادہ سختی سے

پابیا کی فتح۔

سابقہ پڑا اور کچھ کھانے پینے کو بھی نہ رہا تو ایک رات کو جبکہ ہر طرف اندھیرا چھایا
ہوا تھا وہ سب کی غفلت مین قلعہ چھوڑ کے بھاگا اور اسکلندہ کے قلعہ مین پہونچ
کے جان بچالی۔

قلعہ اسکلندہ پابیا کے قلعہ سے بھی زیادہ مضبوط تھا۔ جب چچ کے جاسوسون
نے اطلاع دی کہ غنیم اسکلندہ کے قلعہ مین ہے تو ایک نائب کو پابیا مین چھوڑ کے
روانہ ہوا۔ اور اسکلندہ کے سامنے میدان مین خیمے ڈال دیے۔ اس قلعہ مین ایک
صاحب اثر شخص تھا جس کو اہل فوج اور معززین اپنا رہبر اور بہت بڑا صاحب راے
خیال کرتے تھے۔ چچ نے اُسے اطلاع دی کہ اگر تم پابیا کے راجہ چتیرا کو گرفتار
کر لو یا مار ڈالو تو مین اسکلندہ کا حاکم تم ہی کو تسلیم کر لون گا۔ اور قلعہ پابیا بھی تمھارے

اسکلندہ کی فتح

قبضے مین دیدیا جاے گا۔ ساتھ ہی اسی مضمون کا ایک فرمان بھی لشکر مین شائع
کر دیا۔ وہ شخص ان طمعون مین آکے راضی ہو گیا۔ کفالت کے طور پر اپنے بیٹے کو راے
چچ کی خدمت مین بھیجدیا۔ اور خود راجہ چتیرا کے دربار مین جا کے ایسی خوشامدانہ
کی باتین کین کہ اُس کا معتمد علیہ بن گیا۔ اور جلوت و خلوت مین بے روک ٹوک آنے
جانے لگا۔ آخر ایک دن موقع ہاتھ آیا تو بے تکلف اُسے مار ڈالا۔ اور سر کاٹ کے
راے چچ کے پاس بھیجدیا۔ اِس خدمت کے صلے مین راے چچ نے اُس کی

بڑی عزت کی۔ لطف و مہربانی سے پیش آیا۔ انعام واکرام سے سرفراز کیا۔ اور خود مختار والی قلعہ مقرر کر دیا۔ اِن عنایتون کا یہ نتیجہ تھا کہ اِس شخص نے کبھی زندگی بھر سرتابی نہین کی۔

اسکلندہ کی مہم سر کر کے راے چچ سکہ[ع] اور ملتان کی طرف بڑھا۔ یہان ایک سردار تھا جو راجہ ساہسی کے قرابت دارون مین تھا۔ یہ شخص ایک بڑی مملکت پر قابض تھا۔ اور اُس کی قوت و قابلیت بھی کسی سے کم نہ تھی۔ جب اُسے راے چچ کے حملے کا حال معلوم ہوا تو بڑھ کے آگے آیا۔ اور دریاے راوی کے کنارے خیمہ زن ہو گیا۔ اُس کا بھتیجا سُوہے وِل سکہ کے قلعہ پر متصرف تھا۔ جو ملتان سے مشرق جانب واقع تھا۔ یہی سُوہے وِل ایک زبردست لشکر لے کے راے چچ کے مقابلے کو آیا۔ اِدھر راے چچ دریاے بیاس کے کنارے ایک ایسے مقام پر جہان گرمیون مین دریا پایاب ہو جایا کرتا تھا ٹھہرا۔ اور تین مہینے تک پایابی کے انتظار مین پڑا رہا۔ جب وہ وقت آیا تو دریا پار ہو کے قلعۂ سکہ پر پہونچا۔ اور سُوہے وِل سے ایک لڑائی ہوئی۔ چچ کے اقبال نے سُوہے وِل کو شکست دی تو وہ قلعہ مین پناہ گزین ہو گیا۔ اور چچ کے لشکر نے محاصرہ کر لیا۔ چند ہی روز مین محصورین تاب محاصرہ نہ لا سکے۔ آخر سوہے وِل اِس قلعہ کو چھوڑ کے نکل گیا اور ملتان مین پناہ لی۔ اِس کے بعد چچ نے سکہ پر قبضہ کر لیا۔ وہان کے پانچ ہزار سپاہی قتل کیے اور بہت سی رعایا کو اسیر کر کے لونڈی غلام بنایا۔ اب ملتان پہونچ کے اِن سب لوگون نے راوی کے کنارے جہاد کیا۔ اور لڑائی کی تیاریان کین۔ (اُن دِنون راوی شہر ملتان کے گرد بہتا تھا) چچ نے امیر علاء الدولہ[ع] کو قلعۂ سکہ کا امیر مقرر کیا اور خود ملتان کی راہ لی۔

سکہ کی فتح۔

ملتان پر حملہ۔

ملتان مین اگرچہ بجہرا نے زبردست لشکر اور ہاتھیون کی صفون کو ساتھ

ع سکہ سے غالباً شہر سکھر مراد ہوگا۔

ع چچ نامہ کے مصنف کا یہ لکھنا کہ چچ نے علاء الدولہ نام ایک شخص کو حاکم مقرر کیا حیرت انگیز ہے۔ غالباً یہ کوئی ہندو نام ہے جو عربی خراد پر چڑھ کے علاء الدولہ بن گیا۔ ورنہ اُس عہد مین اس قسم کے نام کا ہونا تو اور بات ہے یہان کوئی شاید اسلام کے نام سے بھی واقف نہ ہوگا۔

لے کے مقابلہ کیا۔ مگر اس کو کیا کرتا کہ چچ کا کوکب اقبال بلندی پر تھا۔ انجام یہی ہوا کہ شکست کھا کے قلعہ مین محصور ہو گیا۔ مگر محصوری کے ساتھ ہی راجہ کشمیر کو خط لکھا کہ "ایک برہمن آکر یہ قابض ہو کے دولت سندھ کا تاجدار بن گیا ہے۔ مجھ مین مقابلے کی طاقت نہین۔ اور نہ کوئی اور سردار اس وقت تک اُس سے تاب مقاومت لا سکا ہے۔ اب اُسی برہمن چچ نے آکے ملتان کا بھی محاصرہ کر لیا ہے لہذا آپ ہی مدد کیجیے گا تو یہ آفت دور ہوگی ورنہ خیریت نہین"۔ بجہرا کی بدنصیبی سے اسی زمانے مین راجہ کشمیر نے سفر آخرت کیا تھا۔ نابالغ بچہ اُس کے تخت پر بٹھایا گیا تھا۔ اور باغی و سرکش اطراف و جوانب مین یورشین کر رہے تھے۔ یہ خط پہونچا تو وزرا نے جمع ہو کے یہ راے قائم کی کہ "اس زمانے مین جب کہ خود اپنے ملک کا سنبھالنا مشکل ہے ہم کسی قسم کی کمک نہین دے سکتے"۔

اُس کی فتح

اس مضمون کا خط جب دربار کشمیر سے بجہرا کو ملا تو مایوس ہو کے اُس نے چچ کے پاس پیام بھیجا کہ اگر یہ اُمید ہو کہ مین اپنے ہمراہیون اور جملہ متعلقین کے ساتھ یہان سے نکل جانے دیا جاؤن گا اور تاوقتیکہ کوئی محفوظ جاے پناہ نہ ملے نہ چھیڑا جاؤن گا تو مین قلعہ خالی کر دینے پر راضی ہون۔ چچ نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ بجہرا اپنے متعلقین کو لے کے چلا گیا۔ اور چچ کامرانی و مسرت کے ساتھ ملتان مین داخل ہوا۔ اور یہ صوبہ پھر اُس کی قلمرو مین داخل ہوا۔ چچ نے مندر مین جا کے دیوتاؤن کے آگے سر ارادت جھکایا۔ نذرانے چڑھائے۔ ایک ٹھاکر کو والی شہر مقرر کیا اور آگے بڑھنے کی تیاریان کین۔ بجہرا کے مغلوب اور ملتان کے فتح ہونے سے چچ کی ایسی دھاک بیٹھ گئی کہ سرکشون کے حوصلے پست ہو گئے۔ برہما پور۔ کرور اور اشاہار کے حکمرانون نے سر اطاعت جھکا دیا۔ اب وہ آگے بڑھ کے حدود کنبا اور کشمیر کی طرف چلا راستے مین کسی راجہ نے مزاحمت نہین کی۔ جہان پہونچا لوگ مطیع و منقاد ملے۔ آخر جاتے جاتے شاکلہا کے قلعہ پر پہونچا جو کنبا کے نام سے مشہور تھا۔ اور ہندوستان کی سرحد پر واقع تھا

چچ اور آگے بڑھتا ہے

یہان ایک مہینہ تک پڑاؤ ڈالے پڑا رہا۔ گرد و نواح کے بعض سردارون کو بدخواہی و سرکشی کے جرم مین سزائین دین۔ اور اپنے جھنڈے کے نیچے ایک بڑی بھاری فوج جمع کر لی۔ پھر اس علاقے کے سردارون اور عمائد سے معاہدے کیے۔ اپنی سلطنت کی

بنیا مضبوط کی)۔ اور ایک چشمے کے کنارے پر جو پنجاب[۱] کہلاتا تھا اپنی قلمرو اور مملکت کشمیر کے درمیان مین سرحد قائم کرنے کے لیے دو بڑے درخت نصب کرائے۔ اور اتنے زمانے تک وہین ٹھہرا رہا۔ کہ وہ دونون درخت بڑھے اور اُن دونون کی شاخین ایک دوسرے سے مل گئین۔

سرحد سندھ و کشمیر

کشمیر کی طرف اپنی سرحد قائم کر کے چچ دار السلطنت اُلور مین واپس آیا۔ اور گزشتہ سفر کی تھکن مٹانے کے لیے ایک سال تک وہین مقیم رہا۔ اس زمانے مین فوج اور سامان رسد بھی بخوبی فراہم کر لیا گیا تھا۔ گھر کی عشرتون کا پورا لطف اُٹھانے کے بعد پھر اُلوالعزمی نے پہلو مین گدگدایا۔ وزیر پر یہ منشا ظاہر کیا کہ کشمیر کی جانب تو سرحد تک پورا انتظام ہو گیا۔ اور کسی کو سرکشی و سرتابی کی مجال نہین ہو سکتی۔ اب میرا ارادہ ہے کہ مغرب و جنوب جانب توجہ کرون" وزیر نے بادشاہ کی بلند حوصلگی و مستعدی کی تعریف کی اور کہا "بے شک اُدھر کے لوگ کہتے ہون گے کہ راے ساہسی کے زمانے سے آج تک ایسی بے پروائی ہے کہ کسی نے ہم سے خراج بھی نہین وصول کیا۔" غرض وزیر سے مشورہ لیتے ہی قلعجات سیوستان اور بودا پور کی طرف کوچ کیا۔ سیوستان مین متّا نام ایک حاکم تھا۔ چچ دریاے سندھ سے اُتر کے بُدھیا کی طرف روانہ ہوا۔ جہان کا حاکم کھنبد رگو بھاگو نام کسی نامور شخص کا پوتا تھا۔ اور شہر ناناراج اُس کا مستقر حکومت تھا۔ جسے وہان کے لوگ سوتیس کہتے تھے۔ چچ نے سوتیس کے قلعہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ اور وہان کے حاکم کی طرف سے کاکا کا بیٹا کبا حاضر خدمت ہو کے معذرت خواہ ہوا۔ اِن لوگون نے خراج ادا کرتے رہنے کا عہد و پیمان کیا۔ اور راجہ چچ کی اطاعت قبول کی۔

اُلور مین واپسی

جنوب و مغرب کا دورہ

یہ مہم سر کر کے راجہ چچ سیوستان پہونچا۔ سردار متّا ڈرتا ہوا مقابلے کو نکلا۔ لڑا شکست کھا کے بھاگا۔ اور قلعہ مین متحصن ہو گیا۔ چچ نے محاصرہ کیا تو اہل قلعہ کے ایک ہی ہفتے مین حواس بگڑ گئے۔ اور امان کے خواستگار ہوئے۔ آخر اطاعت و حوالگی قلعہ کے شرائط طے ہوئے۔ اور اہل قلعہ قلعہ کی کنجیان چچ کے افسرون کے

سیوستان

[۱] یہان پنجاب سے مراد دریاے جھیلم کا سرچشمہ ہے جہان پانچ سوتے جدا جدا نکل کے ایک مین مل گئے ہین۔

ہاتھ مین دے کے چلے گئے۔ پناہ دینے کے بعد راے چچ اُن سے بہ مہربانی پیش آیا۔ اُسی کو یہان کا بادشاہ بنایا۔ اور اپنے ایک افسر کو بھی مقرر کیا تاکہ اُس کے طرز عمل کی نگرانی کرتا رہے۔ راے چچ چند روز تک یہین خیمہ زن رہا۔ اور نظم و نسق سلطنت کے متعلق اُس نے یہان بہت سے احکام جاری کیے۔

برہمن آباد کا انتظام

اِس مہم کے ختم ہونے کے بعد اُس نے برہمن آباد کے حاکم اکھم لوہانا کی طرف توجہ کی۔ اتفاقاً فوج والون نے ایک نامہ بر کو گرفتار کیا جو اکھم کا ایک خط والی سیوستان متا کے نام لیے جاتا تھا جس سے اُس نے راجہ تسلیم کرکے روابط اتحاد کے قائم رکھنے اور مضبوط کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اور اجازت دی تھی کہ میرے علاقے مین آپ کا جہان جی چاہے رہین۔" اور سیاق عبارت ظاہر کرتا تھا کہ اکھم اپنے آپ کو خاندانی راجہ اور مستقل بادشاہ تصوّر کرتا ہے۔ اُس کے اس خط سے متا تو کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکا بلکہ وہ اِس سرزمین کو خیرباد کہہ کے ہندوستان کے ایک راجہ کے دربار مین چلا گیا۔

اکھم لوہانا کے نام چچ کا خط

جس کا نام بھٹی تھا۔ مگر یہ خط دیکھتے ہی راے چچ نے اکھم لوہانا کو خط لکھا کہ "تم اپنی شان و شوکت اور خاندانی نسب کے لحاظ سے بادشاہ ہونے کے دعویدار ہو۔ مجھے یہ سلطنت۔ دولت۔ خزانہ۔ عزت۔ اور قوت ورثہ آبائی مین نہین بلکہ ایشور کی مہربانی سے ملی ہین۔ اُس نے سلائج پر کرم کیا اور مجھے یہ دولت و حشمت عطا کی۔ اِس سبب سے مین ہر حال مین اُسی کی مدد پر بھروسا کرتا ہون۔ اُس کی اعانت سے مین سب لڑائیون مین کامیاب ہوا۔ اور دشمنون پر فتح پائی۔ مگر تمھین چونکہ ایشور کے سوا اپنے خاندان اور اپنی قوت پر بھروسا ہے اِس لیے اِن سب چیزون کو یقیناً کھو بیٹھو گے۔ اور اسی بنا پر مین تمھاری جان لینا جائز سمجھتا ہون۔"

لڑائی اور چچ کی فتح

آگے آگے یہ خط بھیجا اور اُس کے پیچھے خود روانہ ہوا۔ برہمن آباد کے قریب معرکہ دار و گیر گرم ہوا۔ اور بہت سی قیمتی جانین ضائع ہونے کے بعد اکھم لوہانا کی فوج پسپا ہونے لگی۔ تب وہ بھاگ کے برہمن آباد مین پناہ گزین ہوا۔ اور چچ اُسے ایک سال تک گھیرے پڑا رہا۔ محصور ہو کے اکھم نے ہندوستان کے راجہ ستیبان سے جو راسل کا بیٹا تھا مدد مانگی۔ مگر اُس خط کا جواب آنے سے پہلے اکھم مر چکا تھا۔

اُن دنون بُدھ نو وھار نام اس قرب مین مذہب بودھ کا ایک عالی شان مندر تھا۔ جس مین بُدھ رکو نام ایک بڑا عابد و زاہد جو مذہب بودھ کا پیرو تھا رہتا تھا۔ یہ شخص بڑا مرتاض تھا۔ قرب و جوار کے لوگون مین مشہور تھا۔ اور لوگ اُس کی زیارت اور اُس کے حکم پر چلنے کو ثواب خیال کرتے تھے۔ یہی زاہد اکھم لوہانا کا گرو تھا

بدھ رکو تپسی

اکھم لوہانا جب قلعہ برہمن آباد مین محصور رہا تو اس پنڈت نے اُس کے لیے جاپ شروع کی۔ اور اپنے اعمال سے کام لینے لگا۔ لیکن اسی دوران مین جب اکھم مرگیا اور اُس کا بیٹا اُس کا جانشین ہوا تو اس مرتاض عابد کو بڑا صدمہ ہوا۔ اور صدمے کے ساتھ اُس کے دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ معلوم ہوتا ہے ایشور ہی راے چچ کی مدد پر ہے۔ پھر اپنے الہامات سے کام لیا تو یقین ہو گیا کہ بے شک سارے ملک اور دولت پر راے چچ قابض ہو جاے گا۔ اس خلاف آرزو نتیجہ سے ملول ہو کے وہ اب خاموش ہو رہا۔ اُس کا خموشی اختیار کرنا تھا کہ متوفی راجہ کا بیٹا مغلوب ہو گیا کیونکہ ساری فوج لڑائی سے دست بردار ہو گئی تھی۔ اور برہمن آباد کے برجون پر چچ کا جھنڈا بلند ہو گیا۔

راے چچ کو اثناے محاصرہ مین جب یہ حال معلوم ہوا کہ اُس پنڈت نے اکھم اور اُس کے بیٹے کی تائید کی۔ اور یہ لڑائی اُسی کے عملون اور اُس کی روحانی تائیدون سے ایک سال تک قائم رہی تو قسم کھا گیا کہ قلعہ پر قبضہ کرتے ہی اس عابد شخص کو گرفتار کرون گا۔ اور اُس کی کھال کھنچوا لون گا۔ اسی قدر نہین بلکہ اُس کی کھال کے نقارے منڈھوا دُون گا۔ اور لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے جائین گے۔

چچ کی اُس پر برہمی

چچ کی یہ قسم سُن کے وہ زاہد مرتاض ہنسا اور کہا "یہ بات تو اُس کی قدرت سے باہر ہے۔"

بہر حال چچ نے برہمن آباد کو فتح کر کے مغلوب اور شکست خوردہ فریق کے ساتھ لطف و کرم کا برتاؤ کیا۔ اکھم کا بیٹا سرہند مع تمام متعلقین کے خود اُس کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور چچ نے اُنھین وہین رہنے کی اجازت دی۔ چند روز مین سرہند کی مان کو اپنے نکاح مین لیا۔ اور اپنے بھتیجے کی بیٹی دھرسیا اُس نئے عقد مین دے دی۔ اور خود سرہند کے نئے آرزو دہندہ گون کی طرح اُسے رنگین کپڑے پہنا کے

اکھم کے ورثہ سے اچھا سلوک

دولھا بنایا۔ پھر ایک سال تک خوشی کے ساتھ اُسی شہر مین اقامت گزین اور تحصیل وصول کے انتظامات مین مشغول رہا۔ اتنے دنون تک بھلاوے مین ڈالنے کے بعد لوگون سے پوچھا کہ وہ بڑا منتر کرنے والا پنڈت کہان ہے؟ رؤساے شہر نے بتایا کہ وہ نودہار کے مندر کا متولی ہے۔ اور وہان کے کل راہبون اور عبادت گزارون کا سرگروہ ہے۔ ان لوگون کو غالباً راے چچ کا منشا بھی معلوم ہو گیا تھا اِس لیے اُنھون نے اُس پنڈت کی بزرگی وعظمت ظاہر کرنے مین بعض امور ایسے بھی بیان کیے جو اُس زمانے کے ایک دیندار راجہ کے ڈرا دینے کے لیے کافی تھے۔ چنانچہ اُنھون نے یہ بھی ظاہر کیا کہ اُس کے منترون کا زور اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ ایک عالم کو اپنا مطیع و منقاد بنا لیا ہے۔ اپنے تمام حوائج ضروری کو صرف منترون کے ذریعہ سے فراہم کر لیا کرتا ہے۔ مگر چچ کے دل پر ان باتون کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اُس نے ظاہر مین تو اپنے ارادے کو چھپایا مگر دل مین اپنی قسم پوری کرنے پر آمادہ تھا۔

بدھ رکو کے قتل کا ارادہ

چنانچہ ایک روز چند خاص اور معتمد علیہ جوانون کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کے بُدھ اور کندھار کی طرف روانہ ہوا۔ اور چپکے سے اپنے مسلح جوانون کو سکھا دیا کہ مین اُس تپسی برہمن سے ملون گا۔ اُس سے مل کے اور باتین کر کے جب اُٹھ کھڑا ہوں اور تمھاری طرف نظر اُٹھا کے دیکھون تو تم فوراً تلوارین کھینچ کے جھپٹ پڑنا اور بلا تامل اُس کا سر اُڑا دینا۔ یہ سکھا پڑھا کے مندر کے اندر گیا۔ اور دیکھا کہ وہ تپسی ایک چوکی پر بیٹھا ہوا پوجے مین مشغول ہے۔ گُندھی ہوئی مٹی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ اور ہاتھ مین ایک سانچا سا ہے۔ جس کے ذریعے سے وہ دیوتا کی مُورتین ڈھال ڈھال کے ایک پہلو پر رکھتا جاتا ہے۔ راے چچ اُس کے پاس جا کے کھڑا ہو گیا۔ مگر اُس نے اِس زبردست فاتح اور صاحب جبروت راجا کی طرف آنکھ اُٹھا کے بھی نہ دیکھا۔ تپسی کو جب مورتون کے بنانے سے فراغت ہوئی تو سر اُٹھا کے راجہ کی طرف دیکھا اور بے پروائی سے کہا ”کیا بھکاری سلائج کا بیٹا آیا ہے؟“ راجہ بولا ”جی ہان“ پوچھا ”کیون؟“ عرض کیا ”آپ کے درشن۔ آیا“ تب پوجاری نے ایک اچھا کپڑا بچھا دیا اور کہا ”بیٹھیے“، راے چچ بیٹھ چکا

تو اُس سے برہمن آباد مین جا کے رہنے سلطنت کے حال پر مہربانی کرنے۔ اور اکھم کے
بیٹے سرنید کی اعانت کرنے کی درخواست کی۔ یہ پوجاری سمانی (بڈھا) کے اصول
کا پیرو تھا۔ یعنے مذہب بودھ کا پابند تھا۔ راجہ کی درخواست سُن کے کہا "مین
تمھاری دُنیا سے کوئی علاقہ نہین رکھتا۔ اور نہ انسانون کے دُنیوی کامون مین پڑنا
چاہتا ہون۔ میرے نزدیک بُدھا کی سیوا کرنا۔ اور نجات آخرت کی دُھن مین لگا
رہنا دُنیا کے تمام عہدون اور اُس کی کل ترقیون سے افضل و اعلے ہے۔ باوجود
اس کے چونکہ تو ملک کا راجہ ہے مجھے تیرا حکم ماننے مین عذر نہین۔ سب ساتھ والون
اور متعلقین کو لے کے تیرے ہمراہ چلتا ہون۔ تیرے قلعہ کے قرب وجوار مین ہونگا
مگر مجھے اندیشہ ہے کہ تیرے قلعہ والے جو مذہب بودھ کے خلاف ہین میرے
آنے کو ناپسند کرین گے۔ اور اُن کی وجہ سے جھگڑے فساد پیدا ہون گے"
چچ نے کہا آپ کا مذہب ٹھیک ہے۔ مین اُس کے خلاف نہین۔ اور اگر
آپ کسی چیز کی ضرورت بتائین گے تو مین اُسے اپنا فرض سمجھ کے حاضر کرون گا"
تپسی نے کہا "مین تم سے اِس دُنیا کی کوئی چیز نہین مانگتا" چچ نے پوچھا کہ جو دینی
خدمت میرے لائق ہو فرمائیے" اُس مرتاض شخص نے کہا "ساوندسی مین جو
بُدھا اور نوبہار کا مندر ہے وہ قریب الانہدام ہو گیا ہے آپ اُس کی مرمت
کرا دیجیے" اِس خدمت کو چچ نے اپنے ذمے لیا۔ اور رخصت ہو کے چلا آیا۔

تپسی کا روحانی اثر

جب گھوڑے پر سوار ہو کے واپس چلا تو وزیر نے حیرت سے کہا "آپ
تو اس پنڈت کے مار ڈالنے کے ارادے مین تھے۔ مگر ملاقات ہوتے ہی اُس پر
فریفتہ ہو گئے۔ اور اُس کی ہر بات مان لی" چچ نے جواب دیا "مجھے یہان ایک
ایسی چیز نظر آئی جسے نہ جادو کہہ سکتا ہون نہ طلسم۔ اُس کے سر کے برابر ایک
ہیبت ناک دیو نظر آیا جو اپنا آبدار برچھا میری طرف جھکائے کھڑا تھا۔ اُس کو
دیکھ کے مین ایسا مرعوب ہوا کہ بات کرنا بھی دشوار تھا۔ اِس تپسی پر حملہ کرنا کیسا
مجھے خود اپنی جان کی فکر پڑی تھی"

جاٹون اور لوہانون کے ساتھ سختی

یہان سے قلعہ برہمن آباد واپس جا کے راے چچ نے بہت سے انتظامات
کیے۔ رعایا کو مطیع و منقاد بنایا اور سرکاری رقمین مشخص کین۔ جاٹون اور لوہانون

مین چونکہ بغاوت و سرکشی کا مادہ بڑھا ہوا تھا لہذا اُنھین بالکل مغلوب و پامال کر دیا
اُن کا ایک ایک کفیل حاضر کرا کے برہمن آباد مین رکھا۔ اور اُن کے لیے یہ قوانین
جاری کیے کہ مصنوعی تلوار کے سوا اصلی تلوار کوئی نہ باندھے۔ شال۔ مخمل۔ اور
ریشم کے زیر جامے وہ نہ پہنین۔ اور اوپر کے کپڑے ریشمی پہن بھی سکتے تھے تو
یہ قید تھی کہ صرف سُرخ یا سیاہ رنگ کے ہون۔ گھوڑون پر زین نہ رکھین بلکہ بغیر
زین کے ننگی پیٹھ پر سوار ہوا کرین۔ ننگے سر اور ننگے پاؤن رہا کرین۔ باہر نکلین تو
اپنے کُتّے بھی ساتھ لے لیا کرین۔ سرداران برہمن آباد کے باورچی خانون کے لیے
ایندھن کی لکڑیان جنگل سے کاٹ کے لایا کرین۔ جاسوسی اور رہبری کی خدمت
سرانجام دین۔ اور جب ایسے کامون پر مامور ہون تو اپنا کام دیانت داری
سے بجا لائین۔ سرِ ہند کی ہمیشہ اطاعت کرین۔ اور ملک پر کوئی غنیم حملہ کرے تو
اُس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کے لڑین۔

حدود کرمان کا انتظام

یہ سب انتظامات کر کے راے چچ نے حدود کرمان کی طرف توجہ کی۔
کرمان پر ایرانیون کا قبضہ تھا۔ اور اُس نے دولت سندھ کی حدین ملی ہوئی
تھین۔ اب یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ہجرت کو یعنے حضرت رسالت صلعم کو مکہ چھوڑ
کے مدنیۂ طیبہ مین تشریف لائے دو سال گزر گئے تھے۔ ایران کی حالت نازک
ہو رہی تھی۔ کیونکہ مشہور ساسانی تاجدار عجم خسرو پرویز دُنیا سے رخصت ہو گیا
تھا۔ اُس کے بعد تخت نشینی کے معاملے مین اختلاف پیدا ہوا تو اُمرا نے ایک
ساسانیہ شاہزادی کو تخت کیانی پر بٹھا کے عنانِ سلطنت اُس کے ہاتھ مین
دے دی تھی۔ یہ خبر سُن کے جب راے چچ نے اطمینان کر لیا کہ آج کل دولت عجم
اُس کی مزاحمت نہین کر سکتی تو ایک زبردست فوج ہمراہ رکاب لے کے پنڈتون سے
مبارک گھڑی دریافت کی۔ اور اُسی وقت ارمابیل کی طرف کوچ کیا۔ ارمابیل کا

حاکم ارمابیل سے معاہدہ

حاکم جو مذہب بودھ کا پیرو تھا اور مقتدائی کا درجہ رکھتا تھا اُس کے استقبال
کو آیا۔ دونون مین معاہدۂ مودت کی تجدید ہوئی۔ اور اُس کی طرف سے اطمینان کر کے
چچ آگے بڑھا۔ راستے مین جو سردار ملے اُنھون نے اطاعت قبول کی۔ پہاڑیوں
سے اُتر کر وہ ایک پُرانے قلعہ مین پہونچا جو کنارپور کے نام سے مشہور تھا

یہی وہ مقام ہے جسے عموماً جغرافیہ نویسیان ب قنزبور لکھتے ہین۔ چچ نے اُسے از سر نو تعمیر کیا۔ اور قدیم ہندوستانی رسم کے مطابق اُس پر نوبت رکھوائی۔ جو ہر صبح و شام بجا کرتی تھی۔ پھر آگے بڑھ کے اُس دریا کے کنارے خیمہ زن ہوا جو کرمان و مکران کے درمیان مین بہتا ہے۔ اِس مقام پر اُس نے اپنی قلمرو کی انتہائی مشرقی سرحد قائم کی۔ اور نہر کے کنارے بہت سے کھجور کے درخت قائم کرائے تا کہ ایران و سندھ کی قلمرو کا پتہ دیتے رہین۔

حد بندی

راے چچ اِس کام کو بھی پورا کر کے ارمابیل مین واپس آیا۔ اور علاقہ طوران (توران ؟) کو طے کر کے ریگستانی سرزمین مین پہونچا۔ اب کسی مین اُس کے مقابلے یا سرکشی کی جراءت نہ تھی۔ چنانچہ وہ قندابیل (جس سے قندھار عبارت ہے) ہوتا ہوا دریاے سینی کے کنارے خیمہ زن ہو گیا۔ یہان کے لوگون نے مجبور ہو کے اطاعت قبول کی۔ اور چچ نے اُن سے سالانہ ایک لاکھ درہم خراج اور ایک سو پہاڑی گھوڑون کے ادا کرنے کا وعدہ لے لیا تو اپنے دار السلطنت الُور مین واپس آیا۔ پھر الُور سے باہر نکلنے کی نوبت نہین آنے پائی تھی کہ چالیس برس سلطنت کر کے بامراد و کامیاب دُنیا سے رخصت ہو گیا۔

چچ کی واپسی

اور موت

پانچوان باب

سندھ کی ہندو سلطنت کا آخری دور

چندر

راے چچ کے مرنے پر سلائج کا دوسرا بیٹا یعنے اُس کا بھائی چندر سندھ کے تاج و تخت کا وارث ہوا - اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ مذہب بودھ کی طرف رُجحان تھا - چنانچہ الُور کے تخت پر بیٹھتے ہی اُس نے اِس مذہب کی اعانت شروع کردی - وہ تارک الدُنیا اور مُرتاض فقیرون کا نہایت معتقد تھا - اور اُن کی قدر و منزلت کرتا تھا - اِسی قدر نہین اُس نے بہت سے برہمنی عقیدے کے ہندؤن کو جمع کر کے بزور شمشیر مجبور کیا کہ بودھ مذہب کی پیروی کرین - متعدد راجگان ہند نے اُس کے دربار مین خطوط بھیجے - سیوستان کا

مٹا قنوج مین

سردار مٹا قنوج کے دربار مین گیا تو ہندوستان کو نہایت ہی سرسبز و شاداب پایا - قنوج کی راجگدی پر اُن دنون راسل کا بیٹا سی ہرس رونق افروز تھا (سی ہرس معرب سری ہرشا کا ہے) مٹا اُس کے دربار مین حاضر ہوا - اور بیان کیا کہ "سلائج کا بیٹا چچ تو مرگیا - اب اُس کی گدی پر اُس کا بھائی بیٹھا ہے جو راجہ نہین بلکہ ایک عبادت کرنے والا راہب ہے - ناستک مذہب بودھ کا پیرو ہے - اور سارے دن مذہبی پوجاریون کے ساتھ مندر مین بیٹھا رہتا ہے - جہان سوا مذہبی بحث اور ریاضت کے اُس کا کوئی کام نہین ہوتا - اگر تھوڑی فوج بھی روانہ کی جاے تو اُس پر فتح حاصل ہوسکتی ہے - اگر آپ اُس کے ملک کو اُس سے چھین کے میرے قبضے مین دیدین تو مین وعدہ کرتا ہون کہ سالانہ خراج ادا کرتا رہون گا"

سی ہرس نے یہ خبر سُن کے فوج کشی کا تو ارادہ کر دیا - مگر مٹا کو صرف اِتنی اُمید دلائی کہ "تم کو مفتوحہ ملک مین سے ایک ضلع دیدیا جائیگا

قنوج کا حملہ سندھ پر

باقی سارے ملک کو مین خود اپنی قلمرو مین شامل کرون گا" یہ جواب دینے کے بعد سی ہرس نے اپنے بھائی کسائس کے بیٹے ہرباس کو سپہ سالار بنا کے سندھ کی مہم پر روانہ کیا - راے چچ کے نواسے نے بھی جورمل اور کشمیر پر

حکمران تھا اس مہم مین ہرباس کی مدد کی۔ اور دونون اپنی فوجون کے ساتھ دریاے باسی کے کنارے خیمہ زن ہو گئے۔ چندر کے نائب اور والی جو قلعہ دیو مین تھے غنیم کا اتنا بڑا لشکر دیکھ کے بھاگ کھڑے ہوے اور حملہ آور اُس قلعہ پر قبضہ کر کے آگے بڑھے۔ اور مقام بند کا ہو یا سے چندر کے پاس سفارت بھیجی کہ اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً حاضر ہو کے اظہار اطاعت کرو۔ اور امان مانگو۔ چندر نے باوجودیکہ زہد و تقویٰ مین زندگی بسر کیا کرتا تھا اس ذلت کو نہ گوارا کیا۔ اور فوج کی اصلاح اور قلعون کے مضبوط کرنے مین مشغول ہو گیا۔ نتیجہ یہ کہ ان حملہ آورون سے اُس کی سلطنت بچ گئی سب ناکام و نامراد واپس گئے۔ اور اُن کے بعد چندر نے مضبوطی اور قوت سے راج کیا۔ الغرض سات سال تک چندر بغیر کسی اندیشے کے سلطنت کرتا رہا۔ آخر تخت نشینی کے آٹھوین برس اُس نے سفر آخرت کیا۔

اُن کی سفارت

اور ناکامی

چندر کے بعد وعویداران سلطنت مین اختلاف پیدا ہوا۔ الور کے تخت پر تو اُس کے بھائی راے چچ کا چھوٹا بیٹا داہر بیٹھا۔ برہمن آباد مین خود اُس کا بیٹا راج تخت نشین ہو گیا۔ مگر اُس کی زندگی کا چراغ ایک ہی سال مین گل ہو گیا۔ جس کے بعد برہمن آباد پر چچ کے بڑے بیٹے دھرسین نے قبضہ کر لیا۔ اس سے بظاہر داہر سے کوئی اختلاف نہ تھا۔ مگر بعد کو ایک شرمناک خاندانی جھگڑے نے دونون کو لڑا دیا۔ جس کا حال آئندہ بیان کیا جاے گا۔[۱]

داہر اور دھرسین

مگر دیگر مورخین کا یہ بیان ہے کہ داہر نے تخت پر بیٹھ کے عدل و انصاف کیا۔ اُس کی حکومت سے فوج خوش اور رعایا سرسبز تھی۔ بعد تخت نشینی ایک سال تک اپنے دار السلطنت مین رہ کے ملک کے دورے کو نکلا۔ پہلے مشرق کی راہ لی۔ اُن اضلاع کا انتظام کر کے اور قابل اعتماد والی مقرر کر کے واپس آیا تو برہمن آباد مین پہونچا۔ اور یہان کا حاکم اپنے بھائی دھرسین (دھرسیا) کو مقرر کیا۔ اور خود حدود مکران کی راہ لی۔ اور چھ مہینے وہان رہ کے حاکم مکران سے روابط محبت مضبوط کیے اور وطن واپس آیا۔ الور کے قریب پہونچا تو اہل شہر نے

داہر کا عہد

[۱] چچ نامہ۔

بڑی دھوم دھام سے اُس کا استقبال کیا۔ ہر طرف خوشی کے شادیانے بجنے لگے
اور اسی موقع پر پنڈتوں اور نجومیوں نے آکے ادب و تعظیم سے عرض کیا کہ "ہم نے آپ
دونوں بھائیوں اور آپ کی بہن بائی کا زائچہ کھینچ کے دیکھا تو آپ کے اور آپ کے
بھائی دھرسیا کے طالع میں تو چنداں خوش اقبالی کے آثار نہیں نظر آئے مگر آپ
کی بہن بائی جی کا اقبال نہایت ہی بلند نظر آتا ہے۔ اُن کا زائچہ تو بتا رہا ہے کہ
جس کی وہ بی بی بنیں گی وہی سارے سندھ کا راجہ ہوگا۔ اور سارے ملک و
دولت پر اسی کا قبضہ ہوگا۔ اور پھر تعجب یہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے وہ یہاں سے
کہیں باہر جائیں گی بھی نہیں ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اِن باتوں کی تکمیل کیونکر
ہوگی۔" نجوم کا وہ بڑا معتقد تھا۔ اور ہمیشہ نجومیوں ہی کے کہنے پر چلا کرتا تھا۔ ان
کی یہ بات اُس کے دل میں کھٹک گئی۔ اور ہر گھڑی اِس فکر میں رہنے لگا کہ بائی
کو یہاں کی سلطنت کیونکر ملے گی۔ اور کسی اور کو مل گئی تو مجھے تخت و تاج سے
محروم ہونا پڑے گا۔ آخر پریشانی اور اُلجھن میں اُس نے پھر نجومیوں کو بلوا کے
بائی کا زائچہ کھنچوایا۔ اور اب بھی وہی نتیجہ حاصل ہوا۔ تب اُس نے وزیروں
اور صاحب راے ارکان دولت کو جمع کیا۔ اور اُن کے سامنے اپنی پریشانی
اور دل کی اُلجھن کا حال بیان کیا۔ اور کہا یہ تو ہو نہیں سکتا کہ میں تخت و تاج
سے جُدا ہونا گوارا کروں۔ بار بار میرے دل میں یہی آتی ہے کہ بائی کے ساتھ
خود ہی اپنا بیاہ کر لوں۔" یہ سُن کے سب لوگوں نے حیرت سے راجہ کی صورت
دیکھی اور جان پر کھیل کے عرض کیا "حضور ایسا غضب نہ کریں۔ ورنہ ہمارے
ملک کو بدنامی کا داغ لگ جائے گا۔ ہم سب راجاؤں کی نظر میں ذلیل و خوار
ہو جائیں گے۔ اور ملک میں بھی درہمی و برہمی کے آثار پیدا ہو جائیں گے بلکہ
ایسے ایسے فساد اُٹھ کھڑے ہوں گے کہ ملک کا سنبھالنا مشکل پڑ جائے گا۔"
مگر ان باتوں کا داہر پر کچھ اثر نہ ہوا۔ ظاہر میں تو اس وقت خاموش ہو رہا۔ پھر
چند خاص خاص مشیروں اور معتمدوں کو اس عقد پر راضی کر لیا۔ اور ایک رات کو
جب کسی کو خبر نہ تھی نہایت خاموشی کے ساتھ پنڈتوں کو بلا کے بائی سے
بیاہ کر لیا۔ اور حسب دستور اپنی چادر کا گھونٹ بائی کی ساری کے آنچل میں

نجومیوں کی پیشینگوئی

بہن سے شادی کرنے کا ارادہ

اُس ارادے کی تکمیل

باندھ کے آگ کے گرد پھرا۔ پھر دولھا دولھن تخت پر آ کے بیٹھے۔ اور اپنی صورت ایک ساتھ تلوار مین دیکھی۔ مگر باوجود ان کارروائیون کے دونون مقاربت و ہم بستری سے محترز رہے۔ صبح اُٹھتے ہی راجہ نے بائی کو اُس کے گھر بھیج دیا اور دل مین مطمئن ہو گیا کہ اب تو بائی کا شوہر مین ہی ہون۔ لوگون مین اِس شادی کی خبر اُڑی تو ہر طرف برہمی کے آثار پیدا ہونے لگے۔ مگر سب سے بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ یہ خبر جیسے ہی برہمن آباد مین پہونچی تو دھرسین نہایت بگڑا۔ اور ایک خط بھیج کے داہر کو بہت کچھ لعنت ملامت کی۔ داہر نے اُسے جواب مین اپنا یہ عذر لکھا کہ "نجوم کے فیصلے نے مجھے اِس کام پہ مجبور کر دیا ورنہ ہرگز نہ کرتا۔" دھرسین نے پھر لکھا "کیا تم جانتے ہو کہ ایسے فریبون سے تقدیریں پلٹ دوگے؟" خلاصہ یہ کہ اِسی ردّ و بدل مین لڑائی ٹھن گئی۔ؑ

بھائیون کا اختلاف

مگر چچ نامہ کا یہ بیان ہے کہ رانی بائی پیشتر دھرسین ہی کے پاس تھی۔ ارل کے راجہ سوہن بٹھے[?] اُس کے عقد کا اُسے پیام دیا۔ اور شرط یہ کی کہ جہیز مین کوئی ایک قلعہ دیا جائے۔ دھرسین نے اِس تجویز کو پسند کیا۔ اور سوہن کے ایلچیون کے ساتھ شاہزادی بائی کو بھی سات سو سوارون اور پانچ سو پیدلون کے جلوس سے داہر کے پاس بھیجا اور لکھا کہ سوہن کی درخواست قبول کر لینی چاہیے۔ اور ایک قلعہ دے دینے مین بھی کوئی مضائقہ نہین ہے۔ بائی جب داہر کے پاس پہونچی تو اُس نے یہ حرکت کی کہ سوہن کے ایلچیون کو تو انکاری جواب دے دیا۔ اور بہن سے خود اپنا نکاح کر لیا۔

دھرسین کو اِس امر سے اس قدر ملال ہوا تھا کہ فوج لے کے بھائی سے لڑنے کو چل کھڑا ہوا۔ یہ خبر سُن کے ادھر سے داہر بھی مقابلے کو نکلا۔ اور کچھ دنون تک باہر پڑا بھائی کے لشکر کا انتظار کرتا رہا۔ اُس کے پہونچنے مین زیادہ دیر ہوئی تو شکار کے لیے جنگل مین چلا گیا۔ وہ شکار کھیل رہا تھا کہ دھرسین آلور مین پہونچا اور شہر کے اندر داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر شہر والون نے پھاٹک بند کر لیے۔ اور لڑائی کا ارادہ کیا۔ اتفاقاً بعض نیک نفس اور عاقبت اندیش لوگ اُس کے

ؑ معصومی۔

اور اتحاد

پاس گئے۔ اُسے سمجھا بجھا کے لڑنے سے رُوکا اور عزت کے ساتھ لے جا کے الور کی مغربی شہرپناہ کے نیچے اُتارا۔ اور ہرکارے دوڑائے کہ داہر کو اطلاع کر کے لے آئین۔ داہر فوراً واپس آیا۔ راتون رات دعوت کی تیاریان کین اور صبح ہوتے ہی بھائی کو دعوت کا پیام دیا۔ مگر دھرسین نے دعوت قبول کرنے سے انکار کیا۔ اسی دن تیسرے پہر کو داہر کی مان اور دیگر عمائد شہر دھرسین سے ملنے کو گئے۔ اور کہا داہر نے بہن سے شادی حظ نفسانی کے لیے نہین کی بلکہ دل کا شک مٹانے کے لیے۔ اور اسی لیے اُمید ہے کہ آپ اُس کا قصور معاف کر دین معززین شہر کے ساتھ مان کو بھی داہر کی سفارش کرتے دیکھ کے اُس نے بھائی کا قصور معاف کر دیا۔

باہمی ملاقاتین

دوسرے دن وہ ہاتھی پر سوار ہو کے قلعہ کی دیوار کے نیچے پہونچا۔ اور عین داہر کے محل کے سامنے ادب سے ٹھہر کے آداب شاہی کہلا بھیجا۔ داہر نے فوراً اندر بلوایا۔ مگر دھرسین نے انکار کیا اور کہا مین قسم کھا چکا ہون کہ آپ کے محل کے اندر نہ آؤن گا۔ لیکن ہان اگر باہر نکل کے مجھے شرف حضوری سے سرفرازی فرما سکین تو مہربانی ہوگی۔ داہر نے کہا تو مین کل حاضر ہون گا۔ چنانچہ دوسرے دن داہر وزرا و اُمرا کو ساتھ لے کے جلوس کے ساتھ بھائی سے ملنے کو آیا۔ دھرسین ادھر سے استقبال کو نکلا۔ سامنا ہوتے ہی وہ گھوڑے سے اُتر پڑا اور اپنے صاحب تاج و تخت بھائی کے پاؤن دوڑ کے چوم لیے۔ پھر اُسے ہاتھ پکڑے ہوئے اپنے خیمے مین لایا۔ داہر اس ملاقات کے بعد واپس گیا تو اُس کے

دھرسین کی موت

جاتے ہی دھرسین کو بخار آگیا۔ اور اس شدت سے کہ حدت ساعت بہ ساعت بڑھتی ہی جاتی تھی۔ یہان تک کہ سارے بدن مین آبلے پڑ گئے۔ اسی بخار آنے کے چوتھے دن دھرسین مرگیا۔ داہر نے حسب دستور اُس کی لاش جلائی اور تمام مراسم مذہبی بجا لایا۔ جس کے بعد داہر بڑے امن و امان اور اطمینان و دلجمعی سے حکومت کرنے لگا۔

دھرسین کے مرنے کے بعد داہر اپنے بھائی کے مستقر برہمن آباد گیا۔ برس

---

۵ معصومی۔

عرصہ تک قیام کر کے وہان کے انتظامات کیے۔ گرد و نواح کے سردارون کو مطیع
و منقاد بنایا۔ دھر سین کے بیٹے سے نہایت شفقت کے ساتھ پیش آیا
اُس کی دلدہی اور تسلی و تشفی کی۔ اِن اُمور کو سرانجام دے کے اُس نے سیوستان
کی راہ لی۔ پھر وہان سے راوڑ کے قلعہ مین گیا جسے راے چچ نے بنوانا شروع
کیا تھا اور ناتمام چھوڑ کے مر گیا۔ چند روز مین اُس نے یہ قلعہ تکمیل کو پہونچایا۔ اور
چونکہ وہ ایک دلچسپ مقام تھا اور اکثر خنکی رہا کرتی تھی۔ لہذا اُس نے معمول مقرر
کر لیا کہ گرمیون کے چار مہینے اِسی سرزمین پر بسر کیا کرتا۔ اپنی زندگی آٹھ سال
تک اُس نے اِسی وضع سے بسر کی۔

داہر برہمن آباد مین

جب ہر جگہ اُس کی وقعت لوگون کے دلون مین بیٹھ گئی۔ اور سلطنت
کو خوب استحکام ہو گیا تو سرداران رامل کو اُس پر حسد آیا۔ اور پیدلون اور سوارون
کا ایک زبردست مجمع کر کے اُس کے مقابلے کو چل کھڑے ہوئے۔ اُن کے
ساتھ بہت سے جنگلی ہاتھی بھی تھے۔ بودھیا کی راہ سے وہ علاقہ راور
کے شہر دستا پر حملہ آور ہوئے۔ اور قبل اِس کے کہ داہر کی طرف سے کوئی
کارروائی مزاحمت کی عمل مین آئے وہ سب دستا پر قبضہ کر کے دارالسلطنت الور
کی طرف بڑھے۔

رامل والون سے لڑائی

اتفاقاً ان دنون عرب کے ایک معزز بہادر محمد علافی نام نے عبدالرحمان
بن اشعث کو قتل کر کے سرزمین سندھ مین پناہ لی تھی اور اپنے بہت سے عزیزون
اور ہم قوم لوگون کے ساتھ یہان امن و امان سے رہا کرتا تھا۔ اُس نے اِس
موقع پر ایک عجیب اور غیر معمولی طریقے سے راجہ داہر کی مدد کی۔ اِن حملہ آورون
کا تمام لشکر اروڑ کی طرف بڑھتا چلا آتا تھا کہ محمد علافی نے اپنے پانچ سو
عرب رفیقون کے ساتھ یکایک ایک رات کو ایسا شبخون مارا اور اِس طرح
نعرہ ہاے تکبیر بلند کرتا ہوا اُن پر اچانک جا پڑا کہ سب لوگون کے ہاتھ پاؤن
پھول گئے۔ اندھیری رات مین کسی سے بھاگتے بھی نہ بن پڑتی تھی۔ اور
عربون نے آناً فاناً مین رامل والون کے اسّی ہزار سپاہی تباہ کر دیے جن
مین سے بہت سے مارے گئے اور بہت سے گرفتار ہوئے۔ اور بے شمار

ایک عرب پناہ گزین کی کارگزاری

اسلحہ کے ساتھ پچاس ہاتھی بھی عربون کے ہاتھ لگے۔

یون ایک ازغیبی مدد سے داہر کو دشمنون پر فتح حاصل ہوئی تو اُس نے ان عربون کی قدر و منزلت کی۔ اور اُن کو زیادہ عزت وحرمت سے اپنے قلمرو مین جگہ دی۔

وزیر کی عزت افزائی۔

اب داہر اطمینان و فارغ البالی سے سلطنت کر رہا تھا۔ اور اپنے وفادار اور مدبّر وزیر سے اس درجہ خوش تھا کہ ایک دن اُس پر حد سے زیادہ مہربان ہو کے کہا "تمھاری کوئی آرزو ہو تو بتاؤ۔ مین اُسے ضرور پورا کرون گا" وزیر نے ادب سے قدمبوس ہو کے عرض کیا "غلام کے کوئی اولاد نہین کہ اُس کا دُنیا مین نام چند روز بھی باقی رہ سکے۔ اِس لیے اگر کوئی تمنا ہے تو یہ کہ کوئی تدبیر میرے نام کے باقی رہنے کی ہو۔ اور وہ تمنا اِس طریقے سے پوری ہو سکتی ہے کہ حضور سلطنت کے چاندی کے سکّہ پر ایک طرف میرے نام کے نقش کرنے کا حکم نافذ فرمائین۔ اور دوسری طرف مہاراج کا نام رہے۔ شاید یہ سکّہ میرے نام کو چند روز تک زندہ رکھے۔" داہر نے اِس درخواست کو فوراً منظور کیا۔ اور اُس وقت سے سِندھ مین ایک طرف داہر کا اور دوسری طرف وزیر کا نام منقوش ہونے لگا۔

سلطنت ہند و سِند کا خاتمہ

اِس کے بعد داہر کو وطنی دشمنون سے کسی قسم کا آزار نہین پہونچا۔ ہر طرف امن و امان تھا کہ بعض وجوہ ایسے پیش آئے کہ خلافت عرب سے مخالفت ہو گئی۔ اور یہ ایک ایسی زبردست قوت کا سامنا تھا کہ چند ہی روز بعد ارض سِندھ مین ہند و سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

اِسی لیے آیندہ باب مین ہم سِندھ کو چھوڑ کے عرب کی طرف توجہ کرتے ہین جس مین بتائین گے کہ اسلامی سلطنت عرب مین کیونکر قائم ہوئی۔ کیونکر اُس کا عروج ہوا۔ اور اُس کے سپہ سالار درمیان کا میدان صاف کرتے ہوئے کیونکر سِندھ تک پہونچے۔ اور سِندھ مدت ہاے دراز کے لیے کیونکر خلافت اسلامی کا ایک زرخیز صوبہ بن گیا۔ اور سچ یہ ہے کہ اِس تاریخ کے جس حصہ کو ہم نے زیادہ جستجو و محنت سے مرتب و مدوّن کیا ہے وہ اب شروع ہوتا ہے۔

چھٹا باب

خیر القرون

آن حضرت صلعم کا زمانہ اور ابتدائی زمانہ

مکۂ معظمہ مین علم اسلام بلند ہونے کے بعد جناب سرور کائنات کو مشرکین مکہ نے یہان تک تنگ کیا کہ بہ آزادی وبہ اعلان تبلیغ اسلام کرنا درکنار اس کے بھی روادار نہ تھے کہ آپ کعبہ مین عبادت الٰہی کرسکین۔ اِس حالت پر بھی صبر کیا گیا لیکن جب مشرکین اس حد سے بھی گزرے اور پیغمبر برحق اور اپنے ہادی کی جان لینے کے درپے ہو گئے تو خدا نے ایک غیر شہر کے لوگون کو آپ کی مدد کے لیے مامور کیا اہل مدینہ مین سے چند لوگ ایمان لائے۔ اور مصر ہوئے کہ آپ وطن کو خیرباد کہین اور ارض یثرب (مدینہ) کو قدوم میمنت لزوم سے عزت بخشین۔

مسجد قبا

اِسی زمانے مین اہل مدینہ مین سے چند غریب جان نثاران توحید نے مدینے کے باہر ایک چھوٹی سی مسجد بنائی۔ اور خدائے واحد ذوالجلال کی عبادت مین مشغول ہو گئے۔ یہی وہ مسجد ہے جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کی شان مین بروایت اکثر اللہ جل شانہ نے "اُسّس علے التقویٰ" فرمایا ہے۔ یہی زمین ہے جس پر توحید کا سب سے پہلے قبضہ ہوا۔ اور جس مین سب کے پہلے خدا کا نام پکارا گیا۔

اہل مدینہ کے اصرار پر بھی آپ نے شان رسالت کے خلاف سمجھا کہ خدا نے جن لوگون کو تبلیغ اسلام کا پہلا مخاطب بنایا ہے اُنھین چھوڑ کے کہین اور کا قصد کیا جائے۔ لیکن جب مکہ والون سے سوا جہالت و تمرد کے اور کسی بات کی اُمید نہ رہی تو خدا نے اپنے پیغمبر کو سفر مدینہ کا حکم دے دیا۔ اور اگرچہ دشمنون کے خوف سے راستے مین جان بچنے کی بہت کم اُمید تھی مگر آنحضرت کا حکم پاتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور تن بہ تقدیر و راضی برضا ارض یثرب کی راہ لی۔ اور اِسی وقت سے سن ہجری شروع ہوا جو آج تک اسلامی دُنیا کے تمام کاروبار اور معاملات کا ظرف ہے۔ غرض ہجرت کے پہلے سال جب آپ وارد مدینۂ طیبہ ہوئے تو جان نثاران اسلام مین سے ہر شخص متمنی ہوا کہ آپ اُسی کے مہمان ہون۔ آپ نے

اپنے راحلہ کو خدا کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ جہان خدا کو منظور ہوگا خود ہی ٹھہر جاے گا۔ بنی نجار کے دروازون پر سے اونٹ برابر گزرتا جاتا تھا اور ہر شخص حسرت سے دیکھ کے رہ جاتا تھا۔ جب دیکھتا تھا کہ رسول خدا کی سواری اُس کے دروازے سے آگے نکل گئی۔

مسجد نبوی

جاتے جاتے آپ کا اونٹ ایک قطعۂ زمین پر پہونچا جہان اکثر اونٹ بندھے رہا کرتے تھے۔ اِس زمین مین گھور اتھا۔ مشرکین کی کچھ قبرین تھین چند کھجور کے درخت تھے۔ اور سہل وسہیل نام دو تیمیون کی ملکیت مین تھا جو معاذ بن عفراء کی تولیت مین زندگی بسر کرتے تھے۔

پیغمبر صلعم کا شتر مُبارک اِس زمین کے پاس پہونچتے ہی بیٹھ گیا۔ بہت کوشش کی گئی کہ آگے جاے نہ گیا۔ اور گیا بھی تو دو قدم جا کے پھر پلٹ آیا۔ اور یہین پر آکے کھڑا ہو گیا۔ معلوم ہو گیا کہ مشیت ایزدی یہی ہے۔ اونٹ بٹھلایا گیا اور آپ اُتر پڑے۔ چونکہ یہ جگہ ٹھہرنے کے قابل نہ تھی اِس وجہ سے ابو ایوب انصاری جن کی قبر پہ آج تک دارالسلطنت قسطنطنیہ فخر کر رہا ہے آپ کا اسباب اپنے گھر لے گئے اور آپ اُنھین کے مہمان ہوئے۔

فرد کش ہونے کے بعد آپ نے اُس زمین کا حال دریافت فرمایا۔ لوگون نے اُس کی کیفیت بیان کی۔ اور آپ اُس کی خریداری کے خواستگار ہوئے۔ فیاض و جانباز میزبانون نے آرزو کی کہ آپ اُسے یونہین قبول فرمائین۔ مگر آپ نے نہ مانا۔ ابو بکر صدیقؓ کے مال مین سے دس دینار دے کے اُسے خرید لیا۔ اور وہان مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔

اُس کی تعمیر

مشرکین کی قبرین مٹا کے برابر کر دی گئین درخت کٹوائے گئے۔ اور تختۂ زمین مسطح ہوا۔ پھر پتھرون کی کُرسی دی گئی۔ اُس پر کچی اینٹون کی دیوارین بنین۔ کھجور کی لکڑیون کے ستون قائم ہوئے۔ اُن پر کھجور ہی کی ٹہنیون سے چھت پاٹی گئی۔ اور ایک بے تکلف سیدھا سادھا خدا کا گھر قائم کر دیا گیا جس کے مزدور صحابہ تھے۔ جنھون نے اپنی مزدوری کا حساب خداے پاک کے ذمے رکھا اور اپنے مبارک ہاتھون سے بنا کے کھڑا کر دیا۔ یہی وہ مسجد نبوی ہے جو سب کے

پہلے آنحضرت صلعم کے حکم سے بنی اور جس پر سب کے پہلے اسلام کا قبضہ ہوا۔
اور جو آج تک پرجوش دینداروں اور ولی عقیدت کیشوں کا مرجع وماوی
ہے۔ اور یہی وہ خطۂ پاک ہے جس کی شان میں سرور کائنات صلعم فرماتے ہیں
"روضۃ من ریاض الجنۃ" یعنے باغ جنت کا ایک چمن ہے۔

تبلیغ

اب اس وقت سے تبلیغ کا کام بآزادی شروع ہوا۔ اور نیر اسلام کی
کرنیں چارون طرف چھٹکنا شروع ہوئیں۔ ہم چونکہ صرف فتوحات سندھ لکھنا
چاہتے ہین لہذا ہر اس خط پر نظر ڈالنا نہین چاہتے جس پر نور اسلام کی شعاعین
اپنا جلوہ دکھا رہی ہین۔ بلکہ عرب کے مغلوب ہونے کے بعد مشرق کی طرف چلین گے
اور ان تمام ممالک پر ایک اجمالی نظر ڈالین گے جن مین سے ہوکے صحابہ
حدود سندھ تک پہونچے۔ اور سرسری طور پر اس مقدس گروہ کے نقش قدم
کو دیکھتے ہوئے چلتے ہین۔

فتوحات اطراف عرب

سب کے پہلے ملک عرب کے مغلوب ومفتوح اور علم اسلام کے
زیر سایہ ہونے کی مختصر سرگذشت یہ ہے کہ سنہ ۴ھ مین بنی نضیر کی زمین پر
حضرت سرور کائنات صلعم کا قبضہ ہوا۔ سنہ ۵ھ مین بنی قریظہ نے اطاعت
قبول کی۔ سنہ ۷ھ مین خیبر فتح ہوا۔ اسی سال فدک۔ تیما اور وادی القرے
علم اسلام کے سائے مین آئے۔ اسی سال آپ نے اپنی رسالت عامہ کا
فرض پورا کرنے کے لیے نامور شاہان ارض کے نام خطوط تبلیغ تحریر فرمائے
سنہ ۸ھ مین مکہ فتح ہوا اور کعبہ نجاست شرک سے پاک کیا گیا۔ پھر طائف تبالہ
اور جرش پر قبضہ ہوا۔ سنہ ۹ھ مین تبوک۔ ایلہ۔ اذرح۔ مقنا۔ جرباء اور دومۃ الجندل
فتح ہوئے۔ اسی سال اہل نجران نے حاضر ہوکے اظہار اطاعت کیا۔ اور اپنے
اوپر جزیہ مقرر کرایا۔ پھر اُن کے بعد یمن پر اسلام کا تصرف ہوا۔ اسی سال آپ نے
اہل عمان کو دعوت اسلام دی اور وہ ایمان لائے۔ جن کے بعد اہل بحرین نے بھی
ہدایت پائی۔ اور اہل یمامہ بھی اسی سال دولت اسلام سے شرفیاب ہوئے۔
سنہ ۱۰ھ مین اطراف عرب سے لوگ جوق جوق آتے تھے اور ایمان لاتے تھے

عہ ۵ فتوح البلدان۔

آپ کے خطوط جاتے تھے اور ہر جگہ اُن کے آگے سر جھکایا جاتا تھا۔

وفات سرور کائنات۔

۱۱ھ کے ابتدائی زمانے مین آپ نے انتقال فرمایا۔ آپ کی وفات سے عرب کے تازہ ایمان لانے والون پر بڑا بُرا اثر پڑا۔ جابجا لوگون نے علم بغاوت بلند کیا۔ بعض نے دعوے نبوت کر دیا۔ اور اسلام اپنی حدود کو چھوڑ کے مکہ اور مدینہ کی چار دیواریون مین محصور ہو گیا۔

حضرت صدیق اکبر کی خلافت ۱۱ھ سے ۱۳ھ تک

حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے۔ ابتداءً آپ نے بڑی سرگرمی سے عرب کے مرتدون کو زیر و زبر کیا اور چند ہی روز مین اسلام نے اپنی وہی وسیع حدین پا لین جو رسالت مآب صلعم کے عہد مبارک مین قائم ہو چکی تھین۔ پھر کوشش کی گئی کہ دولت اسلام اُن اقوام کے سامنے بھی پیش کی جائے جو عرب سے باہر ہین۔

فتوحات عراق

اس زمانے مین مثنیٰ بن حارثہ قبیلۂ بنی شیبان کے ساتھ اضلاع سرحدی عراق پر تاخت و تاراج کرتے رہتے تھے۔ جناب صدیق نے لوگون سے دریافت کیا کہ یہ مثنیٰ کون ہین اور کیسے شخص ہین۔ معلوم ہوا کہ کوئی معمولی شخص نہین۔ ہر اعتبار سے اچھے ہین۔ اُن کے نسب کو بھی لوگ اعلیٰ تسلیم کرتے ہین اور باعتبار ذاتی خوبیون کے بھی اُن کی دُور دُور شہرت ہے۔

حضرت صدیق کے دریافت کرنے کے چند روز بعد خود مثنیٰ بارگاہ خلافت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے آپ میری قوم پر سردار مقرر کر دیجیے پھر دیکھیے مین ان عجمیون کو کیسا سبق دیتا ہون۔ حضرت صدیق نے اُن کی درخواست منظور کی۔ اور وہ اپنی قوم کے سردار بن کے مدینے سے باہر نکلے۔ اور مشرقی و شمالی اضلاع عرب کی راہ لی جہان اُن کا اور اُن کی قوم کا وطن تھا۔ مثنیٰ نے حضرت صدیق کا فرمان اپنی قوم کے لوگون کو دکھایا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ جو لوگ ابھی تک دولت اسلام سے محروم تھے وہ بھی بہرہ یاب ہوئے۔ اور ایرانیون پر حملہ کرنے کے لیے بنی شیبان کے پورے قبیلے نے ایک جرار فوج کی حیثیت پیدا کر لی۔

خالد کی روانگی عراق مین۔

ادھر تو مثنیٰ نے فوج آراستہ کی اور اُدھر جناب صدیق نے خالد بن ولید کو جو ابھی ابھی مسیلمہ کذاب کا کام تمام کیے ہوئے چلے آتے تھے عراق کی طرف

بڑھنے کا حکم دیا۔ اور مثنیٰ کو لکھا کہ کل اُمور مین خالد کی اطاعت کرو[1]۔ الغرض خالد پہونچے۔ حدود عراق پر اُن کی مشہور تلوار چمکی۔ اور فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا چند روز بعد خالد بحکم صدیق اکبر شام کی مہم پر روانہ کر دیے گئے۔ اور فتوحات عراق کا سلسلہ صرف مثنیٰ کی معمولی مشق سپہ گری پر چھوڑ دیا گیا تھے کہ ۱۳ھ مین حضرت صدیق نے انتقال فرمایا۔

حضرت عمر فاروق کی خلافت

جناب عمر فاروق کے عہد مین سعد بن ابی وقاص عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ سعد جاتے ہی معرکہ آرائیون مین مشغول ہو گئے۔ اور تھوڑے زمانے کے بعد دریاے دجلہ کو عبور کر کے ایرانی زبردست فوجون کے مقابلے مین صف آرا ہو گئے۔

فتح قادسیہ و مدائن

بڑی خونریزی و جان بازی کے بعد ۱۴ھ مین قادسیہ اور مدائن کے بُرجون پر علم اسلام اُڑا یا گیا۔ یہ واقعہ خلافت فاروقی کے دوسرے سال کا ہے[1]۔ اِس کے بعد فاتحون اور مجاہدین کا قدم برابر آگے بڑھتا ہی گیا۔ گوزرشتی محبانِ وطن نے بغیر خون کا سیلاب بہائے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹایا۔

۱۴ھ مین جناب عمر کو معلوم ہوا کہ بیرونی ممالک کی آب و ہوا نے عربی نژاد لوگون کا رنگ روپ بدل دیا ہے۔ آپ نے سعد بن ابی وقاص سے اِس کا سبب دریافت کیا۔ سعد نے لکھا کہ مختلف بلاد کی آب و ہوا نے اُن کی صورتین بدل دی ہین۔ اور اصل یہ ہے کہ عربون کو اُنھین مقامات کی آب ہوا موافق پڑتی ہے جہان اُن کے اونٹ اچھے رہتے ہین[2]۔

ہندستان پر عرب کا سب سے پہلا حملہ

خلافت فاروقی کے تیسرے سال ۱۵ھ مین اتفاقاً بلا ارادہ اور بغیر اِس کے کہ حضرت عمر کوئی حکم نافذ کرین ایک بلند حوصلہ افسر نے خودبخود ہندستان پر براہ خشکی حملہ کر دیا۔ عثمان بن ابی عاصی ثقفی والی بحرین و عمان مقرر ہوئے اُنھون نے اپنے بھائی حکم کو اپنا نائب بنا کے بحرین روانہ کر دیا۔ اور خود سرزمین عمان کی راہ لی۔

عمان و ہند کے قدیمی تعلقات

خلیج عمان کے سواحل پر سے چونکہ تجارتانہ جہاز سواحل ہند پر برابر آتے جاتے رہتے تھے۔ اور قدیم سے تجارت نے اِدھر سے ایک دریائی رستہ

---

[1] فتوح البلدان۔ [2] ملخص از ابن اثیر و ابن خلدون وغیرہ۔ ابن خلدون۔

کھول رکھا تھا لہذا عثمان بن ابی عاصی کو اُلوالعزمی دکھانے کا کافی موقع ملا[۵]۔ دریائی سفر مین اُن دنون جو بے انتہا خطرے تھے اُن کی وجہ سے اہل عرب بحری فوج کشیون سے سہت بھاگتے تھے۔ گو بعد کے زمانون مین اُن سے بڑا کوئی جہاز ران بھی نہ تھا۔

جنگ بحری سے جناب عمر کی مخالفت اور اُسکی بنا

حضرت عمر نے علقمہ بن مجزز مدلجی کو مع عساکر اسلام کے تقریباً بیس جہازون پر سوار کرکے جہاد روم پر روانہ کیا تھا۔ یہ سب جہاز طوفان مین مبتلا ہوکے غرق ہو گئے۔ اور کسی کو بھی اُن مین سے نجات نہ ملی۔ جناب فاروق کو اس حادثے کی جب خبر ہوئی تو آپ نے جوش غم مین قسم کھالی کہ اب براہ دریا کوئی فوج نہ روانہ کرونگا۔ یہان تک کہ عمرو بن عاص نے دریاے نیل کے اُدھر شہر جیزہ آباد کیا تو جناب فاروق نے اس کی اطلاع پاکے عمرو کو لکھا "ایسے مقام پر نہ قیام کرو کہ میرے تمھارے درمیان مین پانی حائل ہو بلکہ ایسا مقام ہونا چاہیے کہ جب چاہون اپنے اونٹ پر سوار ہوکے تمھارے پاس آ پہونچون[۶]۔"

خلاصہ یہ کہ حضرت عمر کبھی کسی افسر کو براہ دریا کسی ملک پر چڑھائی کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ لیکن اس پر بھی عثمان بن ابی عاصی جرأت کرہی بیٹھے جہازون کا ایک بیڑا مرتب کیا۔ اور اُس پر بہادران اسلام کو سوار کرکے سندھ کی طرف روانہ کردیا۔ اِن لوگون نے سواحل سندھ پر پہونچتے ہی شہر تانہ پر حملہ کیا۔ اور خوب لوٹ مار کے مال غنیمت سے لدے پھندے واپس آئے۔

یہ لشکر جب بے نیل مرام واپس آ لیا تو عثمان بن ابی عاصی نے ڈرتے ڈرتے جناب عمر کو اطلاع کی کہ شاید یہ کامیابی کی خبر آیندہ کے لیے بحری جہاد کا دروازہ کھول دے مگر دارالخلافت سے جو جواب گیا اُس نے اُن کی اُمیدون کو بالکل خاک مین ملا دیا۔ جناب عمر نے تحریر فرمایا تھا کہ "اے برادر ثقفی۔ تم نے یہ فوج نہین بھیجی تھی بلکہ گویا ایک کیڑے کو لکڑی پر بٹھا کے سمندر مین ڈال دیا تھا۔ بخداے لایزال اگر یہ لوگ مبتلاے آفت ہو گئے ہوتے تو ان کا معاوضہ مین تمھاری قوم سے بھر لیتا"

[۵] فتوح البلدان۔ [۶] یعقوبی۔

حضرت عمرؓ کے ایسے باسطوت و جبروت خلیفہ کے حکم سے انحراف کرنا دراصل بڑی خوفناک جرأت کا کام تھا تاہم عثمان بن ابی عاصی اپنے ارادے سے بالکل باز نہ رہے۔ اُنھون نے اس کے بعد بھی اپنے بھائی مغیرہ بن ابی عاصی کو ایک حجازی فوج کا افسر بنا کے بھیجدیا۔ جنھون نے شہر دیبل پر حملہ کر کے بہت کچھ دولت حاصل کی۔ دشمن کو شکست دے کے اُنھون نے فتح پائی اور مال لے کے واپس آئے۔ جس وقت مغیرہ دیبل پر حملہ آور تھے اُس وقت اُن کے دوسرے بھائی حکم عثمان بن ابی عاصی کے حکم سے سندھ سے بھی آگے بڑھ گئے اور گجرات کے شہر بروص (بھڑوچ) پر حملہ آور ہوئے۔[عہ]

دوسرا اور تیسرا حملہ جو ایک ہی وقت مین تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مغیرہ بن ابی عاصی شہر دیبل کی لڑائی مین واصل بحق ہوئے۔ اور شہر پر ایک تجارت پیشہ گروہ عرب کا قبضہ ہوگیا۔ اس زمانے مین دیبل پر دیوائج کا بیٹا سامیا حکومت کر رہا تھا جسے اس عہدے پر چچ نے مقرر کیا تھا۔ خود راے چچ اس زمانے مین سندھ کا راجہ تھا اور اُسے حکومت کرتے ۳۵ برس ہو چکے تھے[عہ]

یہ تو دو بحری حملے تھے جو حضرت عمرؓ کے عہد سنہ ۱۵ھ مین کر دیے گئے۔ اور گو اسی طرح جہازرانی کے ذریعہ سے بعد بھی چند حملے ہندوستان پر ہوئے جن کا حال ہم آگے چل کے بیان کرین گے۔ مگر دراصل مسلمان ہندوستان پر خشکی کی راہ سے اُس وقت حملہ آور ہوئے جب درمیان کے تمام ممالک کو زیر و زبر کرتے اور دشمنون سے راستہ صاف کرتے ہوئے وہ حدود سندھ پر پہونچ گئے تھے۔ اور اسی وجہ سے ہم اُن ممالک کی فتوحات کا حال بیان کرتے ہین جو عراق و سندھ کے درمیان مین واقع ہین۔

ہندوستان پر جو حملہ بغرض فتح ہوا وہ براہ خشکی تھا۔

خلافت فاروقی کے نوین سال سنہ ۲۱ھ مین بڑی سخت معرکہ آرائیون کے بعد نہاوند فتح ہوا۔ سنہ ۲۲ھ مین مسلمانون نے بڑھ کے اور شمشیر آبدار کے جوہر دکھا کے ہمدان۔ وماہ نہاوند۔ فارس۔ خراسان پر قبضہ کیا۔ اور ان شہرون پر علم اسلام لہرایا۔ دراصل اب ساسانی شاہنشاہی کا خاتمہ ہو چکا تھا صرف تین

ممالک ایران کی فتح

عہ فتوح البلدان۔ عہ چچ نامہ

ملک کرمان۔ سیستان۔ مکران۔ رہ گئے تھے جو اُس عظیم الشان سلطنت کے سرحدی اضلاع تھے اور جن پر دولت خسروی کے مٹنے کے بعد وہان کے صوبہ دار جو اُس عہد کی اصطلاح مین مرزبان کہلاتے تھے متصرف ہوگئے تھے۔ سنہ ۳۱ھ آیا اور اپنے ساتھ ان کی خود مختاری کو بھی لے گیا۔[ع] ہم چاہتے ہین کہ ان تین صوبون کے فتح ہونے کا حال تفصیل سے بیان کرین۔ اِس لیے کہ یہ ہندوستان کی سرحد پر واقع ہین۔ اِن کے فتح ہونے سے صرف اتنا ہی نہین ہوا کہ ہندوستان کا راستہ کھل گیا یا عربون نے ہندوستان کے دروازے پر آکے دستک دی بلکہ ان کے مغلوب ہوتے ہی ہندوستان پر عربی فتوحات کا اثر پڑ گیا۔ اور اسلام کے پرچم اقبال کے لہرانے کی ہوا ہندوستان کے شہرون تک پہونچ گئی۔

مکران

مکران پر اگرچہ سب کے پہلے ابوموسی اشعری نے اپنی گورنری کے زمانے مین ربیع بن زیاد کو بھیج کے قبضہ کر لیا تھا مگر چونکہ بغیر اچھی طرح تسلط کیے حملہ آور اپنے وطنون کو واپس چلے آئے لوگون نے بغاوت کر کے ایک چھوٹی سی خود مختار حکومت قائم کر لی۔

کرمان

سنہ ۲۳ھ مین جب کہ تمام ایران پر تسلط کیا گیا اُسی سال عبداللہ بن عامر بن ربیع نے کرمان پر حملہ کیا۔ کرمانیون نے اپنی بہادر کوہستانی قومون کوچ اور بلوچ سے مدد مانگی۔ لیکن اُن کی کمک سے کوئی فائدہ نہ حاصل ہوا۔ اور عبداللہ برابر کرمان مین گھستے اور سرکشون کو تہ تیغ کرتے چلے گئے۔ عبداللہ کی رفتار بہت تیز تھی اور اِسی وجہ سے اُن کی فتوحات نے خلافت کو کوئی مستقل فائدہ نہین پہونچایا۔ فوج گویا ایک بجلی تھی کہ یہان گری۔ وہان پہونچی۔ اور پھر وہان جا کے نمودار ہوئی۔

سیستان

عبداللہ کرمان کی خود مختاری کا خاتمہ کر کے سیستان مین گھسے۔ وہان کے مرزبان کو گھیر لیا۔ اور جب اُس نے اطاعت قبول کی تو فوراً جا کے مکران پر تاخت کی۔ اہل مکران نے راجہ سندھ سے مدد مانگی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مکرانی اور سندھی دونون فوجون کو شکست ہوئی اور مسلمانون نے تمام ملک مین فتح و نصرت کا ڈنکا بجا دیا۔[عہ]

ع ابن اثیر وغیرہ۔ عہ ایلیٹ ہسٹری بحوالہ تاریخ گزیدہ۔

لیکن اِس طبل نصرت کی آواز بلند ہوتے ہی ہوا مین اُڑ گئی اِس لیے کہ عبداللہ واپس آئے اور یہ مقامات پھر اُسی طرح سرکشی پہ آمادہ تھے۔ آخر ۲۳ھ مین کافی انتظام کیا گیا۔ اور تینون ملکون پر بالاستقلال جداگانہ فوج کشی ہوئی۔

ایک طرف سہیل بن عدی نے بہ معیت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کرمان پر حملہ کیا ایک بہادر عرب نسیر بن عمرو عجلی کے ہاتھون وہان کا مرزبان مارا گیا۔ اور مسلمان ملک کے تمام حصّے پر متصرف ہو گئے۔ دوسری طرف عاصم بن عمرو نے بہ معیت عبداللہ بن عمیر سیستان کا رُخ کیا۔ پہلی ہی لڑائی مین دشمنون کو شکست ہوئی جو اپنے شہر زرنج مین محصور ہو گئے۔ آخر محاصرے کی سختیون سے تنگ آ کے وہان کے شاہ نے سر اطاعت جھکایا۔ اور مسلمان خراج مقرر کر کے واپس روانہ ہوئے۔

اِن دونون مُلکون کے فتح ہونے کے بعد حکم بن عمرو تغلبی نے مکران پہ فوج کشی کی۔ حکم سرحد مکران مین داخل ہی ہوئے تھے کہ شہاب بن مخارق اور سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان جو کرمان و سیستان کی مہمین سر کر چکے تھے اُن سے جا ملے۔ شاہ مکران نے راجہ سندھ سے مدد مانگی۔ راجہ سندھ ایک پہاڑی فوج لے کے بڑے جوش و خروش سے خود اس کی کمک کو آ موجود ہوا۔ لڑائی ہوئی۔ حامی وطن گروہون کا ستارہ دگرگون تھا۔ گو بڑی جان بازی سے مقابلہ کیا مگر آخر کار مکران کا حکمران جو وہان کی زبان مین رتبیل کہلاتا تھا مارا گیا۔ اور ساتھ ہی راجہ سندھ[ع] بھی نذر اجل ہوا۔ مکرانی اور سندھی فوجون نے شکست کھائی۔ وہ لوگ اِس بے سروپائی سے بھاگے کہ ہر طرف منتشر ہو گئے۔ اور دشمنون نے تعاقب مین جسے جہان پایا اور جس طرح چاہا قتل کیا۔ وہ دریا جو سندھ اور مکران کے درمیان مین بہتا ہے وہان تک تعاقب ہوا۔ اور میدان جنگ سے دریا کے کنارے تک ساری زمین لاشون سے پٹ گئی۔ اور خون کے سیلاب جاری ہو گئے۔ یہ فتح حاصل کرنے کے بعد

ع راجہ سندھ سے غالباً یہان کوئی سندھی شاہزادہ مراد ہے جو سندھ کی فوج لے کے کمک کو گیا ہوگا۔ ورنہ راجہ چچ اس زمانے کے بعد اپنے تختگاہ مین اپنی موت سے مرا

سندھ ایک عرب کی نظر مین

حکم نے مال غنیمت مین سے خمس جُدا کیا اور صحار عبدی کی حفاظت مین جناب عمر کی خدمت روانہ کیا۔ جس کے پہونچتے ہی دار الخلافت مدینہ مین بڑی خوشی کی گئی اور خداے عزوجل کا شکریہ ادا کر کے وہ مال بیت المال مین داخل کیا گیا۔ع۵

صحار عبدی چونکہ مکران کی سرزمین کو دیکھے چلے آتے تھے لہذا جب بارگاہ خلافت مین پہونچے تو حضرت عمر نے اُن سے وہان کے حالات دریافت کیے۔ صحار نے عرض کیا "امیر المومنین مین اُس سرزمین کے حالات بچشم خود دیکھ کے اور خوب دریافت کر کے حاضر ہوا ہون۔ وہان پانی کی تو کمی ہے مگر میوہ جات سے درخت لدے ہوئے ہین۔ اور چور جری ہین۔ نتیجہ یہ ہے کہ اگر فوج تھوڑی ہو تو ضائع ہو جاے اور زائد ہو تو بھوکون مرنے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے کہ رسد کا انتظام دشواری سے ہو سکتا ہے۔ حضرت فاروق نے فرمایا "تم وہان کے حالات بیان کرتے ہو یا شاعری کر رہے ہو؟" لیکن جب صحار عبدی نے سنجیدگی سے دوبارہ تصدیق کی تو آپ متردد ہو گئے۔ اور مسلمانون کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ع۶

بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حملہ آور فوج عرب کے سردارون نے بارگاہ خلافت سے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ اگر اجازت ہو تو ہم دریاے سندھ سے اُتر کے ممالک ہند پر فوج کشی کرین۔ غالباً اسی بنا پر جناب

ع۵ ابن اثیر۔

ع۶ بلاذری اس واقعہ کو حضرت عثمان کے عہد مین لکھتا ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ اُن کے حکم سے جب عبداللہ بن عامر بن کریز والی عراق ہوے تو جناب عثمان نے اُن کو لکھا کہ کسی کو ہندوستان روانہ کرو جو وہان کے حالات سے واقف ہو کے آئے اور مجھے مطلع کرے۔ عبداللہ بن عامر نے حکیم بن جبلہ عبدی کو سواحل ہند پر روانہ کیا۔ جنھون نے وہان سے واپس آ کے جناب ذو النورین کی خدمت بابرکت مین وہی تقریر کی جو بیان صحار عبدی کی زبانی حضرت فاروق کے سامنے بیان کی گئی۔ مگر یہ امر قرین قیاس نہین معلوم ہوتا اول تو اس لیے کہ بلاذری اس روایت کے بیان کرنے مین متفرد ہے۔ دوسرے یہ کہ حکیم بن جبلہ عبدی کا نام خلافت عثمانی کے مجاہدین مین بہت کم نظر آتا ہے۔ وہ کسی مقام پر کوئی اُولو العزمی کا کام کرتے نہین گیا بلکہ اُس کا شمار حضرت عثمان کے مخالفون اور دشمنون مین ہے۔ باغیانہ طور پر خروج کر کے جب

فاروق نے صحار سے مکران کے حالات دریافت کیے اور جب ایسی دقتون کو سُنا تو قطعی ممانعت کر دی۔ اور سخت تاکید کے ساتھ لکھا کہ ہرگز آگے بڑھنے کا ارادہ نہ کیا جاسے۔ لیکن دقت یہ ہے کہ جن لوگون نے یہ واقعہ بیان کیا ہے وہ اس لڑائی مین مسلمانون کا سپہ سالار عبداللہ بن عامر بن ربیع کو بتاتے ہین۔ غالباً اس بیان مین نام کی غلطی ہوگئی ورنہ پورا واقعہ بالکل قرین قیاس ہے ع۵

صحابہ سرحد ہند کے ادھر نہ بڑھے

یہی وجہ تھی کہ مسلمان سرحد ہند سے آگے نہ بڑھے۔ اور وہ ابتدائی پرجوش مجاہد جن کی تلوار دلہ نے ایک تھوڑی مدت مین ساری دُنیا کو زیروزبر کر دیا تھا۔ اُن کا لشکر مشرق کی جانب حدود ہند سے آگے نہ بڑھ سکا۔ کیونکہ بحری جہاز کی ممانعت پیشتر ہی کی جا چکی تھی۔ صرف خشکی کا راستہ باقی رہ گیا تھا جس کو مسلمان بخوبی طے کر آچکے تھے۔ اب صحار عبدی کے بیان نے یہ راستہ بھی بند کر دیا۔

لوگون نے جناب عثمان کو شہید کیا تو خروج کرنے والون مین یہی حکیم بن جبلہ عبدی بھی تھا جو باغیان بصرہ پر ایک سردار کی حیثیت رکھتا تھا۔ پھر جنگ جمل مین یہ حضرت علی کی طرف سے لڑا۔ اور لڑائی مین جناب عائشہ کو علانیہ گالیان دیتا تھا۔ یہان تک کہ طلحہ کے ہمراہیون مین سے کسی نے اس کی ٹانگ اُڑا دی اور اسی زخم سے نذر اجل ہوا۔ بہرتقدیر ایسے شخص کے ہاتھ سے خود حضرت عثمان کے لیے ایک ایسی خدمت کا سرانجام پانا بالکل بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے اور سب سے زیادہ ثبوت بلاذری کے بیان کے غلط ہونے کا یہ ہے کہ جو حالات بیان کیے گئے یہ مکران کی حالت سے زیادہ مطابق پائے جاتے ہین اس لیے کہ وہان ریگستان بھی ہے پانی کی بھی کمی ہے۔ اور وہان کے ڈاکو بھی اُس عہد مین مشہور رہتے۔ برخلاف سندھ کے اس لیے کہ سندھ کی نسبت کوئی واقعہ کار ایسے خیالات نہین ظاہر کرسکتا۔ اسی لیے ہم نے یہ واقعات ابن اثیر کے بیان کے مطابق لکھے ہین۔

ع۵ ایلیٹ ہسٹری بحوالہ تاریخ گزیدہ۔

حضرت عثمان کی خلافت ۲۴ھ سے ۳۵ھ تک

اسی سال ۲۳ھ کے اختتام پر جناب فاروق رہ نوردِ عالمِ بالا ہوئے۔ اور ۳- محرم ۲۴ھ کو قرعۂ انتخاب جناب عثمان کے نام پڑا۔ آپ نے اپنی خلافت کے دوسرے سال ۲۵ھ میں اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر بن کریز کو جہاد پر روانہ کیا جنہوں نے سیستان کا رُخ کیا۔ اور کابل پر حملہ آور ہوئے جو اُس زمانے کی تقسیم جغرافیہ کے لحاظ سے علاقۂ سیستان ہی میں شامل تھا۔ سیستان اگرچہ حضرت فاروق کے عہد میں فتح کر لیا گیا تھا مگر کابل ابھی تک خود مختاری کا پھریرا اُڑا رہا تھا۔ عبداللہ بن عامر بڑھ کے گئے اور کابل کی دیواروں کے نیچے بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ آخر عربی سپہ گری نے کابلی جوانوں کا مُنہ پھیر دیا جنھیں مجبوراً امر اطاعت جھکانا پڑا۔ اور کابل مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ یہ ہندوستان کا دوسرا پھاٹک ہے جس پر مسلمان اب پہونچے[۵]۔

لیکن اس میں شک ہے۔ اس لیے کہ عبداللہ بن عامر کا تقرر ۲۵ھ کے کئی سال بعد ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ والی بصرہ مقرر ہونے کے پہلے وہ بطور ایک سپہ سالار کے روانہ کیے گئے ہوں۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ اس حملے میں مسلمانوں نے کابل پر کوئی اپنا مذہبی اثر نہیں ڈالا۔ اور اہل کابل کو صرف تابع فرمان کر کے واپس چلے آئے مگر یہ نقش چند ہی روز قائم رہا تھا کہ کابل اپنی فطری عادت کے موافق بغاوت کر کے پھر خود سر ہو گیا۔

عبداللہ بن عامر والی بصرہ

کابلیوں کو اس خود سری سے تھوڑی ہی مدت تک فائدہ اُٹھانے کا موقع مل سکا۔ اس لیے کہ چار برس بعد ۲۹ھ میں لوگوں نے ابو موسیٰ اشعری والی بصرہ کی شکایت اس زور و شور سے کی کہ جناب ذی النورین نے اُن کو معزول کر کے اُنکی جگہ عبداللہ بن عامر کو مامور کر دیا[۶]۔ عبداللہ بن عامر ابو موسیٰ اشعری کی طرح زاہد شب زندہ دار اور عزلت گزینی کی زندگی بسر کرنے والے شخص نہ تھے۔ بچپن ہی سے مشق سپہ گری کی تھی۔ ہنوز عنفوانِ شباب تھا۔ پچیس برس کی عمر تھی۔ اور دل میں اولو العزمی اور بلند حوصلگی کے جذبات بھرے تھے۔ جن کے اُبھرنے کے لیے گورنری بصرہ کا میدان بہت وسیع تھا۔ اس وجہ سے کہ اسلام کے وہ تمام مقبوضات جو

نظم و نسق خلافت

ع۵ ابن اثیر۔

ع۶ ابن اثیر و ابن خلدون

مشرق کی طرف تھے سب والی بصرہ کے ماتحت ہوتے تھے۔ اور ادھر کے تمام ممالک مین جتنے والی مقرر مامور ہوتے تھے سب کو احکام خلافت والی بصرہ ہی کے ذریعے سے ملا کرتے تھے۔ اور اکثر اُن کا تقرر بھی والی بصرہ کے انتخاب سے ہوا کرتا تھا۔ یا آجکل کی اصطلاح مین یون کہنا چاہیے کہ والی بصرہ گورنر جنرل ہوتا تھا۔ جس کے ماتحت تمام مشرقی ممالک کے والی گورنر ہوا کرتے تھے۔ اسی طرح تمام ممالک مغرب کے لیے مصر کی گورنری تھی۔ سارے افریقہ اور اس زمانے کے بعد جب اندلس (اسپین) فتح ہوا تو وہان بھی والی مصر کے انتخاب سے والیان ملک کا تقرر ہوتا تھا۔ یہی انتظام جناب علی نے اپنے عہد مین بھی قائم رکھا۔ اور بنی اُمیہ کے آخر عہد تک برابر اسی طریقے پر عملدرامد رہا۔ بنی عباس کے عہد مین یہ طریقہ بدل گیا اور گورنر خراسان کو گورنر جنرل کی حیثیت حاصل ہوئی۔

عربی فاتحون کی رحمدلی کا نتیجہ۔

ابن عامر نے اِس عہدے پر ممتاز ہوتے ہی ہر جگہ کا انتظام کرنا چاہا۔ کیونکہ تمام ممالک مشرق مین گو کہ مکرر وسہ کرر فتح کیے جاتے تھے چند ہی روز بعد باغی پھر سر اُٹھاتے تھے۔ اور بے فوجکشی کیے اُن سے خراج وجزیہ نہ وصول ہوتا تھا۔ اصل یہ ہے کہ لوگون نے عربی فاتحون کے مزاج کو پہچان لیا تھا۔ اِس بات کا تو تجربہ ہو گیا تھا کہ اُن سے مقابلہ کرنے مین کامیابی کی اُمید نہین۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی سمجھ گئے تھے کہ اگر اُن کے سامنے سر جھکا دیا جاے تو اُن سے زیادہ رحمدل اور درگذر کرنے والا بھی کوئی نہین۔

اِس خیال نے یہ خرابی پیدا کر دی کہ سیستان۔ کرمان۔ مکران اور دیگر مشرقی ممالک کے حکمران بلکہ اِن ممالک مین سے ہر ہر شہر کی رعایا کا قاعدہ ہو گیا تھا کہ عربی فوجین آئین اور اُنھون نے چند روز کے مقابلے کے بعد سر اطاعت جھکا دیا۔ فاتحون نے رحم سے کام لے کے اُن کی خطا معاف کی۔ اور جزیہ مشخص کر کے دوسری طرف گئے۔ اُن کا جانا تھا کہ ان لوگون نے پھر علم بغاوت بلند کر دیا۔ عموماً ایسے شہر بلکہ ملک کثرت سے ملین گے جن کو عربون نے آٹھ آٹھ دس دس دفعہ فتح کیا اور وہ پھر ویسے ہی باغی کے باغی تھے۔

چنانچہ ابن عامر نے ولایت بصرہ کی باگ اپنے ہاتھ مین لے کے جو دیکھا تو

ممالک ایران پر ابن عامر کا حملہ

تمام مشرقی ممالک فتنہ و فساد اور بغاوت کی حالت مین نظر آئے۔ اُنھون نے سب کے پہلے عبد اللہ بن عمیر لیثی کو والی سیستان مقرر کیا۔ ابن عمیر ایک بہادر افسر تھے۔ بجلی کی طرح چمکتے اور گرجتے ہوئے پہونچے اور کابل تک تمام بلاد سیستان پر متصرف ہوگئے دو تین سال کے بعد عبد اللہ بن عامر نے ابن عمیر کو ہٹا کے عمران بن فضیل برجمی کو والی سیستان مقرر کر دیا۔

مکران

دوسری طرف ابن عامر نے عبید اللہ بن معمر کو مکران کا والی مقرر کر کے روانہ کیا۔ ابن معمر بھی کسی بات مین ابن عمیر سے کم نہین رہے۔ اُنھون نے مکران کی زمین پر جو تاخت کی تو سرکشون کو سرحد ہند تک مارتے اور تابڑ توڑ شکستین دیتے چلے گئے۔

کرمان

تیسری طرف کرمان پر ابن عامر نے عبد الرحمن بن حُبیس کو والی مقرر کیا جنھون نے اُس علاقے کو ہر طرح زیر و زبر کر کے مطیع الاسلام بنا لیا۔ع گو یہ انتظامات نہایت عمدگی اور استقلال سے کیے گئے تھے مگر چند روز بعد جو ابن عامر نے دیکھا

پھر بغاوت

تو ان مقامات مین وہی شور و ہنگامہ تھا۔ اور پھر اُسی طرح علم بغاوت و خود سری ہر طرف سے بلند کیا جا رہا تھا۔ صرف ایک مکران البتہ اِن خرابیون سے بچا ہوا تھا۔

عبد اللہ بن عامر نے یہ رنگ دیکھ کے خود سفر کا ارادہ کر دیا اور خراسان کی راہ لی۔ جہان سے بیٹھ کے اِن ممالک کا انتظام بسہولت و ہوشیاری کیا جا سکتا تھا۔ خراسان مین پہونچ کے ابن عامر نے مجاشع بن مسعود سلمی کو کرمان پر روانہ کیا۔ اور وہان کی حکومت بھی اُنھین کے قبضہ اختیار مین دی۔ اور سیستان پر ربیع بن زیاد حرثی کو والی مقرر کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ باغیون کی سرکوبی مین کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھین۔

کرمان پر مجاشع کا حملہ

مجاشع بن مسعود نے کرمان کا رُخ کیا اور جاتے ہی شہر ہمید پر حملہ آور ہوئے۔ مقابلے کے بعد شہر فوراً فتح ہو گیا۔ کیونکہ شہر والون نے اپنی عادت کے موافق اطاعت قبول کی اور اگرچہ مجاشع کے دل مین بہت کچھ غصہ بھرا ہوا تھا مگر اُن کو اصول اسلامیہ سے مجبور ہو کے اُن کی درخواست منظور کرنا

ع ابن اثیر۔

پڑی۔ غرض مجاشع نے شہر پر قبضہ کیا۔ اہل شہر کو پناہ دی۔ لیکن اب کی مرتبہ بالاستقلال حکومت قائم رکھنے کی غرض سے اُنھون نے ہمید مین اپنے لیے ایک عالیشان قصر بنایا جو مدتون "قصر مجاشع" کے نام سے مشہور رہا۔ یہان کا بخوبی انتظام کر کے مجاشع نے آگے قدم بڑھایا اور قدیم دار السلطنت کرمان شہر سیرجان پر حملہ کر دیا۔ شہر والون نے شہر کے پھاٹک بند کر لیے۔ اور مجاہدین نے فوراً شہر کو محصور کر لیا۔ چند ہی روز کے محاصرے مین اہل سیرجان بدحواس ہو گئے۔ اور آخر مجبوراً اُنھون نے اپنی قسمت فاتحون کے ہاتھ مین دے دی۔ مجاشع نے شہر پر قبضہ کر کے اگرچہ براہ رحم دلی کسی کی جان لینا نہ پسند کی مگر مصلحتاً اتنا ضرور کیا کہ اکثر اہل شہر کو جو فتنہ و فساد مین سرغنگون کی حیثیت رکھتے تھے جلاوطن کر دیا۔

اس کے بعد مجاشع نے بڑھ کے جیرفت پر حملہ کیا۔ یہان کے لوگون نے بھی مقابلہ کیا اور جب ایک سخت شکست کھالی تو عربی تلوار دن کے آگے سر جھکا کے کھڑے ہو گئے۔ ان پر بھی ترس کھایا گیا۔ اور فاتحون نے شہر پر قبضہ کر کے گھوڑون کو آگے مہمیز بتائی۔ جب مجاشع شہر قفص پر پہونچا تو سیرجان کے جلاوطنون نے جو یہان آ کے قیام پذیر ہوئے تھے مقابلہ کیا۔ مجاشع نے اُن کو ایسی شکست دی کہ گھر چھوڑ چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور مجاشع کی وہشت سے دیگر بلاد مین جا کے آباد ہوئے۔ مجاشع نے اُن کی جگہ عرب خاندانون کو یہان بسایا۔ غرض اس طرح مجاشع نے سارا میدان دشمنون سے خالی کرا لیا۔ اور قصر مجاشع مین بیٹھ کے کرمان پر حکومت شروع کی۔ؔ

سیستان پر ربیع بن زیاد کا حملہ

یہ تو مجاشع کی کارگزاریان تھین۔ ادھر سیستان مین ربیع بن زیاد حرثی نے جو حملہ آوری شروع کی تو اُس کا سلسلہ یون قائم ہوا کہ ربیع نے جاتے ہی سب کے پہلے قلعہ زالق پر اس تیزی سے تاخت کی کہ دشمنون کے بنائے کچھ نہ بنی۔ اور وہان کا دہقان (قلعہ دار) مسلمانون کے ہاتھ مین گرفتار ہو گیا۔ دہقان مذکور نے بہت کچھ مال و دولت بطور فدیہ نذر کیا تو جان بچی اور بہ وعدۂ اطاعت اپنے قلعہ پر متصرف رکھا گیا۔

ؔ ابن اثیر۔

قلعہ زالق سے بڑھ کے ربیع نے شہر کرکویہ پر حملہ کیا۔ اہل شہر نے سر اطاعت جھکا دیا۔ تو وہ آگے بڑھا اور زرنج کی طرف روانہ ہوا۔ راستے مین شہر آشت پڑا۔ یہان کے لوگون نے مقابلہ کیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ اور آشت والون کو ذرا مضبوطی سے لڑنے کی یہ سزا ملی کہ اُن کی بہت سی جانین تلف ہوئین اور ہزارہا اہل شہر کی لاشین خاک و خون مین نہلائی گئین۔ اس پر بھی نتیجہ یہی ہوا کہ بہ عاجزی حاضر ہوئے اور اپنی باقی ماندہ جانین فاتحون کے رحم کے حوالے کر دین۔ ربیع نے یہان سے بڑھ کے روار دی مین ناشروز اور شروا ذ دو مضبوط شہرون پر قبضہ کیا اور آخر زرنج کی دیوارون کے نیچے جا پہونچے۔

زرنج والون نے مقابلے پر آمادگی ظاہر کی۔ اور ربیع نے ہر چہار طرف سے محاصرہ کر لیا۔ وہان کے مرزبان نے اپنی کوششون مین تھک کے اور عاجز آ کے آخر پیام صلح دیا۔ اظہار اطاعت کیا اور درخواست کی کہ اجازت ہو تو مین خود امیر لشکر کی خدمت مین حاضر ہو کے اپنی جان بخشی اور اہل شہر کے لیے امان کا خواستگار ہون۔ ربیع نے اُسے اجازت دی۔ اور جس وقت وہ حاضر ہوا ہے تو اُس نے تمام مسلمانون کو ربیع سے لے کے ایک ادنٰے سپاہی تک ایسی مہیب وضع اور حالت مین پایا کہ دیکھتے ہی اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ دراصل یہ مسلمانون کی ایک حکمت عملی تھی جو اپنی ہیبت بٹھانے کے لیے کی گئی تھی۔ اُس کی نظر جب مسلمانون پر پڑی تو اُس نے دیکھا کہ ربیع ایک لاش پر بیٹھا ہوا ہے اور ایک لاش کا تکیہ لگائے ہے۔ صرف ربیع ہی نہین سارے مسلمان اسی وضع مین تھے۔ اِس تدبیر نے اپنا پورا اثر دکھایا اور مرزبان مذکور عربون کے سامنے کھڑا ہوا کانپ رہا تھا۔

بہ تقدیر صلح ہوئی۔ شہر مسلمانون کے سپرد کر دیا گیا۔ رعایا پر جزیہ مقرر ہوا۔ اور مسلمان فتحمندانہ جوش و خروش سے شہر مین داخل ہوئے۔ زرنج فتح کر کے ربیع نے دریاے سنار وذ کی طرف قدم بڑھایا۔ اور دریا سے اُتر کے اُس مشہور گانون پر خیمہ انداز ہوا جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ جہان پہلوان رستم و ستان کا اصطبل وہین تھا۔ رستم کے نام کی وقعت رکھ لینے کے لیے گانون والون نے نکل کے مقابلہ کیا۔ مگر جب بڑے بڑے شہر مقابلہ نہ کر سکے تو اُن کے امکان مین کیا تھا۔

شکست کھائی اور اطاعت قبول کی۔

ربیع اپنی فتوحات کے سلسلہ کو اس حد تک پہونچا کے واپس آیا۔ اور زرنج مین آکے مقیم ہوگیا۔ ایک سال اس شہر مین رہا۔ اور پھر ابن عامر کے پاس واپس گیا لیکن اپنی جگہہ پر ایک عامل کو مقرر کرتا گیا۔ اُس کے جاتے ہی اہل سیستان کو پھر آزادی کے مزے یاد آئے۔ فوراً ہر طرف بغاوت شروع ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن لوگون نے ربیع کے مقرر کیے ہوئے عامل کو نکال باہر کیا۔ اور حکمرانون کو پھر وہی لڑائی اور مقابلے کے تیور دکھانے لگے۔

پھر وہی بغاوت۔

ابن عامر ایسے لوگون کی سرکوبی کے لیے خراسان مین تیار بیٹھا تھا۔ اُس نے عبدالرحمن بن سمرہ بن حبیب کو والی سیستان مقرر کر کے روانہ کیا۔ عبدالرحمن ایک پُرانے تجربہ کار افسر تھے۔ اور ہر جگہہ اُن کی وقعت مانی جاتی تھی اس لیے کہ وہ خیر القرون کا تبرک اور جناب سرور کائنات کے اصحاب مین تھے۔ عبدالرحمن بن سمرہ نے فوراً بڑھ کے زرنج کا محاصرہ کر لیا اور ایسے سخت حملے کیے کہ اہل شہر نے پناہ مانگی اور پھر عہد اطاعت کیا۔

عبدالرحمن بن سمرہ کا حملہ سیستان پر

اِن بہادر اور مقدس صحابی رسول اللہ نے زرنج سے بڑھ کے سندھ کے تمام اُس علاقے پر تسلط کیا جو زرنج اور کش کے درمیان مین واقع تھا۔ براہ خشکی جب عساکر اسلامیہ سرحد ہند پر پہونچے ہین تو پہلے پہل ہندوستان کی زمین کا جو حصہ مسلمانون کے قبضے مین آیا وہ یہی ہے۔ اور ابن سمرہ ہی وہ صحابی ہین جنھون نے سب سے پہلے اپنی تلوار کا سایہ سرزمین ہند پر ڈالا۔ یہ مقام اب سندھ مین نہین ہے۔ بلکہ بلوچستان کے شمالی و مغربی حدود پر واقع ہے۔ اُن دنون سارا بلوچستان سندھ مین شمار کیا جاتا تھا اور راجہ سندھ کے قبضے مین تھا۔ اُس وقت کے جغرافیہ مین کوئی ملک بلوچستان کے نام سے نہین مشہور تھا۔ بلکہ مکران و سیستان سے سندھ کی حدین ملی ہوئی تھین۔

علاقہ سندھ پر عروج

عبدالرحمن بن سمرہ نے اُس کے بعد اُس زمین پر بھی قبضہ کیا جو رخج اور وداَن کے درمیان مین واقع تھی۔ جب وہ شہر وداَن پر پہونچے تو وہان کے لوگون نے کوہ زور مین جا کے پناہ لی۔ مگر عبدالرحمن بن سمرہ نے وہان بھی اُن کا

پیچھا نہ چھوڑا اور کوہ زور کا محاصرہ کرلیا۔ زور ایک بُت کا نام تھا جس کا مندر اِس پہاڑ پر قائم کیا گیا تھا اور اسی وجہ سے اُس کا نام بھی کوہ زور پڑگیا۔ یہ بُت سونے کا تھا اور یاقوت کی آنکھیں بناکے اُس کے چہرے پر نصب کردی گئی تھیں۔ آخر باغیوں اور سرکشوں نے اطاعت قبول کی۔

بُت شکنی کا نہایت عجیب نمونہ

عبدالرحمن اور اُن کے ہمراہی اسلامی ٹھاٹھ سے تکبیریں کہتے ہوئے آبادی میں داخل ہوئے اور عین بُت خانے پر جاکے دم لیا۔ مغرور مرزبان بھی دست بستہ حاضر ہوا۔ ابن سمرہ نے قبل اس کے کہ اُس کی طرف مخاطب ہوں جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ بُت کا ایک ہاتھ توڑ ڈالا اور پھر نیزے سے اُس کی دونوں آنکھیں اُکھاڑ کے گرادیں۔ اِس کارروائی کے بعد مرزبان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا "یہ اپنا سونا اور یاقوت لو۔ مجھے اِس سے کوئی غرض نہیں۔ صرف تم کو یہ دکھانا منظور تھا کہ بُت میں نفع ونقصان کی ذرا بھی قدرت نہیں"

کابل وزابل کی فتح۔

ابن سمرہ نے کوہ زور سے فراغت کرکے کابل وزابلستان کو بھی فتح کرلیا۔ سیستان کے ماتحت ضلع غزنہ (غزنی) تھا جس کے علاقے میں اِن دونوں مقامات کا شمار کیا جاتا تھا۔ سارا ملک سیستان از سرِنو فتح کرکے اور ہر شہر اور ہر گاؤں پر اپنا تسلط قائم کرکے عبدالرحمن بن سمرہ زرنج میں واپس آکے اقامت پذیر ہوگئے ہیں۔[۵]

جناب عثمان کی مخالفت اور آپ کی شہادت

اب وہ زمانہ آگیا کہ جناب عثمان کی مخالفت کا شور و ہنگامہ مصر و عراق میں پیدا ہوا۔ یہ ایک ایسا فتنہ تھا جس نے اسلامی قوت کو سخت صدمہ پہونچایا۔ آتش فساد کسی طرح دبائے نہ دبی اور آخر ناعاقبت اندیش باغیوں نے بڑی سختی و بےرحمی کے ساتھ اُس مظلوم خلیفہ کو گھر میں گھس کے پیاسا شہید کیا۔ افسوس کہ باہمی خونریزی کے لیے اِس وقت جو تلوار چلی تھی پھر نہ رُکی۔ اور ہزارہا بلکہ لاکھوں پاک۔ مقدس اور قیمتی جانیں اِسی کی نذر ہوئیں۔

حضرت علیؓ کی خلافت ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک

جناب عثمان کی شہادت کے بعد مسند خلافت نے ۳۵ھ کے آخر ایام میں ابن عم مصطفےٰ علی مرتضیٰ سے رونق پائی۔ آپ نے خلیفہ ہوتے ہی حضرت عثمان کے

---

[۵] ابن اثیر۔

مقرر کیے ہوئے تمام والیون کو معزول کر دیا۔ جہان ۳۶ھ کے پہلے ہی مہینے مین اور
سب معزول کیے گئے عامر بھی معزول ہوئے۔ جن کے ہٹتے ہی تمام اضلاع خراسان
وسیستان وکرمان مین باغیون نے سرکشی شروع کر دی اور یکایک ہر طرف
آتش فساد بھڑک اُٹھی۔ جناب علی نے پے درپے والی مقرر کرکے روانہ فرمائے
مگر یہ ایسا فساد تھا کہ محض انتظامی کارروائیون سے فرو ہو جاتا۔

حسکہ کا تسلط

سب پر طرہ یہ ہوا کہ ۳۶ھ مین واقعۂ جمل کے بعد جب طرفداران جناب
عائشہ صدیقہ پریشان ومنتشر ہوئے تو اُن مین سے حسکہ بن عتاب حبطی نے اپنی
قسمت کے دگرگون ہونے کا تماشا میدان جمل مین دیکھ کے راہ فرار اختیار کی۔ حسکہ کے
ساتھ چند اور بھی اُس کے ہم مذاق وہم خیال عرب شریک ہو گئے۔ جن مین عمران بن
فضیل برجمی کا نام زیادہ نمایان تھا۔ ان سبھون نے مل کے ممالک مشرق کی راہ لی
اور جاتے جاتے سیستان پہونچے۔ یہان والے باغی ہو چکے تھے اور اس اسلامی
سول وار اور مومنین کی باہمی خونریزیون کے زمانے مین کسی جدید عربی فوج کے آنے
کی اُمید نہ تھی۔ اُن کے خلاف توقع جب ان مفرورین کا چھوٹا گروہ اُن کی سرزمین مین
داخل ہوا۔ تو عربون سے مقابلہ کرنے کے گزشتہ مصائب کی تصویر اُن کی آنکھون کے
سامنے پھر گئی۔ اور سبھون نے بلاتامل حسکہ کے آگے سر اطاعت جھکا دیا۔ اِن
عربی پناہ گزینون کو عمدہ بُرد ہاتھ لگی۔ فوراً شہر زرنج پر قبضہ کر لیا۔ اور تمام علاقۂ سیستان
پر متصرف ہو کے آزادی سے ایک چھوٹی بادشاہی کے مزے اُٹھانے لگے۔

اُس کے مطیع کرنے مین ناکامی

حضرت علی کو خبر ہوئی تو آپ نے عبدالرحمن بن جُرد طائی کو روانہ کیا کہ
حسکہ وغیرہ کو اُن کی دستبرد پر سزا دین۔ مگر معاملہ دگرگون ہوا۔ عبدالرحمن جو مجرمون کو
سزا دینے آئے تھے مقابلے مین خود ہی مارے گئے۔ اور اُن کی فوج کو شکست دے
کے حسکہ نے اور بھی قوت کے ساتھ سیستان پر حکومت کرنا شروع کی۔ حضرت
علی نے یہ خبر سُنی تو پریشان ہوئے اور عبداللہ بن عباس کو جو والی بصرہ تھے لکھا
کہ کسی بہادر افسر کو چار ہزار فوج پر سردار مقرر کرکے سیستان روانہ کرو تاکہ حسکہ وغیرہ
کو کافی سزا ملے اور سیستان اُن لوگون کے تسلط سے آزاد ہو۔ ابن عباس نے

ربعی بن کاس

ربعی بن کاس عنبری کو چار ہزار آدمیون کے ساتھ روانہ کیا۔ ان کے ہمراہ

حسکہ کا قلع قمع

حقیین بن ابی الحر عنبری نے بھی سیستان کی راہ لی جو ایک زبردست سپاہی تھے۔ یہ فوج پہونچی تو حسکہ نے زرنج سے نکل کے پھر مقابلہ کیا۔ مگر اب اُس کی حکومت کا زمانہ پورا ہو گیا تھا حسکہ نے میدان جنگ مین اپنی جان بہادران مرتضوی کی تلوارون کی نذر کی اور دیگر ہمراہی بھی اکثر مارے گئے۔ اور جو باقی تھے منتشر ہو گئے[عہ]

ایک اور حملہ

اِس عہد مین سندھ پر ایک مستقل اور سخت حملہ کیا گیا۔ اور یہی پہلا حملہ ہے جو خشکی کی طرف سے خاص سرزمین سندھ پر ہوا تھا۔ اور در اصل یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ جناب امیر کے زمانے سے اس کمی کو بالکل دور کر دیتا ہے کہ اُن کے عہد مین کسی غیر ملک پر جہاد نہین ہوا۔ یہ حملہ اس طریقے سے ہوا کہ تغار بن فعیر Taghar-bin Zair حدود ہند پر فوج کشی کرنے کے لیے مامور کیے گئے۔ ان کے ہمراہ نامور اور شریف عربون کی ایک منتخب اور بکار آمد جماعت تھی جس مین حارث بن مرہ عبدی بھی تھے۔ حارث نہایت ہی تجربہ کار اور سربرآوردہ لوگون مین تھے۔

اِس فوج نے اپنے ضروری سامان فراہم کر کے ۳۸ھ کے آخر مین بہج اور کوہ پایہ کے راستے سے ہندوستان کی طرف کوچ کیا۔ یہ لوگ برابر کامیابی کے پھریرے اُڑاتے ہوئے جا کے کوہستان قیقان پر حملہ آور ہوئے۔ یہان دشمنون سے ایک سخت مقابلہ کی نوبت آئی۔ اس لیے کہ تقریباً بیس ہزار قیقانی کوہستانیون کی فوج اِن کی مزاحم ہوئی جس نے تمام دَرّون اور راستون کو روک لیا۔ عربون نے اپنے

ہیبت تکبیر

حملے مین اس زور سے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا کہ یہ غیر معمولی اور ہیبت ناک آواز پہاڑون مین گونج اُٹھی۔ اور قیقانیون کے کلیجے دہل گئے۔ بعض تو گھبرا کے مسلمانون کے پاس چلے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ اور باقی ماندہ لوگون نے راہ فرار اختیار کی۔ اس طرح مسلمانون نے غلبہ حاصل کر کے خوب اچھی طرح لوٹ مار اور بامراد و کامیاب واپس آئے۔ رعایاے ہند مین سے لوگون کو اُنھون نے اس کثرت سے گرفتار کیا تھا کہ کہتے ہین ایک دن مین ایک ہزار لونڈی غلام اپنے دوستون اور سپاہیون مین تقسیم کر دیے[عہ]

مگر اس کامیابی نے کچھ ایسا حوصلہ بڑھا دیا تھا کہ حارث بن مرہ عبدی نے

عہ ابن اثیر عہ ترجمہ چچ نامہ و فتوح البلدان۔

ایک سخت ناکامی

پھر حملہ کیا اور اس حملے مین قسمت اُنھین واپس لانے کے لیے نہین بلکہ خاک ہند کے سپرد کرنے کے لیے لے گئی تھی۔ دوسرے حملے مین جبکہ وہ بلاد قیقان پر حملہ آور تھے خبر آئی کہ جناب امیر المومنین علیؑ نے شربت شہادت پیا۔ اور جناب سبط اکبر کی رضامندی سے معاویہ بن ابی سفیان خلیفہ ہوئے۔ اس امر نے حارث کو یونہین افسردہ دل کر دیا تھا کہ یکایک ۴۲ھ مین کچھ ایسی اُفتاد پڑی کہ سرحد خراسان کے قریب ایک سخت اور جانبازی کی لڑائی لڑتے ہوئے مع اپنے رفقا کے خاک قیقان مین شہید ہوئے۔ ہمراہیون مین سے بھی کم آدمی بچے ورنہ سب کے سب نذر اجل ہوئے۔ یہ واقعہ جناب معاویہ کے عہد کا ہے۔ مگر ہم نے حارث کے حالات کے سلسلے مین بیان کر دیا تاکہ پھر ہمین ان کا تذکرہ دوبارہ نہ چھیڑنا پڑے۔

پھر بغاوت

سیستان پر اگرچہ حسکہ کو قتل کر کے ربعی عنبری نے پورا قبضہ کر لیا تھا مگر چند ہی روز بعد وہان کے لوگون نے حسب عادت پھر سرتابی کی۔ اور سیستان پر کیا منحصر ہے کرمان وغیرہ مین بھی علم بغاوت بلند ہو گیا۔ حضرت علی نے لوگون سے مشورہ کیا کہ ان ممالک کے لوگ اپنی شورہ پشتی سے کسی طرح باز نہین آتے ان کا کیا انتظام کیا جائے۔ جاریہ بن قدامہ نے راے دی کہ آپ زیاد کو اس کام کا ذمہ دار کیجیے وہ بہت ہی ہوشیار اور لائق شخص ہے اگر یہ ممالک اُس کے ہاتھ مین دے دیے گئے تو اُمید ہے کہ کل معاملات کا انتظام بوجہ احسن ہو جائے گا۔ حضرت علی نے اس راے پر عمل کر کے ۳۹ھ مین زیاد کو والی خراسان مقرر کیا۔ اور ان تمام ملکون کی حکومت بھی اُسی کے ہاتھ مین دے دی۔

زیاد کی ولایت

زیاد در اصل ایک لائق شخص تھا۔ اور سچ پوچھیے تو اُس عہد کے پولٹیشنون (علم سیاست مدن جاننے والون) مین اول درجہ رکھتا تھا۔ اس نے تمام انتظامات نہایت شائستگی سے کر لیے۔ بغاوت کرنے والے گروہون مین باہمی اختلاف پیدا کر کے بمصداق انگریزی مثل "ڈیوائڈ اینڈ کانکر" (باہم پھوٹ ڈالو اور فتحیاب ہو) سب کو کمزور کر کے اپنا مطیع بنا لیا۔ اسی وقت پہلے پہل

عہ فتوح البلدان۔

حضرت علی نے زیاد کے نام کو اُبھارا اور اسی زمانے مین اُسے موقع ملا کہ اپنے
آپ کو ایک منتظم اور لائق والی ملک ثابت کرے۔ مگر افسوس کہ اُس کی ترقی
کی بنا خود جناب علی مرتضی کے ہاتھ سے پڑی۔ جن کی نسل کو اُس کے اور اُسکی
نسل کے ہاتھون سے بڑے بڑے مصائب اُٹھانا پڑے۔ اور اکثر یادگاران
خاندان نبوت کا خاتمہ زیاد ہی کی اولاد کے ہاتھ سے ہوا۔ اب اس سے زیادہ
کیا ہوگا کہ سید الشہدا جناب امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک کاٹ کے اِسی یاد
کے بیٹے کے سامنے رکھا گیا۔

حضرت امام حسن کی خلافت سنہ ۴۰ھ سے سنہ ۴۱ھ تک

سنہ ۴۰ھ مین ابن ملجم کے کاری زخم نے جناب علی مرتضی کا کام تمام کیا۔ جناب
سبط اکبر امام حسن خلیفہ ہوئے۔ مگر جب آپ نے دیکھا کہ ساری دُنیاے اسلام
فتنہ و فساد سے بھری ہوئی ہے اور جناب معاویہ نے علی رؤس الاشہاد اپنے آپ
کو خلیفۂ رسول اللہ اور امیر المومنین کہلانا شروع کر دیا ہی نہین بلکہ شامی فوجین
مقابلے کو بھی روانہ ہو گئین تو آپ نے نہایت ہی نیک نفسی سے اُس خلافت پر
جو ایک دُنیاوی سلطنت ہو گئی تھی لات ماری۔ جناب معاویہ کے ہاتھ پر بیعت
کر لی۔ اور خود اپنے گوشۂ عزلت مین جا بیٹھے۔

معاویہ کی خلافت سنہ ۴۱ھ سے سنہ ۶۰ھ تک

جناب معاویہ خلیفہ ہوئے اور بلا استثناء ساری دُنیاے اسلام کی باگ
اُن کے ہاتھ مین آ گئی۔ اِس عہد مین سب کے پہلے یہی کوشش شروع ہوئی کہ جس طرح
حضرت علی کے عہد مین مختلف ملکون کی حکومت پر سے بنی اُمیہ ہٹا کے بنی ہاشم
مقرر کیے گئے تھے اُسی طرح اب اُس کے خلاف پھر بنی اُمیہ جا بجا والی مقرر کیے
جائین۔ ولایت بصرہ کا عہدہ عبد اللہ بن عباس کے ہاتھ سے لے لیا گیا اور یہ تجویز
ہونے لگی کہ اُن کی جگہ کون مقرر کیا جائے۔ جناب معاویہ اپنے بھائی عتبہ بن ابی
سفیان کو مقرر کرنا چاہتے تھے مگر عبد اللہ بن عامر نے جو جناب عثمان ذو النورین
کے عہد مین ایک زمانے تک والی بصرہ رہے مصر ہوئے کہ مجھے مقرر ہونا چاہیے اور
کہا اگر مین نہ معین کیا گیا تو میرا بڑا نقصان ہو جائے گا۔ جناب معاویہ نے منظور
کیا اور ابن عامر کو دوبارہ اُن تمام ملکون کی حکومت حاصل ہو گئی جو بصرہ
سے لے کے دولت اسلام کی انتہائی مشرقی حدون تک پھیلے ہوئے تھے

عبد اللہ بن عامر کی دوبارہ حکومت

عبداللہ بن عامر نے والی ہوتے ہی راشد بن عمر کو حدود سندھ پر روانہ کیا جنھون نے تاخت وتاراج کر کے تمام بلاد مین ایک زلزلہ پیدا کر دیا۔ اور لوٹ مار کے بہت کچھ مال واسباب کے ساتھ واپس آئے۔عہ

معتبر ذریعون سے بیان کیا گیا ہے کہ ۴۲ھ مین عین اُسی سال جب کہ حارث بن مرہ عبدی خاک قیقان مین شہید ہوئے تھے ایک اور عربی شہسوار عبدالرحمن نے سندھ پر حملہ کیا۔عہ لیکن غالباً یہ غلطی ہے اس لیے کہ اس کے دو برس بعد عبدالرحمن بن ہمزہ کی فوج کے نامور افسر مہلب نے کابل کی طرف سے سرنکال کے جو حملہ شمالی اضلاع سندھ پر کیا یہ اُسی سے مراد ہے۔ غالباً سنہ کے قائم کرنے مین غلطی ہو گئی ہے اور دو برس پہلے سمجھ لیا گیا۔

اب پھر عبداللہ بن عامر نے جو دیکھا تو سیستان مین علم بغاوت بلند تھا جس سعدی سے اُنھون نے جناب عثمان کے عہد مین یہان کے باغیون کی سرکوبی کی تھی اُسی مستعدی سے اب پھر متوجہ ہوئے لہذا اب جس گرمی وجوش سے ولایت بصرہ کی باگ اُنھون نے دوبارہ اپنے ہاتھ مین لی تھی اُسی طرح عبدالرحمن بن سمرہ کو بھی اُنھون نے دوبارہ والی سیستان مقرر کر کے روانہ کیا۔ ابن سمرہ نے ۴۴ھ مین سیستان کی راہ لی۔ پہلی لڑائیون نے اس ملک کے حالات سے اُنھین خوب واقف کر دیا تھا سیستان کی حدون مین داخل ہوتے ہی اس تیزی سے بڑھے کہ باغیون اور مرتدون کا قلع وقمع کرتے ہوئے برابر کابل کی دیوارون کے نیچے تک چلے گئے۔ راستے مین جو شہر پڑا فوراً فتح ہو گیا۔ اہل کابل کے تیور جب بُرے نظر آئے اور فاتحون نے شہر کے پھاٹک بند پائے تو محاصرہ کر لیا۔ اور چارون طرف منجنیقین قائم کر دین۔ اِن پرانے زمانے کی بکار آمد جنگی کلون نے شہر پناہ کو ایک طرف توڑ کے بڑا بھاری رخنہ کر دیا۔ اُس وقت اہل شہر نے بڑی مردانگی سے مقابلہ کیا۔ مگر مسلمان لڑتے ہوئے شہر مین داخل ہو گئے تو کابلیون نے سر اطاعت جھکا یا۔ کابل کا انتظام کر کے عرب آگے بڑھے شہر بُست پر حملہ کیا اور فتح کر لیا۔ پھر رزان کا رُخ کیا۔ یہان کے لوگ عربون کی آمد سنتے ہی شہر چھوڑ کے بھاگ گئے۔ مجاہدین نے رزان سے تجاوز

عہ دول الاسلام ذہبی۔ عہ تاریخ یافعی

کرکے خشاک پر حملہ کیا اور اہل خشاک نے بے لڑے اطاعت قبول کر لی۔

عبدالرحمن بن سمرہ نے خشاک سے بڑھ کے رخج والون کو پسپا کیا اور اُن کے شہر پر قبضہ کرکے آگے قدم بڑھایا۔ یہان سے بڑھ کے زابلستان مین داخل ہوئے جس سے علاقۂ غزنہ مُراد ہے۔ اِس علاقے کے تمام مقامات کو اپنا مطیع و منقاد بناکے کابل واپس آئے۔ کابل والے اتنے ہی دنون مین سرکشی پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اُنھون نے مقابلہ کیا تو مسلمانون نے پھر بہادری سے شکست دی۔ اور کابل مین اپنی حکومت قائم رکھنے کا انتظام کرکے عبدالرحمن بن سمرہ بصرہ مین واپس آئے جہان چند سال تک اپنی زندگی بُڑھاپے کے سکوت مین بسر کرکے سنہ ۵ ھ مین واصل بحق ہوئے[ع۵]۔

| ابن سوار عبدی کا حملہ | اسی سنہ ۴۳ھ مین اور بعض کے نزدیک سنہ ۴۲ھ مین[عہ] عبداللہ بن عامر نے عبداللہ بن سوار عبدی کو سواحل سند پر بھیجا۔ ابن سوار مذکور نے بڑھ کے قیقان پر حملہ کیا اور اُس سرزمین کی پرخاش جُو قومون کو شکست دے کے مال غنیمت حاصل کیا۔ قیقان مین اپنے سخت حملون سے ایک زلزلہ پیدا کرکے وہ جناب معاویہ کے دربار مین واپس گئے اور بارگاہ خلافت مین قیقانی گھوڑے پیش کش کرکے سرخرو ہوئے۔

اور شہادت

دار الخلافت دمشق مین چند روز مقیم رہ کے پھر خاک قیقان کی راہ لی۔ لیکن افسوس اب کی اُنھین حوصلہ مندی نہین موت لائی تھی۔ آتے ہی ترکی گروہون سے مقابلہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبداللہ بن سوار ارض قیقان ہی مین پیوند زمین ہوئے۔ اور ان کے ساتھ قریب قریب اُن کے تمام ہمراہیون نے شربت شہادت پیا۔

چچ نامہ کے مصنف نے جو لکھا ہے کہ معاویہ نے عبداللہ بن سوار کو چار ہزار

ع۵ ابن اثیر۔

عہ ایلیٹ نے بحوالہ چچ نامہ سنہ ۳۶ھ قائم کیا ہے۔ ابن اثیر سنہ ۴۳ھ اور ابن خلدون سنہ ۴۲ھ بتاتے ہین مگر سنہ ۳۶ھ بالکل غلط ہے اِس لیے کہ عبداللہ بن عامر جن کی طرف سے یہ تقرر ہوا سنہ ۳۶ھ ہی مین ولایت بصرہ سے معزول کر دیے گئے تھے۔

سواروں پر سردار مقرر کرکے روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ "تم جا کے سندھ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لو۔ وہاں جو کوہستان قیقان کے نام سے مشہور ہے اُس میں نہایت عمدہ اور پورے قد و قامت کے گھوڑے ہوتے ہیں۔ اِس سے پیشتر بھی دو گھوڑے مال غنیمت میں میرے پاس آچکے ہیں۔ لیکن وہاں کے لوگ بڑے شریر ہیں اور اپنے کوہستانی دروں کے باعث ہمیشہ سرکشی کے پاداش سے بچ جایا کرتے ہیں۔" یہ غالباً عبد اللہ بن سوار کے دوسرے سفر سے متعلق ہے۔ گو جناب معاویہ کے بیان میں ایسے الفاظ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا عبد اللہ بن سوار کو پہلے پہل روانہ کر رہے ہیں۔ لیکن یہ الفاظ شاید ناواقف مورخین کے ذاتی تصرف سے پیدا ہو گئے۔ انھیں ابن سوار کی مدح میں شاعر کہتا ہے۔

وابنُ سوارٍ علی عدّاتہ — موقدُ النار وقتّالُ السّغب

(اور ابن سوار جو فوج‌کشی کے وقت ہمیشہ اپنا باورچی خانہ گرم رکھتا تھا اور بھوکوں کو تہ تیغ کرتا تھا۔ یعنے اپنی فوج کو سیر رکھتا تھا اور دشمن بھوکے ہوتے تھے)

اور فیاضی — یہ شخص بڑا فیاض تھا۔ اُس کے لشکر میں کسی کو چولھا گرم کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ ایک دن اتفاقاً اُس نے لشکرگاہ میں کہیں آگ جلتے دیکھی تو پوچھا یہ کون چولھا گرم کر رہا ہے۔ لوگوں نے کہا ایک عورت کو زچگی ہوئی ہے۔ اپنے لیے خبیص (ایک مزے دار غذا جو خرمے اور گھی سے پکائی جاتی ہے) تیار کر رہی ہے۔ حکم دے دیا کہ تین دن تک تمام لوگوں کو خبیص ہی کھلایا جائے[۵]۔

مہلب کا حملہ — ۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہ نے جو عبد الرحمن بن سمرہ کی فوج کا ایک نامور سردار فوج تھا ہندوستان کا جہاد کیا۔ یہ حملہ نہ دریا کی طرف سے تھا اور نہ مکران کی طرف سے بلکہ یہ نیا راستہ تھا جس کو مسلمانوں نے پہلے پہل پایا۔ اگرچہ بعد غزنوی وغیرہ دیگر سلاطین اسلام نے اِسی سڑک سے آکے حملے کیے مگر قدیم مسلمانان عرب میں سے کسی سپہ سالار نے اُدھر کا رُخ نہیں کیا تھا ہمیشہ لوگ کابل تک آئے مگر آگے پہاڑوں کی مہیب پیچیدگیوں نے ایسا خوف دلایا کہ مشرق کی طرف کسی کو آگے قدم بڑھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ مہلب نے اِن کوہستانی

---

[۵] بلاذری۔

طلسمون کو توڑ کے پنجاب کے میدان مین قدم رکھا جو اُن دنون سندھ ہی مین شامل سمجھا جاتا تھا۔

لاہور و ملتان

مُہلّب نے خلافت سے اجازت پاتے ہی اپنے گھوڑے کو مشرق کی طرف بڑھایا اور کابل و پشاور کے درمیانی درّون سے سر نکال کے ہند اور لاہور پر سخت حملہ کیا۔ مُلتان اور کابل کے درمیانی علاقے کو اُس نے ایک ہی تاخت مین اپنی شمشیر خارا شگاف کے خوف سے ہلا دیا۔ دشمن سے شہر قندابیل کے قریب مقابلہ ہوا۔ اور مُہلّب نے نہایت ہی جان بازی سے حملہ آور یان کر کے زک دے دی۔ اور خوب مال و اسباب لے کے نیک نامی و سُرخروئی کے ساتھ واپس جانے لگا۔ع

ہندوستان کی موجودہ انگریزی و اُردو تاریخین جن پر فی الحال بھروسہ کر لیا گیا ہے اُن کو صرف مسلمانون کے اِسی حملے کا حال معلوم ہو سکا اور اِس سے پہلے ہند و سندھ پر جو فوج کشیان کی گئین اُن تک کسی کی نظر نہ پہونچ سکی۔ افسوس کہ عربی کتابون پر کسی کی نظر نہ پڑی جو اسلامی تاریخ کے تمام عہدون کو اور خصوص ابتدائی صدیون کے حالات کو خوب فصاحت اور نہایت صحت کے ساتھ بتا رہی ہین۔

مسلمانون مین گھوڑون کی دُمین کاٹنے کی ابتدا

اِسی زمانے مین مُہلّب جب ہندوستان سے واپس چلا تو ارض قیقان مین پہونچ کے اٹھارہ تُرکی سوارون سے دوچار ہوا۔ یہ تُرک باوجود کمی تعداد کے لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور آخر سب کے سب جوانانِ عرب کی تلوارون کا لقمہ ہوئے۔ اِن ترکون کے گھوڑون کے عیال اور دُمین کٹی ہوئی تھین مُہلّب کو یہ وضع پسند آ گئی اور بُولا "یہ عجمی ہم سے زیادہ اِس بات کے مستحق نہین ہین کہ اپنے گھوڑون کے عیال اور دُمین کاٹین"۔ یہ کہہ کے اُس نے اپنے اور اپنی فوج کے تمام گھوڑون کے عیال اور دُمین کاٹ ڈالین۔ اِسی وجہ سے کہتے ہین کہ اسلام مین مُہلّب پہلا شخص ہے جس نے گھوڑون کے لیے یہ وضع اختیار کی۔ع اس مہم مین بنّہ کی لڑائی کا منظر ازدی اپنے ایک شعر مین کیا خوب دکھاتا ہے۔ کہتا ہے ؎

الم تر ان الازد لیلۃ بیتوا ببنّۃ کانوا خیر جیش المہلّب

ع ابن اثیر۔ ع بلاذری۔

(کیا تم نے قبیلۂ ازد کے جوانون کو اُس رات نہین دیکھا جب اُنھون نے شہر نبۃ مین پڑاؤ ڈالا تھا کہ مُہلّب کی ساری فوج مین وہی اچھے نظر آتے تھے)

مُہلّب کا حملہ کابل کی طرف سے تھا مگر سندھ کا راستہ بالکل جُداگانہ تھا۔ وہان عبد اللہ بن سوار کے شہید ہونے کے بعد جو انتظام کیا گیا اُس سے مُہلّب کو کوئی تعلق نہین۔ جب عبد اللہ کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا تو اُن کی جگہ سندھ پر زیاد بن ابی سفیان نے سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی کو روانہ کیا۔ یہ شخص عالم و فاضل اور خدا پرست تھا۔ کہتے ہین یہ پہلا شخص ہے جس نے فوج والون کو طلاق کی قسم دلائی۔ سنان سواحل پر آیا۔ مکران کو جوہر شجاعت دکھا کے فتح کیا۔ اُس کی آبادی و رونق مین ترقی دلائی۔ چند روز قیام کر کے وہان کے شہرون کی سرسبزی کا عمدہ انتظام کیا۔ اِسی شخص کے بارے مین شاعر کہتا ہے۔

سنان بن سلمہ کا حملہ۔

رائیت ہذیلاً احدثت فی یمینہا ۔۔۔ طلاق نسائہ ما یسوق لہا مہراً

لہان علیّ حلفۃ ابن محبق ۔۔۔ اذا رفعت اعناقہا حلقاً صُفراً

(مین نے ہذیل والون کو دیکھا کہ اُنھون نے اپنی قسم مین بے مہر ادا کیے جورؤون کو طلاق دے دینے کی قسم کی نئی بدعت ایجاد کی مگر مجھے ابن محبق کی قسم آسان ہے جب کہ عورتین گردنین اُٹھا اُٹھا کے سونے کی بالیان دکھائین)

ابن کلبی کا بیان ہے کہ مکران کو اِس سے پیشتر حکیم بن جبلۂ عبدی فتح کر چکا تھا[ع] لیکن ممکن ہے کہ سنان بن سلمہ نے اُس کو دوبارہ فتح کیا ہو۔ عرب کی فتوحات کا حال جن لوگون نے تفصیل سے دیکھا ہے اُن کے نزدیک یہ امر بہت ہی قرین قیاس ہوگا۔ اس لیے کہ عرب نے ہمیشہ اکثر شہرون کو متعدد دفعہ فتح کیا ہے۔ جس کی وجہ سوا اُن کی رحمدلی کے اور کوئی نہین ہوسکتی۔ اس لیے کہ فتح کر کے لوگون پر وہ اتنا تشدد کبھی نہ کرتے تھے جتنے تشدد کی ایک فاتح کو ضرورت ہوتی ہے۔

اس کے بعد زیاد نے سواحل ہند پر راشد بن عمرو جُدیدی ازدی کو

راشد ازدی کی مہم۔

ع۵ بلاذری۔

روانہ کیا۔ راشد بن عمرو جدیدی عرب کے بہت ہی شریف خاندان سے تھا اور اس کے ساتھ ذاتی لیاقت اور خوبیون سے بھی آراستہ تھا۔ کم سنی ہی مین اُس نے شجاعت کے جوہر بھی دکھا دیے تھے۔ جب زیاد نے سنان بن سلمہ کو معزول کرنا چاہا ہے اُن دنون اتفاقاً یہ شریف النفس بہادر معاویہ کے دربار مین پیش کیا گیا اور اُس کے تمام اوصاف ظاہر کیے گئے۔ معاویہ نے اِن اوصاف پر اُس کی یہان تک قدر کی کہ اپنے برابر سریر خلافت پر بٹھا لیا۔ اس کے بعد تمام افسران فوج کی طرف مخاطب ہو کے کہا "یہ ایک بے مثل شخص ہے۔ تم سب لوگون کو چاہیے کہ اس کی اطاعت کرو اور اسے معرکۂ کارزار مین تن تنہا نہ چھوڑ دو۔" یہ کہہ کے راشد کو مکران کی طرف روانہ کیا کہ مہم سندھ کا کام سنان بن سلمہ کی جگہ سرانجام دے۔

اس کے ساتھ ہی جناب معاویہ نے سنان کو لکھا کہ مین نے راشد کو روانہ کیا ہے۔ یہ پہونچین تو تم سڑک تک آکے ان کا استقبال کرو۔ اور ہند و سندھ کے تمام حالات سے انھین آگاہ کر دو۔ راشد مکران کے قریب پہونچا تو سنان نے حسب الحکم اُس کا خیر مقدم ادا کیا۔ پھر اُس کی اطاعت کی اور تمام معاملات سے اُسے واقف کر دیا۔ اُن تمام حالات سے واقفیت حاصل کر کے راشد نے سرحدی بلاد پر فوجکشی شروع کی۔ کوہ پایہ والون سے خراج وصول کر کے قیقان پر حملہ کیا۔ وہان سے موجودہ اور آیندہ دو سال کا خراج وصول کر کے بہت سا مال غنیمت اور لونڈی غلام فراہم کیے ایک برس کے قیام مین یہ سب کارروائیان کر کے وہ براہ سیوستان واپس روانہ ہوا۔ مندرا اور بہنج پہاڑیون تک پہونچا تھا کہ کوہستانی لوگون نے جو مید کہلاتے تھے ایک پچاس ہزار آدمیون کے گروہ سے آکے مقابلہ کیا۔ صبح سے شام تک لڑائی رہی اور آخر وقت راشد مارا گیا۔ عہ تب مجبوراً سنان بن سلمہ نے افسری فوج کی باگ اپنے ہاتھ مین لی۔ زیاد کو یہ خبر پہونچی تو اُس نے اپنی طرف سے بھی سواحل پر سنان ہی کو مامور کر دیا۔ سنان دو سال تک وہین مقیم رہا۔ اُسی زمانے مین اعشی ہمدانی نے مکران کی شان مین یہ اشعار کہے ہین۔ سہ

سندھ مین راشد کا ورود۔

اور شہادت

ولایت سنان

وانت تسیر الی مکران　　　　فقد شحط الورود المصدر

عہ بلاذری　　عہ چچ نامہ　　سہ بلاذری

ولم تک حاجتی مکران ولا الغزو فیها ولا المتجر

(اور تو (اپنی طرف خطاب ہے) مکرآن جاتا ہے۔ فرودگاہ اور وطن مین بڑا فاصلہ ہوگیا۔ اسے مکرآن مجھے کچھ تیری حاجت نہ تھی جس مین نہ جہاد ہے نہ تجارت ہے)

وحُدثت عنها ولم آتها فما زلت من ذکرها اذخر
بان الکثیر بها جائع وان القلیل بها ضُوئر

(اور مین نے اُس کا حال سُنا تھا وہان آیا نہ تھا۔ اور ہمیشہ اُس کے ذکر سے بھاگتا تھا۔ اِس لیے کہ وہان اکثر لوگ تو بھوکے ہین اور بعض مقامات وہان کے خوفناک ہین)

اب بالاستقلال حکومت مکرآن و سرحد سندھ حاصل کرکے سِنان نے اپنی کارگزاریون کے عمدہ نمونے دکھائے۔ قیقان پر حملہ کرکے اُس نے بڑی فتحمندی حاصل کی۔ اور کئی جدید اضلاع کو اپنے قبضے مین کرلیا۔ اور آخر فتوحات حاصل کرتا ہوا مقام بدھا مین پہونچا جہان عین معرکۂ کارزار مین نہایت ہی بے رحمیون کے ساتھ مارا گیا۔ اور اُن لوگون کا محسود ہوا جو ایسی موت کو سب سے اعلے شہادت تسلیم کرتے تھے۔[ع]

اُسکی شہادت

معاویہ کے آخر عہد ۵۹ھ مین خود زیاد کے بیٹے عباد نے براہ سیستان سواحل سندھ پر جہاد کیا۔ کوچ کرتا ہوا سنارود پہونچا۔ پھر علاقہ رود بار سے گزر کے جو ارض سیستان مین ہے ہندمند (ہلمند) کی راہ لی۔ بڑھ کے کُش پر خیمہ انداز ہوا۔ اور وہان سے قطع مسافت کرتا ہوا قندھار پہ جا پڑا۔ قندھار والون نے جوانمردی سے مقابلہ کیا لیکن عباد نے اُن کو شکست دی۔ اپنی تلوار سے اُن کا مُنہ پھیر دیا۔ اور چند قیمتی مسلمانون کی جانین نذر کرکے شہر پر قبضہ کرلیا۔ ابن مفرغ شاعر جو اِس سفر مین

عـه چچ نامہ۔

عـه عباد بن زیاد اور ابن مفرغ کا حال جو ابن اثیر مین مذکور ہے اُس کا یہان بیان کردینا خالی از لطف اور بے موقع نہ ہوگا۔ عباد کے ہمراہ اُس عہد کا مشہور با مذاق شاعر یزید بن مفرغ حمیری بھی تھا۔ اتفاقاً راستے مین چارے کا قحط پڑ گیا۔ اور گھوڑون کو نہایت تکلیف ہونے لگی۔ بامذاق شاعر کو طبع آزمائی کا موقع مِلا۔ اُس نے ایک شعر تصنیف کیا جو فوراً

اُس کے ہمراہ رکاب تھا شہداے قندھار کے مرثیہ اور اپنے دردِ دل کے متعلق کہتا ہے:۔

کم بالجروم وارض الهند من قدم ومن سرابیک قتلی لاهم قبروا
بقندهار ومن یکتب منیته بقندهار یرجم دونه الخبر

(ممالک گرم مین اور ارضِ ہندوستان مین بہت سے نقش قدم ہین اور بہت سے سرہنگان قوم ہین جو شہید ہوئے اور دفن تک نہ کیے گئے قندھار مین۔ اور جس کی موت قندھار مین لکھی ہے بڑے بڑے پتھرون کے نیچے دبا دیا جاتا ہے اور اُس کی خبر بھی نہین پہونچ سکتی)

لیکن عباد بن زیاد کو ولایت مکران اور باضابطہ فوج کشی سندھ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ گو اپنی حملہ آوری کی رفتار مین اُس کے سوار ہندوستان کی سرزمین پر یکایک گھوڑے دوڑاتے ہوئے نکل گئے۔ سنان بن سلمہ کی شہادت کے بعد جو شخص والی مکران مقرر ہو کے فوج کشی سندھ کا ذمہ دار بنایا گیا وہ منذر بن جارود عبدی ہے۔ جس کی کنیت ابوالاشعث تھی یہ

منذر بن جارود والی مکران

ہر لشکری کی زبان پر تھا۔ وہ شعر یہ ہے۔

الا لیت اللحی کانت حشیشاً فنعلفها دواب المسلمین

(یعنے کاشکے ڈاڑھیان گھانس پھوس ہوتین کہ مسلمانون کے رہوار اُنھین چر چر کے پیٹ بھر لیتے) شاعر کی بدنصیبی سے خود سپہ سالار فوج عباد کی ڈاڑھی بہت لمبی تھی حاسدون کو کافی موقع ملا۔ اُنھون نے پوری طرح ذہن نشین کر دی کہ یہ شعر آپ ہی کی شان مین کہا گیا ہے۔ عباد نے غضبناک ہو کے ابن مفرغ کی گرفتاری کا حکم دیا مگر وہ اس انجام کو پیشتر سے سوچ کے بھاگ چکا تھا۔ عباد جب اُس کی گرفتاری مین زیادہ کد کرنا چاہی تو اُس نے زیاد اور سارے خاندان کی ہجو مین ایسے اشعار کہے جن سے صرف زیاد اور اُس کی نسل ہی کی توہین نہین ہوتی تھی بلکہ ابو سفیان اور خاندان بنی اُمیہ پر بھی بخت چوٹین تھین۔ اس ہجو کو بڑی شہرت ہوئی یہان تک کہ کم کوئی عربی تاریخ ہے جس کے صفحون پر وہ ہجو نہ موجود ہو۔

عہ بلاذری۔

ایک بہادر اور اولوالعزم شخص تھا۔ آتے ہی توقان[۱] اور قیقان پر فوجکشی کی۔ اِس لڑائی مین مسلمانون نے بہت اچھی کامیابی حاصل کی۔ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اور کثرت سے لونڈی غلام اپنے وطنون کو روانہ کیے۔ منذر بن جارود نے اس کے بعد بڑھ کے قُصدار کو فتح کر لیا۔ وہان بھی بہت سے لونڈی غلام قبضے مین آئے۔ قُصدار بھی اُن بلاد مین سے ہے جو مکرر فتح کیے گئے۔ سنان اس شہر کو فتح کر چکا تھا۔ مگر شہر والون نے شامت اعمال سے پھر بغاوت کر دی اور خود اپنے ہاتھون اس آفت مین دوبارہ مبتلا ہوئے جس کا مزہ ایک دفعہ چکھ چکے تھے۔ سنان نے بعد فتح قُصدار وہین قیام اختیار کر لیا۔ یہان تک کہ داعی اجل نے اُسے آغوش لحد کے خواب نوشین مین سُلا دیا۔ چنانچہ شاعر اُس کے مرثیہ مین کہتا ہے[۲]۔

حل لقصدار فلا ضحی بہا	فی القبر لم یقفل مع القافلین
للہ قصدار واعنابہا	ای فتی دنیا اجنّت ودین

(قُصدار مین داخل ہوا پھر جو دیکھا تو قبر مین تھا۔ مجاہدین کے ساتھ واپس نہ آیا۔ اللہ اللہ قُصدار اور اُس کے وادی! کیسے جوان کو دنیا و دین نے قبر کے سپرد کر دیا)۔

یزید بن معاویہ کا عہد ۶۰ھ تا ۶۴ھ

منذر بن جارود کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے جو اب اپنے باپ کی جگہ والی بصرہ تھا منذر بن حارث بن بشر کو والی سندھ مقرر کیا۔ منذر کو ایک سفر مین کچھ ایسی بدشگونی پیش آئی کہ عبید اللہ بن زیاد نے پیشین گوئی کر دی۔ منذر سندھ سے زندہ واپس نہ آئے گا۔ باوجود اس کے یہ ایسا بہادر اور نامور افسر تھا کہ ابن زیاد کو اُسے روانہ کرتے ہی بنی۔ لیکن ابن زیاد کی پیشین گوئی بالکل سچی

ولایت منذر بن حارث

[۱] بلاذری توقان کو بوقان لکھتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ یہان کے لوگ فی الحال مسلمان ہین۔ اور کہتا ہے کہ عمران بن موسی بن یحیے بن خالد البرمکی نے یہان ایک شہر آباد کیا ہے جس کا نام بیضا رکھا ہے۔ یہ شہر المعتصم باللہ کے عہد مین آباد کیا گیا تھا دوسرے مورخین اس نام کو توقان بتاتے ہین۔ مسٹر ایبٹ کے خیال مین اس سے مراد شہر بدھا ہے۔ [۲] بلاذری۔

ثابت ہوئی اسلیے کہ منذر حدود توران تک پہونچتے ہی بیمار ہوا۔ اور اس بیماری سے کسی
طرح نہ جان بر ہو سکا آخر وہین پیوند زمین ہوا۔ منذر نے جس وقت داعی اجل کو لبیک کہی
ہے اُس وقت اُس کا بیٹا حکم کرمان مین تھا۔ عبید اللہ بن زیاد کو جب منذر کے
مرنے کی خبر معلوم ہوئی تو نہایت متاسف ہوا اور دل مین خیال کیا کہ باوجود بدشگونی
کے اُس نے میرے حکم پر عمل کر کے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ اسی خیال سے اُس نے حکم
بن منذر کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا خزانے سے تین ہزار درہم بھیجے اور اُسے منذر مرحوم
کی جگہ والی کرمان و سندھ مقرر کر دیا۔ حکم چھ ہی مہینہ والی کرمان رہنے پایا مگر اس مدت
مین بھی اُس نے اپنی لیاقت و بہادری بخوبی ظاہر کر دی[1]۔

ولایت حکم بن منذر

حکم کے بعد ابن زیاد نے ایک دوسرے لائق و بہادر سردار ابن حری باہلی کو
والی سواحل سندھ مقرر کیا۔ ابن حری کے ہاتھون خدا نے مسلمانون کو بہت سے فتوحات پر
فخر کرنے کا موقع دیا۔ اُس نے خاک سندھ مین پہونچتے ہی میدان کارزار گرم کر دیا۔
سخت معرکہ آرائیان کین۔ فتحیاب ہوا۔ اور مال غنیمت حاصل کیا۔ بعض مورخین کہتے
ہین کہ عبید اللہ بن زیاد نے اصل مین تو سنان بن سلمہ کو اس خدمت پر مامور کیا تھا
مگر اُس کی طرف سے جو فوجین سندھ پر گئین اُن پر ابن حری باہلی سپہ سالار تھا۔ بہر
تقدیر جو کچھ ہو فتوحات کی کنجی ابن حری ہی کے ہاتھ مین تھی۔ شاعر اسی ابن حری کی
شان مین کہتا ہے[2]

ابن حری باہلی کی ولایت

لَوْلَا طِعَانِی بِالْبُوقَانِ مَا رَجَعَتْ مِنْہ سَرَایَا ابْنِ حَرِّیْ بِاَسْلَابِ

(اگر بوقان مین مین اپنی نیزہ بازی کے جوہر نہ دکھاتا تو ابن حری کی فوجین مقتولون کے
ہتھیار اور سامان لے کے نہ واپس آتین)۔

---

[1] چچ نامہ [2] بلاذری

ساتوان باب

خلافت آل مروان - فتوحات سندھ

عبدالملک بن مروان کا عہد ۶۵ھ تا ۸۶ھ

اب وہ زمانہ آگیا کہ اسلامی خلافت کا دربار ایک بہت بڑا شاہنشاہی دربار ہوگیا اور عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا جس نے در اصل اسلامی سلطنت کو بڑی قوت دی۔ کرنل ٹاڈ اپنی تاریخ راجستان مین لکھتے ہین کہ عبدالملک بن مروان کے تخت نشینی کے پہلے ہی سال یعنی ۶۵ھ مین مسلمانون نے براہ سندھ ایک چڑھائی ملک راجپوتانہ پر کی جس مین اجمیر کا راجہ مانک راؤ اپنے راج کنور کے ساتھ نذر اجل ہوا لیکن یہ واقعہ بالکل غلط ہے مسلمان اُس وقت تک سندھ کی سرحد پر صرف معمولی مشق سپہگری کر رہے تھے۔ یا بعض نے کبھی دریاے اٹک کے بعض سواحل کے شہرون کو لوٹ مار لیا۔ لیکن کسی تاریخ سے پتہ نہین چلتا کہ انھون نے اس وقت تک سرزمین ہند کے اندر گھسنے کا کبھی ارادہ بھی کیا۔ اگر اس کی ذرا بھی اصلیت ہوتی تو عربی مورخ ضرور بیان کرتے۔

حجاج بن یوسف کی ولایت بصرہ - سعید حاکم مکران

خلافت عبدالملک کے دسوین سال حجاج بن یوسف ثقفی والی عراق مقرر ہوا۔ چونکہ سندھ وغیرہ کا تعلق حکومت عراق ہی سے تھا لہٰذا حجاج نے اپنی حکومت کے پہلے ہی سال یعنی ۷۵ھ مین سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو مکران اور سواحل سندھ کا گورنر مقرر کیا۔[۱]

ایک نامور عرب شہسوار محمد علافی جو قبیلۂ بنی آسار کی ایک بچپن کی یادگار تھا جب اُسے عبدالرحمن بن اشعب کے مقابلے مین شکست ہوئی تو اُس نے پہلے تو بھاگ کے جان بچائی اور پھر پوشیدہ طور پر جا کے عبدالرحمن کو مار ڈالا۔ اور اپنے قبیلے کے پانسو جرار عرب ہمراہ لے کے عمان سے براہ دریا سندھ مین آکے مقیم ہوا تاکہ راجہ ڈاہر کی پناہ مین زندگی بسر کرے۔ ساحل سندھ پر اُتر کے اُس نے ایک رات کو ڈاہر کے دشمن راآمل کی فوج پر اس جرأت سے اور ایسا مناسب موقع پا کے چھاپہ مارا کہ راآمل کے اسی ہزار ہمراہیون کو تباہ کر دیا۔ بہتیرون کو مار ا-

---

[۱] ایلیٹ ہسٹری ملخص بلاذری۔

بہتون کو گرفتار کیا۔ اِس کے علاوہ پچاس ہاتھی بہت سے گھوڑے اور بہت کچھ مال و اسباب ہاتھ لگا۔ یون راجہ داہر کی خوشنودی حاصل کرکے وہ سندھ مین باطمینان رہنے لگا۔ اُس کی قوم کے اکثر آدمی چونکہ سرحدی ملی ہوئی تھی اس وجہ سے اکثر مکران مین آیا کرتے تھے۔

سعید بن اسلم جب مکران مین پہونچا تو اُس نے کسی جُرم پر صفوی بن لام الحمامی کو پکڑ کے قتل کرڈالا۔ یہ شخص علافی خاندان مین سے تھا جو عمان سے آکے سندھ مین مقیم ہوئے تھے۔ تمام گروہ علافی اس خون کا انتقام لینے کے درپے ہوگیا۔ سعید خراج وصول کرکے واپسی کے ارادے مین تھا کہ اُن لوگون نے یکایک حملہ کرکے اُسے مار ڈالا۔ اور مکران پر قابض و متصرف ہوگئے۔ حجاج کو یہ خبر معلوم ہوئی تو نہایت برہم ہوا اور علافی قوم کے سرگروہ سلیمان علافی کو جو عرب مین اُس قبیلے کی سرداری کی حیثیت رکھتا ماخوذ کرکے حکم دیا کہ اُس کا سر کاٹ کے سعید کے اعزا مین بھیجا جاسے تاکہ وہ اپنا دل ٹھنڈا کرین۔ اور اس کے ساتھ ہی مجاعہ بن سعر تمیمی کو مکران روانہ کیا۔ مجاعہ کا مقدمۃ الجیش عبدالرحمن بن اشعث کی سرداری مین تھا۔ علافیون نے عبدالرحمن پر حملہ کیا اور جب تک مجاعہ کو خبر ہو ہو اُسے مار ڈالا۔ پھر خیال کیا کہ عساکر خلافت سے مقابلہ کرنا خودکشی ہے۔ چنانچہ اسی خیال سے عبدالرحمن کو مارتے ہی ۸۵ھ مین سندھ بھاگ گئے۔ داہر نے اُن کو ہاتھون ہاتھ لیا۔ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اور اُنھین اپنی خدمات مین لیا۔ یہی پہلی بنا ہے جس کی وجہ سے گویا داہر نے عربون کو اپنے اوپر غصہ دلایا۔ اور اُنھین مجبور کیا کہ اُس کے مُلک کی طرف توجہ کرین۔ ورنہ اس سے پہلے مسلمانون کا ہرگز ارادہ نہ تھا کہ سندھ کو اپنے قلمرو مین شامل کرین وہ صرف پہاڑی قومون سے لڑتے بھڑتے رہتے تھے تاکہ سپہگری کی عادت نہ چھوٹے ظاہر ہے کہ ابتداے زمانۂ خلافت ہی سے ممانعت کردی گئی تھی کہ مسلمان آگے نہ بڑھین۔

ع۵ ابن اثیر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سعید بن اسلم کا تقرر خود خلیفہ عبدالملک کے فرمان کے رو سے ہوا تھا۔ ہان اُس کے بعد مجاعہ کو البتہ حجاج نے بطور خود معین کرکے روانہ کیا۔

اسی واقعہ کو بلاذری نے یون لکھا ہے کہ سعید جب مکران مین پہونچا تو حارث علافی کے دونون بیٹے معاویہ اور محمد اُس کے مقابلے مین آکے عف آرا ہوئے۔ یہ لوگ خلافت کے مجرم تھے۔ اور یہان حدود سندھ مین آکے باغیانہ طور پہ پناہ گزین ہوئے تھے۔ سعید جب خلافت کی فوج لے کے آیا تو انھون نے ذرا بھی پروا نہ کی اور فوراً جان بازی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سعید کی زندگی تمام ہو چکی تھی وہ لڑائی مین مارا گیا۔ عساکر خلافت بے افسر و راہبر نہایت ناکامی سے واپس گئین اور وہ دونون پوری طرح ان اضلاع پر متصرف ہو گئے۔[۱]

حجاج کو اس حادثہ کا حال معلوم ہوا تو اُس نے طیش کھا کے ایک بہادر افسر مجاعہ بن سعر تمیمی کو سواحل مذکورہ کا حکمران مقرر کر کے روانہ کیا۔ مجاعہ نے پہونچ کے میدان جنگ گرم کیا۔ باغیون کی سرکوبی کی۔ اور اسی فتحیابی کی رَو مین بلاد سندھ پر بھی تاخت و تاراج شروع کر دی۔ ہر طرف لوٹا مارا۔ قندابیل کے قبائل پر فتحیاب ہوا۔ اُس کو قسمت نے اُن اولوالعزمیون کے ایک ہی سال کا موقع دیا تھا کہ فرشتۂ اجل آپہونچا اور وہ پیوند زمین ہوا۔[۲] شاعر کہتا ہے۔

ما من مشاہد لک الّا شاہد لنا ۔۔۔ الّا یزینک ذکرہا مجاعا

(جن معرکہ ہائے جنگ مین تو نے نبرد آزمائی کی اُن مین سے جو ہے اے مجاع تیرے ذکر کو رونق بخش رہا ہے)۔

مجاعہ کے مرنے پر حجاج نے محمد بن ہرون بن ذراع نمری کو مامور کیا۔[۳] اس والی کا تقرر ولید کی خلافت سے ذرا پہلے ہوا تھا۔ لیکن اُس کی تمام کارگزاریان چونکہ ولید بن عبدالملک کے عہد مین ظہور پذیر ہوئین لہٰذا ہم نے اُس کا تذکرہ اس موقع پر کر دیا۔

محمد بن ہرون کو بالتخصیص ہدایت کی گئی تھی کہ جہان تک اُس کے امکان مین ہو علافی خاندان والون کو ماخوذ کرے اور اُن کی جستجو مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ تاکہ سعید کے خون کا پورا پورا انتقام ہو جائے۔ بن ہرون نے ۸۵ھ مین ایک علافی شخص کو پکڑ پایا۔ جو فوراً خلیفہ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ اور اُس کا سر

[۱] بلاذری ۔۔۔ [۲] بلاذری ۔۔۔ [۳] بلاذری

حجاج کے پاس روانہ کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک خط مین حجاج سے ابن ہرون نے
وعدہ کیا تھا کہ اگر میری زندگی اور قسمت یاوری پر ہے تو اس قبیلے کے تمام لوگون کو
ماخوذ کر کے روانہ کرون گا۔

غرض ابن ہرون برابر پانچ برس تک جنگلون اور وادیون کے فتح اور مغلوب
کرنے مین مشغول رہا۔ محمد بن ہرون جن دنون سواحل سندھ پر حکومت کر رہا تھا اُن
دنون ایک عجیب اتفاق پیش آیا جو در اصل عربی فتوحات کے طوفان کو حرکت مین لانے
والا تھا۔ جزیرۂ سراندیپ کو اُن دنون جزیرۂ یاقوت کہتے تھے۔ وہان کے راجہ
نے چونکہ اُس کی قلمرو مین عربی تاجرون کی آمد و رفت زیادہ تھی اور اکثر مسلمان تاجر
مع اہل و عیال کے وہان سکونت پذیر رہا کرتے تھے دربار خلافت سے تعلقات پیدا کرنا چاہے کچھ تاجر
اسکے علاقے مین پیوند خاک ہوئے۔ جن کی یتیم لڑکیان بے والی و وارث وہان پڑی
تھین۔ راجہ کو حجاج کے دربار مین تقرب حاصل کرنے کا عمدہ موقع ملا اُس نے
اُن لڑکیون کو عزت سے مع تحف و ہدایا کے جہازون پر سوار کر کے کوفہ کی طرف روانہ
کیا۔ جن پر کچھ حاجی بھی تھے۔ جہاز اُن دنون طوفان وغیرہ کے خوف سے کنارے ہی
کنارے اور خشکی سے ملے ہوئے جایا کرتے تھے۔ جب یہ جہاز سواحل سندھ پر پہونچے
تو دیبل کے میدلوگون مین سے بعض دریائی لوٹیرون نے چھوٹی چھوٹی کشتیون سے
جا کے اُن جہازون کو گھیر لیا۔ تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور اُن لڑکیون کو پکڑ لے
گئے۔ اتفاقاً گرفتار ہوتے وقت ایک لڑکی بے تحاشا چلا اُٹھی "اے حجاج!"
اس واقعہ کی خبر لوگون نے جب حجاج سے بیان کی اور اُس لڑکی کا دشمنون کے
ہاتھ مین پڑتے وقت "اے حجاج!" کہنا جب اُس کے گوش گزار ہوا تو اُس کے
دل پر ایسا عجیب اثر ہوا کہ جوش مین آ کے بے اختیار کہہ اُٹھا "ہان مین آیا"۔ عہ

غرض اس واقعہ نے حجاج کو انتہا سے زیادہ برہم کر دیا۔ لیکن چونکہ ایک بڑی
لڑائی بغیر منظوری خلیفہ کے نہین چھیڑ سکتا تھا۔ خلیفہ ولید کے دربار سے درخواست
کی کہ مجھے ملک سندھ پر مستقل فوج کشی کی اجازت دیجائے اور وعدہ کرتا ہون
کہ خزانے سے جتنا روپیہ اس مہم مین صرف کرونگا اُس کا دونا داخل خزانہ کر دونگا

حملۂ عرب کی اصل بنیاد

عہ چچ نامہ	عہ بلاذری

مگر خلیفہ نے یہ جواب دیا" یہ مہم بہت بڑی ہے۔ مصارف بہت زیادہ ہون گے۔ اور مین مسلمانون کی جانین خطرے مین ڈالنا نہین پسند کرتا" حجاج کو اس پر بھی صبر نہ آیا اور اُس نے دوسری عرضی بھیجی اور جو آدمی اپنی طرف سے روانہ کیا وہ ایسا ہوشیار تھا کہ ایسے موقع پر جب کہ خلیفہ اپنی فوج کے خلقے مین گھوڑے پر سوار تھا اُس نے بڑھ کے رکاب پکڑ لی۔ اور عرضی پیش کر کے جواب کی درخواست کی۔ اس وقت خلیفہ نے مجبوراً رضامندی ظاہر کی اور خیال کیا کہ خیر کسی مالی نقصان کا اندیشہ نہین اس لیے کہ حجاج مصارف کی دونی رقم داخل کرنے کا وعدہ کرتا ہے[۱]۔ اور ساتھ ہی خلیفہ نے سندھ کے راجہ داہر کے پاس سفارت بھیجی اور تاکید کی کہ حسب قدر جلد ممکن ہو اُن لڑکیون کو میرے پاس روانہ کر دو۔

پہلی چھیڑ

داہر نے جواب مین لکھا کہ اُن لڑکیون کو ڈاکوؤن اور رہزنون نے لوٹا ہے جو میری اطاعت اور حکومت سے باہر ہین۔ حجاج کو اس ناکامی پر تاب نہ آئی۔ غصے مین آ کے اُس نے فوج کشی کا حکم دے دیا۔ اس مین کوئی شک نہین کہ راے داہر سے بڑی بھاری غلطی ہوئی۔ اُس زمانے مین عربون کی بے رُوک فتحمندی سارے عالم کو اسی پالسی کا سبق دے رہی تھی کہ اُن کی اطاعت ہی مین امن ہے۔ داہر نے حجاج کے حکم سے سرتابی نہین کی بلکہ یون کہنا چاہیے کہ سوتی بھڑون کو جگا دیا۔

عبیداللہ بن نبہان کا حملہ اور شہادت

الغرض سب کے پہلے حجاج کے حکم سے عبیداللہ بن نبہان دیبل روانہ ہوا۔ عبیداللہ بجلی کی طرح کڑکتا اور گرجتا ہوا پہونچا۔ مگر اُس نے فوج سے کام لینے کی جگہ خود اپنی شجاعت سے اس قدر کام لیا کہ عین معرکۂ جنگ مین شہید ہوا۔ اور شربت شہادت پی کے عالم جاودان کی راہ لی[۲]۔

دوسرا سپہ سالار بُدیل

جب یہ خبر حجاج کو پہونچی تو اُس کی آتش غضب اور بھڑک اٹھی۔ اُس نے فوراً والی عمان بُدیل بن طہفہ بجلی کے نام فرمان بھیجا کہ ابن نبہان دیبل مین مارا گیا اب تم فوراً اُدھر کوچ کرو۔ اس کے ساتھ ہی والی مکران محمد بن ہارون کے نام بھی اسی مضمون کا فرمان جاری کیا کہ تم اپنے وہان تین ہزار فوج تیار رکھو جو بدیل بن طہفہ کے ہمراہ مہم سندھ پر جائے گی[۳]۔

---

۱ چچ نامہ   ۲ بلاذری   ۳ چچ نامہ و بلاذری

محمد بن ہرون خود ہی فتح سندھ کی کوشش مین تھا جو در اصل اس غرض کے لیے روانہ کیا گیا تھا کہ خاندان علافی جو سندھ مین پناہ گزین تھا اُس کو قتل و قمع کرے اور سندھ کے حالات دریافت کرے۔ محمد بن ہرون نے سندھ کے حالات دریافت کرنے کے لیے بردہ فروش سوداگرون کو مقرر کیا جو لونڈیان بیچنے اور مول لینے کے بہانے سے سندھ و مکران مین آمد و رفت رکھتے تھے عـــه

بُدیل غالباً بحری راستے سے سندھ پر حملہ کرتا اس لیے کہ وہی راستہ آسان اور سیدھا تھا اور جناب معاویہ کے عہد سے حضرت عمر کی یہ پالسی بھی موقوف ہو گئی تھی کہ دریا کے راستے سے جہاد نہ کیا جائے۔ لیکن مکرانی فوج کے ہمراہ لینے کی غرض سے بُدیل کو خشکی کا ایک بہت بڑا سفر طے کرنا پڑا جس مین اُنھون نے سواحل عرب سے گزر کے پورے خلیج فارس کا چکر کھایا۔ اور آخر فارس و دیگر ممالک عجم سے گزرتے ہوئے مکران پہونچے یہان محمد بن ہرون کے مرتب کیے ہوئے تین ہزار جوان اپنے ہمراہ لیے اور شہر دیبل کی دیوارون کے نیچے دم لیا۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ شاید اتنے بڑے سفر کی مشکلات کے تصور سے یا اس مہم کو بہت ادنے خیال کر کے بُدیل اپنے ہمراہ عمان سے صرف تین سو آدمی لایا تھا۔ مکران پہونچنے کے بعد اس کے جھنڈے کے نیچے صرف تین ہزار تین سو سپاہی تھے جو اتنی بڑی مہم کے لیے کسی طرح کافی نہین خیال کیے جا سکتے تھے۔ مگر اُسے اپنی اور اپنے ہمراہیون کی شجاعت و جرأت پر اتنا اعتماد تھا کہ خدا کا نام لیا اور فوراً دیبل کھڑا ہوا عـــه

اُسکی گرفتاری و موت۔

دشمنون سے یہان سخت مقابلہ ہوا مگر ابھی تک سندھ کی قسمت مین نہ تھا کہ مقبوضات دولت اسلام مین شامل ہو۔ عین معرکۂ کارزار مین بُدیل کا گھوڑا بھڑکا اور اس شدت سے کہ کسی طرح سنبھالے نہ سنبھلا۔ بُدیل کا گھوڑے سے نیچے آنا تھا کہ سندھی سپاہیون نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ بُدیل جب تک سنبھلے دشمنون کے ہاتھ مین گرفتار تھا۔ سندھی فوج نے اُسے گرفتار کرتے ہی بلا تامل مار ڈالا۔ کہتے ہین کہ بُدیل کو بُدھ کے گروہ والون (بودھ مذہب

عـــه معصومی　　　عـــه ایلیٹ۔

والون) نے گرفتار اور قتل کیا۔[۱]

سندھیون پر عربون کی ہیبت

اگرچہ عربون کو سندھ والون نے دو متواتر زکین دین لیکن اس کو کیا کرتے کہ عربون کی دہشت سندھ کے اکثر لوگون کے دل مین بیٹھی ہوئی تھی۔ گویا وہ بیٹھے اپنی قوم کی شکست کا انتظار ہی کر رہے۔ یا اسی مضمون کو دوسرے الفاظ مین یون کہا جاے کہ قسمت برسر خلاف تھی۔ اس عام شکستہ دلی کی طرف بالکل توجہ نہین کی گئی۔ سارے فوجی افسر اور تمام اہل ہند اس سے غافل تھے کہ اُن کی قسمت کیسا پلٹا کھانے والی ہے۔ راجہ داہر اپنی دولت و حشمت کے نشے مین چور تھا۔ اور عاقبت اندیش جو عربی قوت کا اندازہ کر چکے تھے آنے والی قیامت کی ہولون سے سہمے جاتے تھے۔

اہل نیرون کی اطاعت

چنانچہ نیرون والے حجاج کی برہم مزاجی کا حال سن کے اس قدر ڈرے کہ باہم مشورہ کرکے اس راے پر متفق ہوئے کہ ہمین ابھی سے حجاج کے آگے سر اطاعت جھکا دینا چاہیے۔ خصوص اس وجہ سے کہ ہمارا شہر ایسے موقع پر واقع ہے کہ اگر عساکر خلافت سندھ مین داخل ہوئین تو ادھر ہی سے ہو کے گزرین گی۔ اور نیرون بالکل پامال ہو جاے گا۔ اس راے پر عمل کیا گیا اور والی نیرون نے جو سمانی تھا (یعنی مذہب بودھ کا پابند تھا) خفیہ سفارت بھیج کے اور جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کرکے حجاج سے ایک تحریر حاصل کر لی جس کی رو سے اُس کا شہر تاخت و تاراج اور تمام فوجی بے اعتدالیون سے مستثنے کر دیا گیا۔[۲]

لشکرکشی سندھ کا ایک اور سبب

بُدیل کے مارے جانے کا حال جب حجاج کے گوش گزار ہوا تو اُس مین ایک ضد پیدا ہو گئی اور دل مین ٹھان لی کہ چاہے کچھ ہو مگر سندھ پر ضرور قبضہ کر لیا جاے۔ اتفاقاً اسی زمانے مین ایک اور واقعہ پیش آیا جس نے حجاج کے خیالات کو اور بھی قوت سے سرزمین سندھ کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ عبد الرحمن بن محمد بن اشعث بغاوت کے پاداش مین قتل کیا گیا اور اُس کے تمام ہمراہی اور جانباز حجاج کے ہاتھ مین گرفتار ہوئے اُن مین سے ایک زبردست اور با اثر شخص عبد الرحمن بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب جو ہاشمی النسل تھا

---

[۱] بلاذری   [۲] فتح نامہ

حجاج کے پنجۂ غضب سے نکل بھاگا۔ اور سندھ مین آکے پناہ گزین ہوا۔ جس سے انتقام لینا حجاج کے ایسے سخت گیر منتظم نے اپنا ضروری و واجبی فرض تصور کیا۔ الغرض حجاج نے فوجکشی ہند کا پورا سامان کر دیا۔ اور دل مین فیصلہ کر لیا کہ سندھ و ہند پر پورا تسلط کر لیا جائے۔

محمد بن قاسم کا انتخاب۔

ان دونا کامیون نے بتا دیا تھا کہ سندھ کی مہم کوئی معمولی مہم نہین ہے۔ لہذا اب اُس نے اپنے نوخیز نوعمر ابن عم محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابی عقیل الثقفی کو جو اُس کی دامادی کی عزت سے بہرہ یاب تھا اس زبردست مہم کے لیے منتخب کیا۔[1] یہ انتخاب بادی النظر مین نہایت ہی غیر قابل اطمینان خیال کیا جا سکتا تھا اس لیے کہ محمد بن قاسم ہنوز تربیت کے گہوارے مین تھا۔ اور بالکل بچہ تھا۔ عربی نژاد بچے بھی اگرچہ شیر کے بچے کہے جا سکتے تھے۔ لیکن اُسکی طبیعت مین اُن اوصاف کی ہرگز اُمید نہ ہو سکتی تھی جن کی ضرورت ہر فوجی افسر کے لیے ہے۔ مگر حجاج کی اعلے بصیرت اور جوہر شناسی کا نتیجہ اُن کارروائیون سے ظاہر ہو سکتا ہے جو محمد بن قاسم کے ہاتھ سے ظہور پذیر ہوئین۔ بے شک حجاج اپنے اس جوان ہمت ابن عم کی اُولوالعزمی اور بہادری سے خوب واقف تھا۔ اور واقعی محمد بن قاسم تھا بھی عجیب بہادری و شجاعت کا مرد میدان۔

اُس کی عمر

محمد بن قاسم کہنے کو ایک لڑکا تھا۔ مگر اصل مین وہ لڑکا نہ تھا بلکہ دُنیا کے پردے پر ایک نامور سپہ تھا۔ جس کے کارنامے لاکھ مٹائے جائین مگر ہمیشہ لوح زمانہ پر ثبت رہین گے۔ مگر افسوس ہے کہ اُس کو عمر نے زیادہ مُہلت نہ دی۔ بچپن ہی مین جوانی کے ولولے اور اعلے سے اعلے اُولوالعزمیان دکھا کے رُخصت ہو گیا۔ کسی نے جو جوانی مین کیا ہو اُسے اُس نے لڑکپن مین کر دکھایا۔ یہ تھوڑی حیرت کی بات نہین ہے کہ جس وقت وہ سندھ کے میدانون مین اپنے گھوڑے کو مہمیز بتا رہا تھا اُس وقت اُس کی عمر صرف پندرہ برس کی تھی۔[2]

---

[1] ابن اثیر۔ [2] ابن خلدون اور تمام تاریخین۔

[2] ادھر آخر عہد کے مورخین ۱۷ سال کی عمر لکھتے ہین۔ لیکن ہم نے فتوح البلدان کی پہلی روایت پر اعتبار کیا اس لیے کہ یعقوبی نے بھی اسی روایت کو ترجیح دی ہے۔ سترہ سال کی

ہندوستان آنے سے پہلے وہ کہاں تھا

ہندوستان مین آنے سے پہلے محمد بن قاسم سرزمین فارس مین تھا اور وہان کا گورنر تھا۔ حجاج نے کسی ضرورت سے اُسے رَے کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا تھا۔ کہ ناگہان سندھ کی مہم پیش آئی۔ وہ سفر رَے کے لیے سامان درست ہی کر رہا تھا کہ حجاج کا حکم نامہ پہونچا کہ سندھ پر حملہ آوری کے لیے مستعد ہو جاؤ۔ جس کے دیکھتے ہی اُسے اپنا رُخ مغرب سے مشرق کی طرف پھیرنا پڑا[ع]۔

ولایت سندھ کے لیے ایک اور سردار کی درخواست اور ناکامی

ادھر آخر عہد کے بعض یورپین مورخین[ع] بیان کرتے ہین کہ بُدیل کی شہادت کے بعد ایک عربی سردار عمر بن عبید اللہ نے درخواست کی کہ ولایت سندھ میرے ہاتھ مین دی جاسے۔ مگر حجاج نے انکار کیا۔ اور کہا مجھے منجمون سے معلوم ہو چکا ہے کہ اُس سرزمین کی فتح صرف محمد بن قاسم ہی کے ہاتھ پر ہو گی۔ اگر ذرا بھی عقل سے کام لیا جائے تو صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے۔ اسلام کا وہ ابتدائی دور تھا جس نے ساری دُنیا مین نہایت بلند آواز سے پکار دیا تھا کہ "کذب المنجمون ورب الکعبۃ" جو آواز کہ آج تک ہر ملک مین گونج رہی ہے۔ اُس وقت کے تمام خلفا اور شرفا کے چال چلن مین چاہے ہر طرح کی بد اخلاقیان ثابت ہو جائین مگر یہ ممکن نہین کہ ایسی ضعیف الاعتقادی ظاہر ہو۔ حجاج کو چاہے کتنا ہی بُرا کہیے مگر یہ نہین کہا جا سکتا کہ وہ نجومیون کا معتقد تھا۔

حجاج کا فوج و سامان سفر فراہم کر کے بھیجنا

حجاج نے محمد بن قاسم کو مہم سندھ پر مامور کر کے لکھا تم ابھی شیراز ہی مین خیمہ زن رہو مین یہان سے سامان جنگ اور فوج روانہ کرتا ہون وہ تمھارے پاس پہونچ لے تو مشرق کی طرف کوچ کرنا۔ محمد بن قاسم کو اس حکم کے مطابق چھ مہینے تک شیراز ہی مین پڑا رہنا پڑا۔ اس مدت مین حجاج نے چھ ہزار شامی جوانون کی ایک

عمر بتائی ہے۔ اُنھون نے فتوح البلدان کی آخری روایت کو لیا ہے جس مین وہ منفرد ہے۔ دیگر مورخین نے غالباً اس قدر کم عمری کو خلاف قیاس سمجھ کے محض اپنے گمان سے دوسری روایت مان لی۔ تاہم اصل یہ ہے کہ ۱۵۔ اور ۱۷ مین کوئی فرق نہین۔ اگر ۱۵ سال کی عمر ایسی مہم کے لیے خلاف قیاس ہے تو ۱۷ سال کی بھی قرین قیاس نہین۔ حالانکہ سب کو نظر ہے کہ انگریزی مورخون کو بھی صریح روایات کی وجہ سے محمد بن قاسم کی یہی عمر ماننا پڑتا ہے۔

ع بلاذری   ع ایلیٹ۔

فوج مرتب کی۔ ابو الاسود جہم بن زحر جعفی کو اس پر سردار مقرر کیا۔ اور بڑے تزک و احتشام سے یہ لشکر بصرہ کی دیوارون سے نکل کے شیراز کی طرف روانہ ہوا۔ اس فوج کے ساتھ اُس نے مختلف قسم کا سامان جنگ ہی نہین روانہ کیا بلکہ وہ تمام چیزین بھی بڑے اہتمام سے فراہم کر کے بھیجین جن کی ایک بڑے اور دور و دراز کے سفر مین ضرورت ہو سکتی تھی۔ اس بارۂ خاص مین اُس نے یہان تک سرگرمی سے کام لیا کہ سوئی تاگا تک مہیا کر کے محمد بن قاسم کے پاس روانہ کیا۔ جب یہ سامان شیر دل اور نوخیز سردار کے پاس پہونچ لیا تو اُس نے فارس سے خیمے اُکھڑوائے اور مکران کی راہ لی۔ روانگی کے وقت اُس نے بہت سا سامان جنگ خاصۃً وہ زبردست منجنیقین جو خشکی کے راستے سے کسی طرح روانہ نہ ہو سکتی تھین ایک بڑے بھاری جہاز پر لدوا کے سواحل سندھ کی طرف روانہ کر دین تاکہ دیبل مین عساکر اسلامیہ کو مل جائین۔ یہ جہاز روانہ کر کے چند روز مکران مین قیام پذیر رہا۔ پھر سندھ کی راہ لی۔عــه

محمد بن قاسم کی فوج کی تعداد

اس امر کا اندازہ کرنے کے لیے کہ محمد بن قاسم کے ہمراہ کتنی فوج تھی ہمین دیکھنا چاہیے کہ خود اُس کے جھنڈے کے نیچے جب وہ حدود سندھ پر پہونچا ہے وہ چھ ہزار شامی جوان تھے جن کو حجاج نے اُس کے پاس بھیجا تھا۔ اس کے علاوہ وہ فوج تھی جو اُس کے مقدمۃ الجیش مین تھی اور ابو الاسود جہم کی ماتحتی مین تھی جو حسب الحکم حجاج محمد بن قاسم کی فوج سے آملا تھا۔ مکران سے وہان کا والی محمد بن ہرون بھی تھوڑی سی فوج اور سامان جنگ لے کے ہمراہ ہوا۔ محمد بن قاسم کے ہمراہ اس کے علاوہ چھ ہزار جنگی شتر سوار تھے۔ تین ہزار باربرداری کے اونٹ تھے۔ اور پانچ منجنیقین تھین جن مین سے ہر ایک کے چلانے کے لیے پانسو آدمیون کی ضرورت ہوتی تھی۔ بس یہ فوج تھی جس نے سندھ کی ابتدائی مہمات کو سر کیا۔عــه

اُسی فوج مین دیسی لوگ بھی شریک ہو گئے

اس کے بعد جب محمد بن قاسم سندھ مین اپنی ہیبت کا زلزلہ ڈال چکا ہے اُس وقت اُس کے جھنڈے کے نیچے دیسی سندو فوجین بھی نظر آتی تھین لیکن

عــه بلاذری

عــه الیٹ۔

اُن نوجون کو صرف جلوسی سمجھنا چاہیے اس لیے کہ وہ دیبل کی لڑائی مین جو سرزمین سندھ مین سب سے پہلی اور سب سے زبردست مہم تھی نہین موجود تھین عربی سپاہیون نے اپنی تلوارون کا جوہر دکھا کے اُنھین اپنا تابع فرمان بنایا تھا محمد بن قاسم مذکورہ فوج مین سے کچھ مسلمانون کو مفتوحہ بلاد سندھ مین برابر آباد کرتا جاتا تھا۔ چنانچہ صرف ایک شہر دیبل مین اُس نے چار ہزار مسلمان آباد کیے۔ مگر فتوحات کا جو جو سلسلہ بڑھتا گیا وہ ودہ ہندو سپاہی اُس کی فوج مین شامل ہوتے گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ ملتان سے آگے بڑھا ہے اُس وقت اُس کے ہمراہ پچاس ہزار آدمی سے کم نہ تھےؑ۔

حجاج نے جنگی ضرورتون کے لحاظ سے تیس ہزار دینار بھی محمد بن قاسم کے ہمراہ کر دیے تھے تاکہ ضرورت کے اوقات مین کام آئینؑ۔ دراصل حجاج کو اس لڑائی کی طرف کچھ تو اپنی ضد اور گزشتہ ناکامیون کے غصے سے اور کچھ اپنے عزیز محمد بن قاسم کی وجہ سے خاص توجہ تھی۔ اُس کو ادنے ادنے ضرورتون کا لحاظ رہتا تھا۔ چنانچہ اس خیال سے کہ محمد بن قاسم کو سرکہ کی ضرورت ہوگی اُس نے بہت روئی سرکے مین تر کرا کے خشک کی اور محمد بن قاسم کے پاس روانہ کی کہ سرکہ کھانے کا جی چاہے تو اسے پانی مین بھگو کے نچوڑ لیا کرنا۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ محمد بن قاسم کی درخواست پر اُس نے یہ کارروائی کی۔ بہرحال اس مین شک نہین کہ اس کی پوری توجہ اسی طرف مصروف تھی۔

محمد بن قاسم کا زادراہ اور حجاج کی اس مہم پر خاص توجہ

محمد بن قاسم نے مکران سے روانہ ہوتے ہی شہر قنزبور پر حملہ کیا۔ کئی مہینے کی نبرد آزمائی کے بعد یہ شہر فتح ہوا۔ تب نوعمر سردار فوج نے بڑھ کے شہر ارمابیل کو فتح کر لیا۔ بعد فتح کئی مہینے تک ارمابیل ہی مین خیمہ زن رہا تاکہ جانباز سپاہی دم لے لین اور عربی جوان تازہ دم ہو کے اُس میدان مین اُترین جسے دریاے سندھ سیراب کر رہا ہے۔ محمد بن قاسم یہین تھا کہ حجاج کے فرمان کے مطابق محمد بن ہرون بن ذراع والی مکران اُس سے آکے ملا جسے محمد بن قاسم نے اپنے ہمراہ لیا اور آگے بڑھنے کا عازم تھا کہ محمد بن ہرون نے ارمابیل کے

عـہ تحفۃ الکرام

عـہ سیر معصوم

قرب وجوار مین داعی اجل کو لبیک کہی اور ہزارون حسرتون کے ساتھ اُسے محمد بن قاسم نے خاک قنبیل کے سپرد کیا۔ اُس کی تجہیز و تکفین سے فراغت کر کے محمد بن قاسم نے اپنے فوج طلیعہ کے سردار جہم بن ظہر جعفی کو آگے بڑھنے کا حکم دیدیا۔

محمد بن قاسم کا ورود دیبل پر

ہمارے نوعمر و نوخیز ہیرو نے ارمابیل سے خیمے اُکھاڑے تو برابر کوچ کرتا چلا گیا۔ یہان تک کہ خاص دیبل کی دیوارون کے نیچے پہونچ کے دم لیا۔

شہر دیبل اور اُس کا مندر

دیبل اُس عہد کے مشہور و معروف شہرون مین تھا۔ مغربی ہند کا مرجع عام تھا اور اُس کے عظیم الشان مندر کی نہایت ہی وقعت مانی جاتی تھی۔ دُور دُور سے لوگ آ کے اُس کے آگے سر جھکاتے تھے۔ اس بُت خانہ یعنے مندر کی چوٹی سطح زمین سے چالیس گز اونچی تھی۔ جس کی چوٹی پر ایک سُرخ جھنڈی اُڑ رہی تھی۔ اور یہ جھنڈی ایسی حکمت سے بنائی گئی تھی کہ جب ہوا چلتی چارون طرف گھومنے لگتی تھی۔ اس مندر مین سات سو پنڈے یعنے خدام بُت خانہ تھے جو ہر وقت دیوتاؤن کی خدمت مین حاضر رہتے تھے۔ اور رسوم عبادت مین ہندؤن کی رہبری کرتے تھے۔

وہان کے مندر کی تصویر

عربی مورخین اس بُت خانے کی تصویر اپنے الفاظ مین یون دکھاتے ہین کہ یہ بُت خانہ ایک طولانی گنبد سے عبارت ہے جس کے نیچے مکان بنا ہوا ہے اس مکان مین ایک یا متعدد بُت رکھے ہوئے ہین۔ اور جو بُت ان سب مین ممتاز ہے اُسی کے نام سے یہ عمارت مشہور خاص و عام ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سندھ مین اُن دنون زیادہ تر مذہب بودھ کے لوگ تھے۔ اور یہ بُت خانہ بھی اُنھین کا تھا جس مین بُدھا کی مُورت رکھی ہوئی تھی۔ خصوص مورخ عرب کے اس قول سے اس خیال کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ جس مورت کی پرستش کرتے ہین اُس کو "بُدھ" کے نام سے یاد کرتے ہین؎

دیبل کا محاصرہ۔

غرض سندھ کے اس عظیم الشان شہر دیبل کی شہر پناہ کے گرد اُتر کے محمد بن قاسم نے محاصرے کا سامان شروع کیا۔ محمد بن قاسم جس روز دیبل کے سامنے خیمہ زن ہوا ہے جمعہ کا دن تھا اور خوش نصیبی سے اُسی روز وہ جہاز بھی بندرگاہ

؎ بلاذری۔

دیبل مین داخل ہوگیا - جو اسلامی مجاہدین کے لیے بہت کچھ مدد اور قوت کا سامان
لایا تھا - اور جس مین وہ عالی شان منجنیقین بھی تھین جو بڑے بڑے قلعہ کی دیوارین منہدم
کرنے کے لیے کافی خیال کی جا سکتی تھین - محمد بن قاسم نے دیبل پر اُتر کے حسب سُنت
نبوی اپنے سامنے خندق کھدوائی - جو شہر کے گرد اگرد دُور تک کھدتی چلی گئی تھی اُس
کے کنارے مجاہدین نے اپنے خیمے گاڑ دیے - ہر چہار طرف بیرقین اُڑائی
گئین اور تمام عربی جوان مردون نے اپنے اپنے جھنڈے کے نیچے جا کے قرار لیا
منجنیقین سب طرف قائم کر دی گئین - خصوصاً وہ زبردست اور عظیم الشان منجنیق نصب
ہوئی جس کا نام عروس تھا اور جو پانسو آدمیون کی سرگرمی سے چلائی جاتی تھی[1]

لڑائی -

لڑائی شروع ہو گئی اور منجنیقین دیوار شہر مین رخنہ ڈالنے لگین - مدت تک
برابر لڑائی ہوتی رہی - فتح و شکست کا فیصلہ ابھی دور نظر آتا تھا - اور مسلمانون کا
جوش جہاد ترقی کرتا جاتا تھا - کئی مہینے گزر گئے[2] اور منجنیقین مسلسل سنگباری کرتی رہین
تاہم فتح کی کوئی اُمید نہین پیدا ہوئی -

اس زمانے کی دیگر مہمات

اگرچہ اس زمانے مین بلکہ اسی سال بہت بڑی بڑی متعدد مہمین خلافت
اسلامیہ کو پیش تھین جو ہندوستان کی مہم سے کسی طرح کم نہ تھین - ایک طرف انتہاے
مغرب یعنے اسپین مین طارق فتح و نصرت کے پھریرے اُڑاتا چلا جاتا تھا - دوسری
طرف ترکستان اور شمال و مغربی حدود چین مین قتیبہ نے ایک ہلچل ڈال دی تھی اور
اُس کی ہیبت سے خاقان چین خراج ادا کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا - تیسری طرف محمد بن
قاسم تھا جو سندھ کی عظیم الشان راج کو پامال کر رہا تھا لیکن حجاج کو ان پچھلے معاملے
یعنے محمد بن قاسم کی مہم مین ایسی خاص دلچسپی تھی کہ ہر وقت اسی اُدھیڑبُن مین رہتا تھا -
اور یہین کے حالات کا تجسس رہا کرتا تھا - چنانچہ دیبل کے محاصرے کے دوران

مراسلت

مین حجاج اور محمد بن قاسم کے درمیان برابر ڈاک جاری تھی - ہر تیسرے روز
ایک خط حجاج لکھتا تھا اور اسی طرح محمد بن قاسم بھی باوجودیکہ لڑائی کے افکار سے
نجات نہ پاتا تھا مگر برابر تیسرے روز حجاج کو مفصل حالات لکھ بھیجا کرتا تھا[3] - ڈاک
کی روانگی مین ایسے خاص اہتمام کیے گئے تھے کہ اگرچہ دیبل اور بصرہ مین ہزارہا

---

[1] بلاذری [2] یعقوبی [3] بلاذری

کوس کا فاصلہ تھا مگر برابر ساتوین روز خط لقبرہ سے دیبل اور دیبل سے لقبرے پہونچ جاتا تھا۔عہ

حجاج کو اس لڑائی سے یہان تک تعلق خاطر تھا کہ محمد بن قاسم کے خطوط کی بنا پر میدان جنگ کا جو نقشہ اُس کے خیال مین قائم ہوتا تھا اُس پر برابر غور کرتا رہتا تھا۔ اور وہین سے بیٹھے بیٹھے اُمور جنگ کے متعلق رائے زنی کیا کرتا تھا۔ لڑائی نے جب طول کھینچا تو حجاج نے اُس خیالی نقشے کو پیش نظر کیا اور سوچنے لگا کہ کیونکر شہر والے عاجز و مجبور کیے جا سکتے ہین۔ آخر خوب سوچ کے اُس نے اپنے نوعمر ابن عم کو لکھا کہ منجنیق عروس کو مشرق کی طرف سے جا کے قائم کرو ایک پایہ کم کر کے موجودہ حالت سے اُس کا رُخ نیچا کرو۔ اور نشانہ انداز کو حکم دو کہ بُت خانے کا مستطیل گنبد جس کا حال تم مجھے لکھ چکے ہو اُس پر نشانہ باندھ کے سنگباری کرے۔عہ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ حجاج دنیٰ دُنیا مین چاہے کتنا ہی بے وقعت خیال کیا جائے مگر درحقیقت وہ کتنا بڑا مدبر اور منتظم والی ملک تھا۔ اور باعتبار ایک فتحمند سردار فوج کے وہ کس رتبہ و لیاقت کا جرنل ہو سکتا تھا۔

حجاج نے یہ تدبیر محض اس خیال سے بتائی تھی کہ اگر بُت خانہ منہدم ہو گیا تو اہل شہر مذہبی بے حرمتی سے جوش کھا کے باہر نکل پڑین گے اور عربی سپاہیون کے لیے کوشش کا دروازہ کھل جائے گا۔ لیکن اس تدبیر نے مسلمانون کو ایک اور فائدہ پہونچایا۔ وہ یہ کہ اہل دیبل کا عقیدہ تھا کہ جب تک یہ مندر نہ ڈھایا جائے گا اُس وقت تک شہر مفتوح نہین ہو سکتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

امور جنگ مین حجاج کی اعلےٰ بصیرت

بت خانہ کی شکست اور اس کی مدد

عہ تحفۃ الکرام عہ بلاذری۔

عہ الفنسٹن۔ غالباً مسٹر الفنسٹن نے یہ خیال فرشتہ کے بیان سے مستنبط کیا ہے جو لکھتا ہے کہ محاصرۂ دیبل کے زمانے مین ایک برہمن شہر سے نکل کے محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہوا اُس نے شہر کے حالات بیان کیا کہ مندر کی چوٹی پر ایک طلسم ہے جب تک وہ نہ ٹوٹے گا شہر نہین فتح ہو سکتا۔ چنانچہ محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ مندر کی چوٹی منجنیق سے توڑ کے گرا دیجائے۔ پس اُسکے ٹوٹتے ہی طلسم بھی ٹوٹا اور شہر فتح ہو گیا۔ بادی النظر مین یہ ایک لغو کہانی ہے مگر اس سے مسٹر الفنسٹن نے فائدہ اچھا اُٹھایا۔

سندر کے انہدام کے بعد اہل شہر حجاج کی اُمید کے موافق برف نکل ہی نہین پڑے بلکہ اُس کی اُمید سے بھی زیادہ یہ امر تھا کہ وہ مایوسی کے ساتھ لڑے۔ اور جب تک میدان جنگ گرم رہا اُن کا ہر سپاہی شکست کا منتظر تھا۔

الغرض بت خانے پر پتھر برسائے گئے جن کے صدمے سے اُس کی چوٹی

معرکہ جنگ

ٹوٹ کے گر پڑی اور ساری عمارت قریب الانہدام ہو گئی۔ اہل شہر نے جب یہ عالت دیکھی تو نہایت بدحواس ہوئے اور بڑے جوش و خروش سے نکل کے حملہ آور ہوئے۔ محمد بن قاسم تو اس بات کا منتظر ہی تھا اُس نے بھی فوراً جوانان عرب کو حملے کا حکم دے دیا۔ عربی تجربہ کار سپاہیوں نے نہایت ہی عمدگی سے داد جوانمردی دی۔ اور حریف کو مار مار کے یہان تک پسپا کیا کہ سندھی بھاگ کے پھر شہر مین پناہ گزین ہونے لگے۔

شہر پر عربون کی یورش

محمد بن قاسم باوجود نوعمری کے ایسا ہوشیار اور دلیر سالار فوج تھا کہ اُس نے اس وقت کا رنگ دیکھ کے شہر پہ یورش کرنے کا حکم دے دیا۔ فصیل شہر کے باہر سندھیون کو شکست دے کے مسلمانون مین اس وقت ایسا جوش و خروش تھا جو کبھی اتفاقات ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ محمد بن قاسم نے اس جوش کو اُن کے چشم و ابرو سے دریافت کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے اُس نے فوراً یورش کا حکم دیدیا مسلمان یہ حکم پاتے ہی دیوار شہر کی طرف سیڑھیان لے لے کے دوڑے۔ اور ہر طرف سے فصیل پر چڑھنے لگے۔ ہندوون نے اپنے امکان بھر روکا۔ مگر عربی سپاہیون مین اس وقت ایسا جوش بھر تھا کہ کوئی مزاحمت اُن کو روک سکتی۔

فتح

سب کے پہلے جس شخص نے دیوار شہر پہ چڑھ کے علم اسلام کو حرکت دی قبیلۂ مُراد کا ایک شخص متوطن کوفہ تھا۔ اس جھنڈے کی حرکت کے ساتھ ہی ہر مسلمان سپاہی کا دل ہل گیا۔ اور سب نے یورش کر دی۔ سب طرف لوگ دیوارون پر چڑھ چڑھ کے شہر مین اُتر پڑے۔ لڑ بھڑ کے پھاٹک بھی کھول لیے۔ اور سارا لشکر اب شہر مین داخل ہو گیا۔ اہل شہر جو ابھی پھاٹک کے باہر سے شکست کھا کے آئے تھے ہنوز ہتھیار بھی نہ کھولنے پائے تھے کہ معلوم ہوا اب اُن کے گھر بھی اُن کو پناہ نہین دے سکتے۔ سب کے سب گھر چھوڑ چھوڑ کے

بھاگنے لگے۔ سپاہیون نے اسلحہ پھینک پھینک کے جان چھپانا شروع کی۔ اور باقی تمام زن و مرد نے فاتحون کی تلوار کے آگے سر جھکا دیا[105]۔

اہل شہر سے فاتحون کا برتاؤ۔

الغرض کئی مہینے کے محاصرے اور مقابلے کا یہ نتیجہ ہوا۔ اور یون سخت ہنروآزمائی کے بعد ابتدائے رجب سنہ ۹۳ھ مین عربون[106] نے شہر کو جو سرشجاعت دکھا کے فتح کیا۔ محمد بن قاسم کے حکم سے تین روز تک بازار قتل وتاراج گرم رہا[107]۔ راجہ داہر کی طرف سے جو سردار شہر کی حکومت پر مامور تھا اُس سے فرار کے سوا اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی۔ ندامت نے اُس مین اتنی بھی ہمت نہ باقی رکھی کہ بدنصیب راجہ کو جا کے مُنہ دکھاتا۔ جوش غیرت مین مُنہ چھپا کے کسی اور طرف نکل گیا۔ خدام بُت خانہ چونکہ مسلمانون کے اعتقاد مین مشرک تھے اور اہل کتاب مین شامل نہ ہو سکتے تھے لہذا عموماً قتل ہوئے۔ اگرچہ یہ امر محمد بن قاسم کی پالسی کے خلاف تھا۔ چنانچہ چند بلاد سندھ فتح کرنے کے بعد اُس نے معقول وجوہ پیش کرکے دار الخلافت سے یہ حکم حاصل کر لیا کہ یہان کے ذمی کافرون کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جائے جو اہل کتاب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

دیبل مین مسلمانون کا آباد ہونا۔

غرض تین دن کے بعد جب امن وامان قائم ہو لیا تب محمد بن قاسم نے یہان تخم اسلام بونے کی کوشش کی۔ مسلمانون کے آباد کرنے کا ڈھچر ڈالا۔ ایک جامع مسجد تعمیر کرائی۔ اور چار ہزار مسلمان آباد کیے گئے[108]۔

---

[105] بلاذری۔

[106] تحفۃ الکرام۔

[107] قتل وتاراج جو عربون کے ہاتھ سے ہوتا تھا عوام مین اس کے نہایت ہی غلط معنے مشہور ہین۔ اور اسی وجہ سے انگریزی مورخون نے اپنے خیال مین یہ بہت بڑا الزام مسلمان فاتحون پر قائم کر دیا ہے۔ لیکن در اصل وہ سمجھے نہین مسلمانون کا عام قاعدہ تھا کہ بچون بوڑھون تارک الدنیا زراعت پیشہ تاجرون اور دستکارون اور عورتون کے قتل سے قطعاً احتراز کرتے تھے۔ اب ان مستثنیات کو نکال ڈالیے تو وہی لوگ رہ جاتے تھے جو سپاہی تھے اور ان کے مقابلے مین جنگ ومزاحمت کرتے تھے قتل عام جن لوگون کا ہوا کرتا تھا وہ یہی لوگ تھے۔ اور ان کا قتل کرنا ہر فاتح کے نزدیک ضروری ہوتا ہے تا کہ دوسرے شہر جا کے پھر لڑائی کے لیے مجتمع نہ ہو جائین۔ ان لوگون مین اور ان لوگون مین کوئی فرق نہین جن کو برٹش گورنمنٹ نے مہینون تک سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد پھانسیون پر لٹکایا۔

[108] بلاذری

اہل عرب کا کوچ شہر نیرون کی طرف۔

دیبل کی مہم سر کرکے محمد بن قاسم نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ منجنیقین اُکھڑوا کے جہازون پر لدوا دیئین اور حکم دیا کہ دریاے سندھ کے دہانہ سے ہوکے چڑھاؤ پر شہر نیرون کی طرف روانہ کی جائین۔ یہ کشتیان جب اُس کے حکم سے براہ سندھ ساگر کا بہاؤ کاٹتی ہوئی بلندی سندھ کی طرف روانہ ہولین تو وہ خود بھی سیسم کی سڑک پر ہوتا ہوا شہر نیرون کی طرف روانہ ہوا۔ نیرون دیبل سے پچیس فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔ چھہ دن تک وہ برابر کوچ کرتا چلا گیا۔ اور ساتوین دن نیرون کے قریب ایک ترائی مین جو بلہار کے نام سے مشہور ہے اُتر کے خیمہ زن ہوا۔ اگرچہ یہ مقام دریاے سندھ سے فاصلے پر تھا مگر بارش کے موسم مین سندھ کا پانی اس زمین تک پھیل آیا کرتا تھا محمد بن قاسم جن دنون یہان فروکش ہوا ہے گرمیون کا موسم تھا۔ اور دریا اتنے فاصلے پر تھا کہ پانی کا لانا نہایت ہی دشوار تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس دشواری نے یہان تک ستایا کہ محمد بن قاسم نے تمام فوج کے ساتھ نماز استسقا پڑھی جس کی برکت سے پانی برسا اور سارے لشکر کے سیراب کرنے کے لیے آس پاس کے تمام کھیلین اور تالاب لبریز ہو کے چھلکنے لگے[۱]۔

اہل نیرون کی اطاعت۔

اہل نیرون پہلے ہی سے مسلمانون کی اطاعت کر چکے تھے۔ ہم کہہ چکے ہین کہ اُسی وقت جبکہ مسلمان سوار سرزمین سندھ کی سرحدین داخل ہونے کے تیور دکھا رہے تھے اُنھون نے اپنے ایلچی بھیج کے خود حجاج سے پروانہ حفاظت حاصل کر لیا تھا۔ محمد بن قاسم جب اُن کے شہر کے باہر خیمہ زن ہوا تو اُس نے اپنی طرف سے اہل نیرون کے پاس قاصد بھیجے۔ نیرون والے چونکہ اطاعت قبول کر چکے تھے لہذا اُن کو ضرورت معلوم ہوئی کہ محمد بن قاسم کے استقبال مین سرگرمی دکھائین۔ چنانچہ اُن کا سمانی (یعنی مذہب بودھ کا پابند) فرمان روا جو داہر کی طرف سے مامور تھا فوراً محمد بن قاسم کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور بہت کچھ تحف و ہدایا نوعمر سپہ سالار کی خدمت مین پیشکش کرکے اظہار اطاعت و وفاداری کرنے لگا[۲]۔ اہل نیرون نے صرف ان تحف و ہدایا ہی سے اپنی اطاعت کیشی کا ثبوت نہین دیا بلکہ عساکر اسلامیہ کے لیے اُنھون نے رسد کا کافی انتظام کر دیا[۳]۔ جس کی وجہ سے مسلمانون کو

---

[۱] چچ نامہ۔ [۲] چچ نامہ۔ [۳] بلاذری

آگے بڑھنے کی جرأت ہوئی ہے

محمد بن قاسم نے نیرون مین بدھ کے مندر کی جگہ مسجد تعمیر کرائی۔ اس مین ایک امام مقرر کیا اور حکم دیا کہ حسب شریعت اسلامیہ پانچون وقت نماز ادا کی جایا کرے عـه

نیرون مین ترویج اسلام

اپنی فتوحات کی تیز اور بے روک رفتار مین یہان تک پہونچ کے محمد بن قاسم نے حجاج کو گزشتہ فتوحات کے ساتھ اہل نیرون کے حالات لکھے۔ اور آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی۔ حجاج نے اپنے جوان ہمت اور نوعمر داماد کے حوصلون کا روکنا نامناسب خیال کیا۔ بلکہ جواب مین ایک ایسا امر لکھا جس نے محمد بن قاسم کے توسن طبع پر بالکل تازیانہ کا کام دیا۔ اس امر کا تذکرہ مختصراً گزر چکا ہے کہ جن دنون محمد بن قاسم سندھ پر حملہ آور تھا اور ہندوستان کے شہرون کی طرف بڑھتا چلا جاتا تھا اسی زمانے مین قتیبہ بن مسلم والی خراسان ترکستان اور منگولیا کے میدانون مین شمشیر آبدار کے جوہر دکھا رہا تھا۔ محمد بن قاسم کی مذکورہ درخواست پر حجاج نے ان دونون سپہ سالارون کو لکھا "تم دونون کی رفتار چین پر جا کے منتہی ہوتی ہے دونون خدا کا نام لے کے برابر بڑھتے چلے جاؤ۔ جو پہلے مملکت چین مین داخل ہوگا اُسے اپنے تمام مفتوحہ بلاد اور نیز اپنے رقیب پر حکومت و بالادستی دی جائیگی" اس فقرے نے دونون سپہ سالارون مین ایک بجلی کی سی بے چینی پیدا کر دی اُدھر تو قتیبہ نے اپنے گھوڑے کو مہمیز لگائی اور ادھر محمد بن قاسم ہندوستان کے زرخیز و شاداب سبزہ زارون کی طرف لپکا عـه

عـه تاریخ فرشتہ نے بالکل اس کے خلاف لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ نیرون پر داہر کا ایک بیٹا والی تھا۔ مسلمانون کے آنے پر اہل نیرون نے شہر کے پھاٹک بند کر لیے۔ چند روز محصور رہ کے مغلوب ہوئے۔ داہر کا بیٹا بھاگ کے برہمن آباد چلا گیا۔ اور شہر کو مسلمانون نے فتح کر لیا۔ مگر یہ غلط ہے اس لیے کہ بلاذری۔ چچ نامہ اور سب مستند مورخین یہی لکھتے ہین کہ نیرون والون نے حجاج کو پہلے ہی خراج دینے کا وعدہ کر کے [illegible] لیا تھا اور محمد بن قاسم سے باطاعت پیش آئے

عـه چچ نامہ   عـه بلاذری۔

محمد بن قاسم کی ہمت کے ساتھ قسمت کچھ ایسی مساعدت کر رہی تھی کہ جس شہر کی طرف رُخ کرتا تھا اُسے بے فتح کیے نہ چھوڑتا تھا۔ جاتے جاتے وہ ایک دریا کے کنارے پہونچا جس نے دریاے سندھ سے پہلے اُس کا راستہ روکا۔[عہ] کسی کو اُس کے روکنے کی جُرأت نہ ہوئی اور وہ دریا سے اُتر آیا۔ اِدھر اُترنا تھا کہ سارے ہندوستان مین تہلکہ پڑ گیا۔ اور کم قوت حکام حاضر ہو ہو کے سر اطاعت جُھکانے لگے۔ چنانچہ جیسے ہی وہ پار اُترا اسریدس کا پنڈت فوراً اُس کے سامنے حاضر ہوا اور اظہار اطاعت کر کے اپنے شہر والون پر مناسب خراج مقرر کرا لیا۔[عہ]

عساکر اسلامیہ جب نیرون سے آگے بڑھین تو وہان کا اطاعت کیش والی جو سمانی مذہب رکھتا تھا محمد بن قاسم کی رہبری کے لیے اُس کے ہمراہ ہو آ تو عمر بہادر نے اُسی کی رہبری سے سیوستان کی راہ لی۔ برابر پڑاو ڈالتا چلا جاتا تھا کہ راستے مین بہج نام ایک مقام پہ گزر ہوا جو نیرون سے تیس فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔ یہان بھی ایک بودھ مذہب کا امیر رعایا سے شہر مین نہایت ہی صاحب اثر تھا۔ اور عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ لیکن شہر او قلعہ سیوستان کی حکومت بجہرا نام ایک شاہزادے کے ہاتھ مین تھی جو راجہ داہر کا بھتیجا اور اُس کے بھائی چندر کا بیٹا تھا۔ بہج مین زیادہ آبادی سمانی لوگون کی تھی۔ جب مسلمان فوج نے اُن کے شہر کے متصل پڑاو ڈالا تو سب ایک مجلس مین جمع ہوئے اور غور کرنے لگے کہ اس موقع پر ہمین کیا کارروائی کرنی چاہیے۔ آخر بالاتفاق سب نے ایک عرضداشت لکھ کے بجہرا کے پاس روانہ کی جس مین ظاہر کیا کہ "ہم ناسک مذہب کے عبادت گزار ہین۔ ہمارا مذہب صلح و خاموشی کا ہے۔ لڑنا اور خونریزی کرنا ہمارے مذہب مین ممنوع ہے۔ اور تمام وہ کام جن مین خون گرایا جاتا ہے ہمارے اعتقاد مین ناجائز ہین۔ علاوہ برین آپ ایک اعلے اور زبردست مقام مین محفوظ ہین۔ اور ہم دشمن کے حملے برداشت کرنے کے لیے کھلے میدان

عہ غالباً یہ دریاے سندھ کی سب سے پہلی شاخ ہے جو سمندر مین گرتے وقت مغرب کی طرف دُور تک ہٹ گئی ہے۔ اور دیبل سے آتے وقت اس شاخ سے بیشک اُترنا پڑا ہو گا۔

عہ بلادری

ہین اور آپ کی رعایا کی طرح صرف لوٹے مارے جانے کے لیے ہین۔ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ محمد بن قاسم کے ہاتھ مین حجاج کا یہ فرمان ہے کہ جو کوئی امان مانگے اُسے فوراً امان دو۔ لہذا ہم کو یقین ہے کہ اگر ہم محمد بن قاسم کے آگے سر اطاعت جھکا کے اُس سے عہد و پیمان کر لین تو آپ ہماری اس کارروائی کو مناسب اور موجہ خیال کرین گے۔ اِس لیے کہ عرب لوگ دیانت دار ہین۔ اور اپنے عہد نامون کی پوری پابندی کرتے ہین۔" اِس عرضی کی طرف بجہرا نے بالکل توجہ نہ کی۔ اور اُن کی درخواست سُننے سے انکار کر دیا۔[ع]

سیوستان کا محاصرہ

محمد بن قاسم نے یہ دریافت کرنے کے لیے کہ آیا تمام اہل شہر متفق ہین یا اُن مین باہم اختلاف ہے جاسوس روانہ کیے تھے جنھون نے آکے خبر دی کہ سب لوگ تو ارادۂ اطاعت رکھتے ہین مگر چند مسلح آدمی شہر کے باہر قلعہ مین ہین اور لڑنے مرنے کو تیار ہین۔ یہ سُن کے محمد بن قاسم آگے بڑھا۔ اور سیوستان کے اُس پھاٹک کے سامنے خیمہ زن ہوا جو ریگستانی صحرا کی طرف واقع تھا۔ اس ہوشیار سپہ سالار نے اس مقام کو محض اس خیال سے اپنا مستقر قرار دیا کہ یہ نہایت ہی محفوظ جگہ تھی اور یہان کسی کو عساکر اسلامیہ پر حملہ کرنے کا ہرگز موقع نہ مل سکتا تھا۔ اس لیے کہ پانی برس جانے سے طغیانی شروع ہو گئی تھی۔ پانی بہت چڑھ آیا تھا۔ اور اِس مقرر شدہ فرودگاہ کے شمال طرف دریاے سندھ کا دھارا بڑے زور و شور سے بہہ رہا تھا۔

سمانیون نے مسلمانون کی اطاعت کر لی۔

سیوستان کے سامنے خیمہ زن ہو کے محمد بن قاسم نے حکم دے دیا کہ منجنیقین جوڑ کے کھڑی کر دی جائین۔ اور لڑائی شروع ہو۔ جب مسلمانون نے سنگباری شروع کر دی تو سمانی لوگ بہت گھبرائے۔ جو مسلمانون کے حالات سے واقف تھے اور جن کے دل مین شہر کے بچنے کی ذرا بھی اُمید نہ تھی اُنھون نے اپنے سردار کو لڑائی سے منع کیا اور کہا "مسلمانون کی فوج آپ کے مغلوب کیے نہ مغلوب ہو گی۔ اور ہم لوگ ہرگز اُن سے مقابلے کی جُرأت نہین کر سکتے۔ اِس کا نتیجہ سوا اِس کے اور کچھ نہ ہو گا کہ ہماری جانین

ع۔ چچ نامہ اور یہان سے آگے بھی محمد بن قاسم کے تمام حالات زیادہ تر چچ نامہ ہی سے لیے لیے گئے ہین لہذا ہر جگہ حوالے کی ضرورت نہین۔ سوا اُن خاص واقعات کے جو کسی اور تاریخ سے لیے گئے ہین باقی تمام واقعات کو ناظرین چچ نامہ مین پائین گے۔

بھی خطرے مین پڑ جائین۔ مناسب یہ ہے کہ اس لڑائی مین ہم کسی کے جنبہ دار نہ ثابت ہون۔“ مگر سردار نے ہموطنون کی رائے پر مطلقاً عمل نہ کیا اور لڑائی ٹھان دی۔ جب سمانیون نے یہ رنگ دیکھا تو ان سے سوا اس کے اور کوئی بات نہ بن پڑی کہ محمد بن قاسم کے پاس پیام بھیجا کہ ”تمام رعایا۔ کاشتکار۔ اہل صنعت وحرفہ سوداگر۔ اور چھوٹی ذاتون کے لوگ سب کے سب بجہرا سے نفرت کرتے ہین۔ اور اس کے موافق نہین ہین۔ بجہرا کے پاس کچھ فوج بھی نہین جسے ساتھ لے کے وہ آپ کے مقابلے کو نکلے۔ یا آپ کی مزاحمت کر سکے۔“ اس پیام کا پہونچنا تھا کہ مسلمانون مین نہایت ہی جرأت ودلیری پیدا ہو گئی۔ اور عربی سپاہی بجائے اس کے کہ دن ہی کو میدان کارزار گرم کرتے تھے رات کو بھی مستعدی سے لڑنے لگے۔

سیوستان کی فتح اور بجہرا کا فرار

اس لڑائی کو ایک ہی ہفتہ گزرنے پایا تھا کہ اُن سپاہیون نے بھی لڑنے سے ہاتھ روک لیا جن کی مدد پر بجہرا مقابلے کے لیے مستعد ہوا تھا۔ اب بجہرا کو یقین ہو گیا کہ عنقریب قلعہ پر دشمنون کا قبضہ ہوا چاہتا ہے۔ لہذا اسے اپنی جان بچانے کی فکر ہوئی اور رات کے سناٹے مین جبکہ دُنیا پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا تھا وہ شمالی پھاٹک سے نکل کے دریا پار ہوا اور راہ فرار اختیار کی۔ قلعہ سے نکل کے وہ برابر بھاگتا چلا گیا یہان تک کہ حدود بُدھیا مین پہونچ کے دم لیا۔ علاقہ بُدھیا اُن دنون ایک سمانی شخص کے ہاتھ مین تھا جس کا نام کاکا تھا اور کوتل کا بیٹا تھا۔ بُدھیا کی حکومت کا مضبوط مستقر شہر سیسم تھا جو دریا سے کنبھ کے کنارے واقع تھا۔ اسے بجہرا کی آمد کی خبر پہونچی تو قرب وجوار کے لوگون کو ساتھ لے کے اس کے استقبال کو نکلا۔ سب اُسے بڑی قدر ومنزلت سے شہر مین لائے اور قلعہ کے اندر اُتارا۔

آٹھوان باب

مابقی فتوحات محمد بن قاسم

سیوستان پر قبضہ۔

بجہرا کے بھاگنے کے بعد سمانی لوگون نے اطاعت قبول کی اور محمد بن قاسم قلعہ سیوستان مین داخل ہوا۔ اور آرام لینے کی غرض سے چند روز کے لیے وہین پڑا اؤ ڈال دیا۔ یہان ٹھہر کے اُس نے رعایا کا انتظام شروع کیا۔ ملکی امن و امان کے لیے اپنی طرف سے عہدہ دار مقرر کیے۔ اور یہین بیٹھے بیٹھے قرب و جوار کے مقامات اور گاؤن کو مطیع و منقاد بنایا۔ سونے چاندی کی قسم سے جو کچھ دولت اُس کے ہاتھ لگی اور جواہرات اور دیگر نقدی چیزین جہان دستیاب ہوئین اپنے قبضے مین کین۔ مگر یہ دست بُرد صرف مخالف اور سرکش گروہون تک محدود تھی۔ سمانیون (یعنے پیروان مذہب بودھ) سے اُس نے کوئی چیز نہین لی۔ اس لیے کہ وہ اس سے عہد کر چکے تھے اور محمد بن قاسم اُن کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ دار تھا ؏

جتنہ والونکا جاسوس سلمانون مینآ

محمد بن قاسم جن دنون اطراف سیوستان مین خیمہ زن تھا اتفاقاً جتنہ نام ایک مقام کے لوگون نے سلمانون کا حال دریافت کرنے کے لیے ایک جاسوس روانہ کیا۔ اہل ہند سلمانون کو بالکل ایک نئی اور عجیب و غریب قوم خیال کرتے تھے اور اُن کے حالات دریافت کرنے کے نہایت ہی مشتاق تھے۔ اہل جتنہ کا یہ جاسوس لشکرگاہ اسلام مین پھر رہا تھا کہ نماز کا وقت آ گیا۔ تمام سلمانون نے صفین برابر کین اور نوعمر سپہ سالار محمد بن قاسم نے آگے بڑھ کے امامت کی۔ سلمانون کا اصلی مذہب اور قرون اولے کا معمول علیہ طریقہ یہی تھا کہ امام جہاد صرف میدان جنگ ہی مین سرداری نہین کرتا تھا بلکہ وہ تمام دینی و دُنیاوی معاملات مین اُن کا امام و مقتدا ہوتا تھا۔ الغرض محمد بن قاسم نے سب سلمانون کو نماز پڑھائی تو وہ جاسوس اس طریقۂ عبادت کو نہایت حیرت سے دیکھنے لگا کہ رکوع و سجود

؏ چچ نامہ۔

اور قیام وقعود وغیرہ مین ہر سپاہی اپنے افسر کی کیسی اطاعت کرتا ہے۔ اُس کی
نظر مین یہ بالکل نئی چیز تھی۔ یہ مذہبی جماعت جو بالکل عجیب وغریب اتفاق کا نمونہ
نظر آتی تھی اس کا اُس جاسوس کے دل پر نہایت ہی ہیبت ناک اثر پڑا۔ چنانچہ یہ حال
دیکھ کے وہ واپس گیا۔ اور اہل جیتہ سے کہا "اور جو ہے کچھ ہو یا نہو مگر مین نے انھین
ایک خاص کام ایسے اتفاق سے کرتے دیکھا ہے کہ اُن کی صورت دیکھ کے مجھے ڈر
معلوم ہونے لگا اور میری راے قرار پا گئی ہے کہ اگر اُن مین ایسا ہی اتفاق ہے تو
وہ جس کام کا ارادہ کرین گے پورا کیے جائین گے۔ پھر اُس نے جماعت و نماز کی جو
حالت دیکھی تھی بیان کی۔ یہ سنتے ہی تمام اہل جیتہ محمد بن قاسم کی اطاعت پر آمادہ ہو گئے
تحف وہدایا لے کے اُس کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ اپنے اوپر مالگزاری مشخص کرائی
اور پوری طرح سے اطاعت وفرمانبرداری کا وعدہ کر کے رخصت ہوئے۔ اسی وجہ سے
دریاے سندھ کے کنارے جو زمین جیتہ والون کے قبضے مین تھی اُسے فقہاے
اسلام اپنی شرعی اصطلاح مین عشری زمین کہتے تھے عہ

اُنکی اطاعت

فتح سیوستان اور اسکے گرد ونواح کا انتظام کر لینے کے بعد محمد بن قاسم
نے مال غنیمت جمع کیا۔ اُس مین سے خمس یعنے پانچوان حصہ نکال کے حجاج کے پاس
بھیجا کہ خزانۂ خلافت مین داخل کیا جاے۔ اور اس مال کے ساتھ ایک خط بھی حجاج
کو بھیجا جس کے ذریعہ سے اُسے اس آخری فتح یعنی مفتوحہ ملک کے جدید انتظامات اور اپنے
مفصل حالات کی اُسے خبر دی۔ پھر باقی ماندہ مال غنیمت کو اہل فوج پر تقسیم کیا۔ اور
ہر سپاہی کو اُس کے حقوق عطا کیے۔ عہدہ دارون کے تقرر اور دیگر کارروائیون کے
بعد آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ اب اُس نے تھوڑی فوج حفاظت کے لیے سیوستان
مین چھوڑی اور اپنے خیمے اکھاڑ کے قلعۂ سیسم کی راہ لی۔ اب اُس کے احسانات کا
اتنا عمدہ اثر اہل سندھ پر پڑ چکا تھا کہ اہل ملک برابر آ کے اُس کے جھنڈے کے
نیچے جمع ہوتے جاتے تھے۔ چنانچہ اس مہم پر بدھیا کے لوگ اور سیوستان کا
سردار بھی اُس کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

مال غنیمت

سیسم پر حملہ

راستے مین نلہان نام ایک مقام تھا جو دریاے کُمبھ کے کنارے واقع

عہ بحوالہ میر معصوم

مسلمانوں پر شبخون کا ارادہ کرنا۔

تھا- اس علاقے کے تمام باشندے بھی بودھ مذہب کے متبع تھے جنھوں نے منصوبہ کیا کہ رات کو چھاپہ مار کے محمد بن قاسم کی فوج کو منتشر کرین- تمام بودھ سردار اپنے راجہ کاکا کے پاس گئے اور کہا ہم عربون پر شبخون مارنا چاہتے ہین- لیکن چونکہ آپ کے تابع فرمان ہین لہذا بغیر آپ کے مشورے کے ایسا کرنا نہین چاہتے کاکا نے جواب دیا" اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو مین تمھاری ہمت کی قدر کرتا ہون دراصل یہ ملک کی بہت بڑی خدمت ہے- مگر مین نے روشن ضمیر اور پاک وصاف رشیون سے سُنا ہے اور اُنھون نے اپنی نجوم کی کتابون سے دیکھ کے کہا تھا کہ اس ملک کو مسلمان ضرور فتح کرلین گے- باوجود اس کے مین تم کو اس اچھے کام سے نہین روک سکتا بلکہ تمھاری مدد کو موجود ہون"

شبخون مارنے والون کی عجیب وغریب ناکامی-

اس کے بعد کاکا نے بہتن نام ایک شخص کو اُن پر سردار مقرر کیا- اس سردار کی ماتحتی مین ایک ہزار جوان مرد تھے اور سب کے پاس ڈھال- تلوار- برچھے اور کٹارین تھین- کاکا نے ان سب کو انعام واکرام سے خوشدل کرکے رخصت کیا اب رات ہوئی- تاریکی ہر چہار طرف پھیلی- اور یہ پُرجوش سپاہی شبخون کے ارادے سے شہر چھوڑ کے نکلے لیکن اتفاق یا مسلمانون کی خوش قسمتی کہ راستہ بھول گئے رات بھر بیابان مین پریشان وسرگردان پھرتے رہے اور راستہ نہ ملا- بہ چار حصون پر تقسیم ہو کے چلے تھے کہ ایک ساتھ مسلمانون پر جا پڑین- ایک حصہ اسلامی کیمپ کے قریب پہونچ گیا- مگر دیگر حصون کے انتظار مین اُسے حملے کی جرأت نہ ہوئی- خلاصہ یہ کہ سوا ایک حصے کے تینون حصے رات بھر مارے مارے پھرے صبح کو جو دیکھا تو قلعہ سیسم کے نیچے کھڑے تھے- آخر صبح ہوتے دیکھ کے وہ لوگ بھی پلٹ آئے جو مسلمانون کے فرودگاہ کے قریب تھے اور ساتھیون کا انتظار کر رہے تھے تب

ع ۵ یہ سردار جس کا نام کاکا ہے اس کا لقب [illegible] نا تھا- اور یہان کے تمام حکمران اسی خطاب سے یاد کیے جاتے تھے- یہ خاندان ابتداً گنگا کے کنارے سماہ آدودھار مین آباد تھا- آدھیس کی یہ نسل سے تھے اسی نے دریا سے سندھ کے کنارے آکے سکونت اختیار کی تھی- اور تب سے یہ خاندان [illegible] سلطنت سندھ کی ماتحتی مین بعزت وحکومت یہان زندگی بسر کرتا- چچ نامہ-

آفتاب کی کرنین اُفق مشرق سے نمودار ہونے لگین سب پلٹ کے اپنے قلعہ مین آ گئے اور رات کی سرگزشت اپنے راجہ کاکا سے بیان کی۔ کاکا نے اُن کا حال سُن کے کہا "تم خوب جانتے ہو کہ میری جرأت و اُولوالعزمی مشہور ہے لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قسمت ہی دگرگون ہے۔ اور تمھاری یہ ناکامی دیکھ کے مین نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ نجوم کی کتابون سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ہندوستان پر قبضہ کر لین گے۔ اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ بات ضرور ہو گی۔"

کاکا محمد بن قاسم کی خدمت مین

اس کے بعد کاکا نے اپنے تمام فرمان بردارون اور دوستون کو ساتھ لیا اور عربی لشکرگاہ کی راہ لی۔ قلعہ سے تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ راستے مین اُسے بنانہ بن حنظلہ نام ایک عربی شخص ملا جسے محمد بن قاسم نے دشمن کے حالات دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔ بنانہ کو جب کاکا کے ارادے سے اطلاع ہوئی تو اپنے ہمراہ لے کے محمد بن قاسم کی خدمت مین حاضر ہوا۔ سامنے جا کے آستان بوسی کی۔ اور عربی سپہ سالار کو اپنی وفاداری و اطاعت کی نسبت اطمینان دلانے لگا۔ محمد بن قاسم اُس سے بعزت پیش آیا۔ دوستانہ تعلقات قائم ہونے کے بعد کاکا نے محمد بن قاسم کو مہمات سندھ کے متعلق بہت سی نیک صلاحین دین اور اُس کے دل مین اپنی جگہ پیدا کر لی۔

اُس کا خلوص

کاکا نے یہ بھی بیان کر دیا کہ گزشتہ شب کو ہمارے بہادر جاٹون نے عساکر خلافت پر شبخون مارنا چاہا تھا۔ مگر راستہ بھول گئے۔ اور صبح کو بے نیل مرام واپس گئے۔ اور اسی سے مجھے آپ کی اقبالمندی کا یقین ہو گیا۔ اُن لوگون کو خدا ہی نے راہ سے بے راہ کر دیا کہ رات بھر اندھیرے مین ٹکراتے پھرے اور آپ کا بال بیکا نہ کر سکے۔ یہ بھی بتایا کہ ہمارے اہل نجوم کو اپنے حساب کواکب سے معلوم ہوا ہے کہ اس ملک پر مسلمانون کا قبضہ ہو جائے گا۔ غرض ان تمام باتون سے مجھے اس مین ذرا شبہہ نہین کہ خدا ہی کی یہ مرضی ہے اور کوئی فریب اور چالا کی ہمارے کام نہ آ سکے گی۔ آپ خاطر جمع رکھین اور اپنا دل مضبوط کر لین اس لیے کہ آپ اُنھین ہر طرح مغلوب کر ین گے۔ مین آپ کی اطاعت و فرمان برداری کرون گا۔ ہر معاملے مین آپ کا مشیر رہون گا۔ اپنی طاقت بھر آپ کی اعانت کو

حاضر ہون- اور آپ کے دشمنون کے پسپا کرنے مین ہر طرح آپ کا ممد و معاون رہون گا-

محمد بن قاسم کی مسرت

ایک ایسا خالص وفادار پا کے اور اُس کی زبان سے یہ کلمات سُن کے محمد بن قاسم کے دل مین ایسا جوش پیدا ہوا کہ خدا کی حمد و ثنا کی اور سجدے مین گر پڑا۔ کاکا کے ہمراہیون اور فرمان برداروں کی اُس نے پوری دلدہی کی اور حمایت و حفاظت کا وعدہ کیا۔ پھر پوچھا "بتائیے آپ کے یہان کیا دستور ہے کسی سردار کی قدر و منزلت کرنا ہوتی ہے تو اُس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے؟" کاکا نے کہا دربار مین کرسی دی جاتی ہے۔ ایک ریشمی لباس پہنا کے سر پر پگڑی باندھی جاتی ہے۔ ہمارے اجداد اور قوم جاٹ کے سمانیون کا یہی دستور ہے۔ اتنا اشارہ پاتے ہی محمد بن قاسم نے اُسے خلعت سے سرفراز کیا۔ کاکا نے جیسے ہی محمد بن قاسم کا عطا کیا ہوا خلعت پہنا تو تمام وہ معزز لوگ جو اُس کے گرد کھڑے ہوئے تھے سب کے دل مین محمد بن قاسم کی اطاعت کا شوق پیدا ہو گیا۔ اُس نے یہ خلعت پہنتے ہی اپنے تمام ہمراہیون کے دل سے عربون کا خوف دور کر دیا۔ جن کے دل مین ہنوز بدخواہی کا مادہ باقی تھا سمجھا بجھا کے اُس نے اُنھین بھی مطیع بنا لیا۔

پہلا خلعت ہندستان مین کاکا کو دیا گیا

محمد بن قاسم نے اپنے ایک سردار عبد الملک بن قیس الدامانی کہ اُس کے ہمراہ کیا تاکہ اُس کے ہاتھ سے انتظام ملکی مین خلاف شریعت اسلامیہ کوئی بات نہ ہونے پائے۔ اور اُسے حکم دیا کہ تمام باغیون اور دشمنون کو اپنی راے کے مطابق سزا دے۔ کاکا نے یہ حکم پاتے ہی دولتمند دشمنون کو لوٹ لیا۔ سونا۔ چاندی کپڑے۔ غلام۔ اور مویشی جو چیز اُن لوگون کے قبضے مین ملی ضبط کر لی۔ مویشیون کی یہان تک کثرت تھی کہ مسلمانون کی فوج مین گاے کا گوشت ضرورت سے زیادہ موجود تھا۔

سیسم پر حملہ اور فتح

کاکا کو اس سرزمین کے نظم و نسق پر مامور کر کے محمد بن قاسم نے یہان سے کوچ کیا۔ اور جا کے شہر سیسم پر حملہ آور ہوا جہان بجہرا نے بھاگ کے پناہ لی تھی۔ اس شہر پر عساکر اسلامیہ کو صرف دو ہی دن جان بازی دکھانے کی

نوبت آئی تھی کہ دشمن بھاگ نکلے۔ معرکۂ جنگ مین کچھرا جو بڑی حوصلہ مندی سے
مقابلے کو آیا تھا کمال شجاعت مع اپنے بہت سے سردارون اور بہادرون کے جو
اُس کے جھنڈے کے نیچے تھے اپنی جانین حمایت وطن پر قربان کین۔ باقی ماندہ
لوگ جن کا شمار مغرورین مین تھا دور دور کے شہرون مین بھاگ گئے۔ بعض تو ادھر
اُدھر منتشر ہو گئے اور بعض نے شہر بھتیلور کی راہ لی۔ جو ساکوج اور قندابیل
کے درمیان مین ہے۔ جنھون نے وہان پہونچ کے محمد بن قاسم کی خدمت مین
ایک عرضی بھیج کے امان طلب کی۔ یہ سردار راسے داہر کے دشمن تھے۔ اور گو
مسلمانون سے شکست کھائی مگر اُن کو یہ ہرگز گوارا نہ ہوا کہ داہر کا ساتھ دین یا
اُس کے دربار مین جا کے حاضر ہون۔ اِن لوگون نے اپنا ایلچی محمد بن قاسم کی خدمت
مین بھیج کے ایک ہزار روپیہ سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اور اپنی طرف سے
سیوستان مین کفیل بھیجدیے اس لیے کہ سیوستان عساکر اسلامیہ کے مستقر کے
قریب اور مسلمانون کے قبضے مین تھا۔

سیسم کے انتظامات۔

سیسم فتح کر کے محمد بن قاسم نے وہان کے سردارون پر خراج مقرر کیا
اُن کے مزید اطمینان کے لیے تحریری عہدنامے لکھ دیے۔ حمید بن وداع اور
عبد القیس جو جارود کی نسل سے تھا ان دونون کو سیسم کا والی مقرر کیا۔ یہ لوگ
اُس کے معتمد علیہ تھے۔ اور اُسے اطمینان تھا کہ ہر دشوار معاملے کو یہ آسانی
سے طے کر لین گے۔ اسی وجہ سے اُس نے وہان کی تمام مہمات کا اُن کو ذمہ دار
بنا دیا۔ اور آگے بڑھنے کا ارادہ کرنے لگا۔

حجاج کے احکام و نصائح۔

یہان قابل اطمینان انتظام کر کے آگے بڑھنے ہی کو تھا کہ حجاج کا حکم نامہ
ملا جس کی رُو سے اُسے ہدایت کی گئی تھی کہ یہ تاخیر نہین اچھی۔ جلدی جلدی
آگے بڑھو۔ اب مناسب ہے کہ نیرون مین واپس آؤ۔ اور بلا تامل دریاے سندھ
سے عبور کر کے خود داہر کے مقابلے مین صف آرا ہو۔ اسی تحریر مین حجاج نے
بطور نصیحت یہ فہمائش بھی کی تھی کہ فتح و نصرت مین ہمیشہ خدا کی مدد پر نظر رکھنا
جن قلعون اور شہرون پر قبضہ ہو جاے اُن کو کمزور چھوڑ کے آگے کا ارادہ
نہ کرنا بلکہ ہر جگہ خوب مضبوطی کا سامان مہیا رہے تاکہ دشمنون کو موقع نہ ملے کہ

یہ خط پڑھتے ہی محمد بن قاسم نیرون مین واپس آیا اور ادھر اُدھر اضلاع کے مطیع بنانے کے لیے چھوٹی چھوٹی فوجین روانہ کین۔

نیرون مین آ کے محمد بن قاسم نے شہر کے قریب ایک پہاڑی پر خیمہ ڈالا۔ یہان کا منظر نہایت عمدہ تھا۔ نظر کے سامنے ایک نظر فریب آبشار جاری تھا۔ جس کا پانی نہایت ہی پاکیزہ اور صاف تھا۔ اور اُس کی ترائی مین ایسا عمدہ سبزہ زار دور تک چلا گیا تھا کہ دیکھ کے روح تر و تازہ ہو جاتی تھی۔ اس دلچسپ اور پُرفضا مقام مین ٹھہر کے اُس نے حجاج بن یوسف کے نام یہ خط روانہ کیا:—

محمد بن قاسم کا خط حجاج کے نام

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بہ اعلے ترین دربار اشرف زمین۔ تاج دین۔ حامی عجم و ہند۔ از جانب ادنے ترین خادم محمد بن قاسم۔ السلام علیک۔ بعد سلام معروض خدمت ہے کہ یہ جان نثار مع اپنے تمام سرداروں۔ خدام۔ عساکر اسلام اور تمام ساز و سامان کے بخیریت ہے۔ سب کارروائی نہایت عمدگی سے چل رہی ہے۔ اور مسرت حاصل ہے۔ رائے پر تنویر پر واضح ہو کہ صحراؤن کو قطع کر کے اور خطرناک منازل سے گذر کے مین سرزمین سندھ مین مہران کے کنارے جو یہان کی اصطلاح مین دریائے سندھ کے نام سے مشہور ہے وارد ہوا۔ وہ حصۂ ملک جو مقام بدھیا کے گرد اور قلعۂ بغرور کے سامنے لبِ دریائے سندھ واقع ہے سب پر قبضہ کر لیا گیا۔ قلعۂ بغرور وہی ہے جسے نیرون کہتے ہین۔ یہ قلعہ آلور کی صوبہ داری کے ماتحت اور راے داہر کی قلمرو مین تھا تھوڑے ہی لوگ تھے جنھون نے ہماری مزاحمت کی جرأت کی۔ اور الحمدللہ کہ اُنھین سے اکثر ہمارے ہاتھ مین گرفتار ہوئے۔ اور باقی ہماری دہشت سے خوف زدہ ہو کے بھاگ گئے۔ چونکہ دار الامارت سے میرے نام واپسی کا حکم صادر ہوا۔ اور ہدایت کی گئی کہ جدھر مین بڑھ رہا تھا اُدھر سے واپس آ کے دوسری طرف رُخ کرون لہذا مین پلٹ کے اُس پُرفضا قلعہ پر آ گیا جو نیرون کی پہاڑی پر واقع ہے۔ اور بہ مقابلہ تمام دیگر بلاد سندھ کے مقام مستقر امارت سے بہت قریب ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ تائید ایزدی۔ امیر المومنین کی مہربانی اور ستودہ صفات امیر کے اقبال و توجہ سے کفار کے مضبوط سے مضبوط دل

قلعہ فتح ہوجائین گے۔ شہرون پر قبضہ ہوگا۔ اور ہمارے خزانے کو جو بار اُٹھانا پڑا ہے اُس کا بہت جلد معاوضہ ہو جائے گا۔ سیوستان اور سیسم کے قلعون پر بھی ہمارا قبضہ ہے۔ ڈاہر کا بھتیجا۔ اُس کے جنگجو اور ممتاز سرداران فوج ہماری جانبازی سے میدان جنگ مین مارے گئے۔ اور اُن کفار کے سوا جو ایمان لائے باقی تمام سرکش لوگ جو سپاہیون کا کام دے سکتے تھے تباہ کر دیے گئے۔ بت خانون کی جگہ مساجد و معابد قائم ہین۔ منابر نصب ہو گئے۔ خطبہ پڑھے جاتے ہین۔ اذانون کی آواز بلند ہے۔ ہر طرف توحید کی صدا ہوا مین گونج رہی ہے۔ اور مسلمان اس سرگرمی سے اپنے فرائض دینی ادا کرنے مین مشغول ہین کہ ہر نماز مستحب اوقات مین ادا کی جاتی ہے۔ ہر صبح و شام تکبیر کا نغمہ سُنا جاتا ہے اور خدا کی حمد و ثنا کا زمزمہ اہل اسلام مین جوش و خروش پیدا کر رہا ہے۔"

موکا کی اسیری

یہ خط لکھ کے محمد بن قاسم نے حجاج کے دربار مین روانہ کیا۔ اور جواب آنے تک اسی جگہ ٹھہرا رہا۔ اس زمانۂ قیام مین اُس نے نیرون کے سمانی سردار کی نہایت عزت کی۔ اُس کو مراتب مین ترقی دی۔ اور بنانہ بن حنظلہ کو مع ایک لشکر جرار اور اُس کے چند ہم قوم و ہم قبیلہ شجاعون کے ضلع بیٹ کی طرف روانہ کیا جس کی حکومت داہر کی طرف سے لنبایا کے بیٹے موکا کے قبضۂ اقتدار مین تھی۔ بنانہ نے بیٹ مین پہونچتے ہی ایسا سخت حملہ کیا کہ فوراً موکا مع اپنے خاندان کے بیس معزز اور عالی مرتبہ ٹھاکرون کے گرفتار ہوگیا۔ بنانہ ان لوگون کو گرفتار کرکے واپس آیا اور سب کو نوعمر شیر عرب محمد بن قاسم کے سامنے لاکے کھڑا کر دیا۔ موکا کی بیکسانہ صورت اور شریفانہ آداب نے محمد بن قاسم کے پُر رحم دل پر ایسا اثر کیا کہ اُسے ترس آگیا۔ اور اس حدیث نبوی کا نقشہ اُس کی آنکھون کے سامنے پھرنے لگا کہ "اکرموا عزیز قوم ذل" اُس نے فوراً موکا کو اپنے سامنے کرسی پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ ایک لاکھ درہم بطور انعام دیے۔ خلعت سے معزز و ممتاز کیا۔ اور مراتب اعزازی مین یہان تک ترقی کی کہ اُسے ایک سبز چھتر مرحمت کیا جس کی چوٹی پر مور بنا ہوا تھا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے موکا کے خاندانی ٹھاکرون کو خلعت اور آراستہ و پیراستہ گھوڑون سے سرفراز کیا۔

اور علاقہ بیٹ کی حکومت اپنی طرف سے موکا کے ہاتھ مین دی۔ اور یہان تک اُس کے حال پر مہربان ہوا کہ اپنی طرف سے پروانہ لکھدیا کہ علاقہ بیٹ کی ساری زمین اُس کے تمام شہر۔ سیدان۔ اور اُس کے ماتحت کل اضلاع ہمیشہ موکا ہی کے قبضے مین رہین۔ اور اُس کے بعد بھی نسلاً بعد نسل ہمیشہ اسی کا خاندان اُس پر متصرف رہے گا۔ رائگی یعنے کسی کو راناکی عزت دینے کا یہ پہلا چتر ہے جو مسلمانون کی طرف سے کسی دیسی راجہ کو دیا گیا۔ یہ ایسی فیاضی و قدر افزائی تھی کہ محمد بن قاسم نے موکا کے دل پر کامل فتح حاصل کر لی۔ جو ایسی فتح تھی کہ سارے ہندوستان کی فتح سے زیادہ کامیاب اور نیک نام کرنے والی فتح تھی۔ الغرض محمد بن قاسم نے موکا کو اپنا پورا ممنون منت بنا کے اور اُس کی زبان سے عاجزانہ لہجے مین اقرار وفاداری لے کے اپنے دربار سے رخصت کیا۔[ع]

داہر کی طرف سے مزاحمت

راجہ داہر کو جب معلوم ہوا کہ محمد بن قاسم یہان تک بڑھ آیا اور دریائے سندھ کے کنارے اُس کی ترائی مین خیمہ زن ہے تو نہایت ہی پریشان ہوا۔ دیبل کا سا معبد اُس کے قبضے سے نکل چکا تھا۔ نیرون دو دیگر بلاد اور متعدد قلعہ مسلمانون کے فرمان بردار بن چکے تھے۔ اور سب سے زیادہ تردد اور نیز تعجب داہر کو اس بات پر تھا کہ اُس کے مامور کردہ والیان شہر اور حکام اضلاع مسلمانون کے مطیع ہی نہین ہوتے جاتے تھے بلکہ اُن کے جھنڈے کے نیچے جان بازی کو بھی تیار رہتے تھے۔ تاہم راجہ سے سوا اس کے اور کوئی تدبیر نہ بنی کہ محمد بن قاسم کے روکنے کا بند و بست کرے۔ آخر اُس نے ایک جرار فوج مرتب کی جس کی تعداد بہت زیادہ بتائی جاتی ہے۔ اور اُس کو لائق و بہادر سردارون کے ساتھ مسلمانون کے مقابلے کو روانہ کیا۔ محمد بن قاسم ہنوز دریا سے اُترنے کی تدابیر ہی کر رہا تھا کہ یہ عظیم الشان لشکر جلد جلد کوچ کرتا ہوا آ پہونچا۔ اور دریا سے سندھ سے اُتر کے اُس کے مغربی کنارے پر عربی افواج کے سامنے صف آرا ہوا۔ محمد بن قاسم فوراً لڑائی پر آمادہ ہو گیا۔ دونون طرف کے جوانمردون نے جی کھول کے داد شجاعت دی۔ لیکن نتیجہ پر داہر کی اس کوشش کو بھی ناکامی

ع۵ چچ نامہ۔

ہوئی۔عربون نے میدان جنگ مین ایسا حیرت انگیز استقلال دکھایا کہ دیسی حامیان وطن کو شکست فاش ہوئی اور بڑی بے سروپائی سے بھاگ گئے[ع۵]

اسلامی سفارت

یہ شکست دے کے محمد بن قاسم نے اپنی طرف سے داہر کے دربار مین ایک سفارت روانہ کی۔ایک لائق و تجربہ کار متوطن شام مسلمان، پیام لے کے دریا سے اُترا۔اس سفیر کے ہمراہ بطور ترجمان مولانا اسلامی نام ایک دیسی نومسلم بزرگ بھی گئے۔جو دیبل کے ہندو شرفا مین تھے۔اور محمد بن قاسم کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے۔یہ سفارت جب داہر کے دربار مین پہونچی تو داہر کے خلاف اُمید ان لوگون نے اُس کے سامنے نہ سجدہ کیا اور نہ سر جھکایا۔ان لوگون سے علامات تعظیم کا نہ ظاہر ہونا داہر کو نہایت ناگوار ہوا۔خصوص مولانا اسلامی کی بیرخ ادائی اُسے بہت ہی بُری معلوم ہوئی۔اس لیے کہ یہ دیبل کے معززرؤسا مین تھے۔ساری عمر ہندو راج کی رعیت رہے تھے۔دیسی اخلاق وعادات سے واقف تھے اور سب پر طرہ یہ کہ داہر ان کو پہچانتا تھا۔شامی شخص سے تو وہ کیا کہتا مگر مولانا اسلامی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا "تم آداب شاہی کیون نہ بجالائے؟ کیا تم کو اس کی ممانعت کردی گئی ہے؟" دیبل کے مولانا نے جواب دیا "جب تک مین آپ کی رعایا مین تھا اُس وقت تک قواعد طاعت وآداب کی پابندی مجھ پر فرض تھی۔لیکن اب جب کہ مین نے دین اسلام قبول کرلیا اور خلیفۂ اسلام کی رعایا مین داخل ہوچکا تو مجھ سے ایسی اُمید رکھنا بیکار ہے کہ کسی کافر کے سامنے سر جھکاؤن گا اس لیے کہ اسلام مین سوا خدا کے کسی کے سامنے سر جھکانا جائز نہین ہے" اس جواب نے داہر کے دل پر بڑا اثر کیا۔ایک بےبسی کے لہجے مین اُس کی زبان سے نکلا "افسوس! تم ایلچی ہو ورنہ قتل کے سوا تمھاری اور کوئی سزا نہ تھی" اس پر مولانا اسلامی نے کہا "میرے قتل سے عربون کا کچھ بھی نقصان نہ ہوگا۔مگر ہان وہ میرے خون کا پورا انتقام لین گے۔اور آپ کو سخت صدمہ پہونچے گا" اس کے بعد سفارت کا پیام دیا گیا۔داہر نے اپنے وزیر سی ساکر سے مشورہ کیا۔علافی عرب نے بھی جو عمان سے جلاوطن ہو کے داہر کے دامن مین پناہ لی تھی بخوبی رائے زنی کی۔اس تمام

ع۵ یعقوبی۔

گفتگو کا نتیجہ کچھ نہ ہوا۔ محمد بن قاسم کے شرائط قطعاً نامنظور کیے گئے۔ اور اسلامی سفیر انکاری جواب لے کے واپس روانہ ہوا۔

واپسی سفارت کے بعد راے داہر نے فوج جمع کرنا شروع کر دی۔ اور دریاے سندھ کے قریب آ کے خیمہ زن ہو گیا۔ محمد بن قاسم بھی آگے بڑھنے کے تدابیر مین تھا کہ حجاج کا خط مع دو ہزار عربی سوارون کے آ گیا۔ اس خط مین دریاے سندھ سے پار اُترنے کا قطعی حکم دے دیا گیا تھا۔[عہ] لیکن محمد بن قاسم نے پار اُترنے سے پہلے ضروری خیال کیا کہ شہر سدوسان پر بھی قبضہ کر لیا جاے۔ اس لیے کہ باغیون اور سرکشون کا ایک گروہ پیچھے چھوڑ کے دریا سے اُتر جانا کسی طرح مناسب ہی نہ تھا۔

شہر سدوسان پر مسلمانون کا قبضہ

اس غرض کے لیے اُس نے اپنی فوج بلکہ اپنے قبیلے کے ایک جرار سردار محمد بن مصعب بن عبدالرحمن ثقفی کو تھوڑے سوارون کے ساتھ سدوسان کی طرف روانہ کیا۔ محمد بن مصعب کے آنے کی خبر سُنتے ہی اہل سدوسان گھبرا اُٹھے۔ اور گو محمد بن قاسم اور داہر کی لڑائی کا معاملہ ہنوز تقدیر کے پردے اور بیم و رجا کے دامن مین تھا۔ مگر اُنھین اپنے حق مین یہی مناسب معلوم ہوا کہ عربون کی اطاعت ہی نہ کرین بلکہ محمد بن قاسم کا پورا ساتھ دین۔ اُنھون نے فوراً ایک سفارت کے ذریعے سے محمد بن مصعب کے سامنے سر اطاعت جُھکا دیا۔ اور امان طلب کی۔ ثقفی جوانمرد نے اُن کو امان دی۔ اہل شہر پر جزیہ یا خراج مشخص کیا۔ چند عمائد شہر بطور کفیل کے اپنے قبضے مین کر لیے۔ اور دیسیون کو اپنی مہربانی کا ایسا گرویدہ بنا لیا کہ جب وہ محمد بن قاسم کے پاس واپس آیا تو اُس کے ہمراہ رکاب سدوسان کے چار ہزار پابندان مذہب بودھ تھے جو علم اسلام کے نیچے مرنے اور کٹنے پر تیار تھے۔ انھین لوگون مین سے ایک کو محمد بن قاسم نے شہر سدوسان کا حاکم مقرر کیا۔ اور باطمینان دریاے سندھ سے اُترنے کی تدبیرین کرنے لگا۔[عہ] اور موکا کو کشتیان فراہم کرنے کا حکم دیا۔

راے داہر کا بیٹا جے سنگھ اُس پار قلعہ بیٹ پر آ پہونچا اس لیے کہ محمد بن قاسم نے

عہ چچ نامہ

عہ بلاذری۔

یہ سارا ملک موکا کے قبضے مین دے دیا تھا۔ لیکن جب داہر کو معلوم ہوا کہ محمد بن قاسم کے لیے بسایا کا بیٹا موکا کشتیان فراہم کر رہا ہے تو اُسے موکا کی نمک حرامی پر بڑا غصہ آیا۔ اُس نے فوراً برہم ہو کے علاقۂ بیٹ پر اپنی طرف سے راسل کو مقرر کیا۔ اور موکا کو برائے نام معزول کر دیا۔ یہ نیا والی قصّہ کا راجہ تھا۔ راسل کو یون مور دالطاف کر کے داہر نے حکم دیا کہ محمد بن قاسم کو دریاے سندھ سے نہ اُترنے دے۔

تدابیرِ جنگ

اب محمد بن قاسم ہمہ تن پار اُترنے کی فکر مین مشغول تھا۔ لیکن اس سے پیشتر اُسے بہت سی تدبیرین کرنا تھین۔ اطراف و جوانب کے قلعے مضبوط کرنا تھے مختلف راستے روکنا تھے۔ اپنی رسد کا پورا بند و بست کر لینا تھا۔ اور سب سے زیادہ یہ فکر تھی کہ داہر سامنے آ کے پار اُترنے سے مزاحم نہ ہو۔ اس لیے کہ ایسی صورت مین اُسے بڑی دقت پیش آنے کا اندیشہ تھا۔ غرض ان سب اُمور کے طے کرنے کے لیے اُس نے بڑے بڑے انتظامات کیے۔ سلیمان بن بنہان قریشی کو حکم دیا کہ اپنی فوج لے کے بہادری و سرگرمی کے ساتھ قلعۂ آلور کے راستے پر جائے اور چھ سو سوار اُس کے ہمراہ کیے اس خوف سے کہ کہین ایسا نہ ہو داہر کا بیٹا گوپی عـــہ اپنے باپ سے آ کے مل جائے۔ سلیمان کو اُدھر روانہ کرنے کے بعد اُس نے عطیہ طفلی کو بلا کے حکم دیا کہ پانسو آدمی اپنے ہمراہ لے کے جائے اور اُس راستے کی نگہبانی کرے جدھر سے اندیشہ ہے کہ ہند و سردار فوج اکھم آ کے مقام گنداوا کا راستہ نہ روک دے۔ پھر اُس نے بیرونؔ کے سمانی سردار کو حکم دیا کہ اپنی طرف کی سڑک کھلی رکھے تا کہ اُدھر سے مسلمانون کے لیے رسد اور دانہ چارے کی

عـــہ یہ واقعات تو اکثر تاریخ نامہ مین موجود ہین مگر راسل کو بلاذری قصّہ کا راجہ لکھتا ہے۔ غالباً قصّہ کچھ کا معرب ہے جو اُس زمانے مین سندھی راج کا مطیع معلوم ہوتا ہے۔

عـــہ اس ولیعہد شاہزادے کے نام کو مورخین کہین تو قوفی لکھتے ہین اور کہین فوفی قوفی کی پھر خرابی یہ ہوئی کہ آخر مین کوفی بن گیا۔ لیکن عرب جن اصول سے دیگر زبانون کے نامون کو اپنی زبان مین لے جاتے ہین اُن کے اعتبار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام گوپی ہے جو آج تک ہندؤن مین مروج ہے۔ افسوس کہ اس نام کا پتا باوجود بڑی تفتیش کے اس وقت تک کوئی نہ لگا سکا۔

آمد جاری رہے اور برابر عربی لشکرگاہ مین ہر قسم کا ضروری سامان بآسانی پہونچ جایا
کرے۔ اسی طرح اُس نے ذکوان بن علوان بکری کو پندرہ سو سپاہیون پر سردار مقرر
کرکے حکم دیا کہ سیبٹ کے سردار موکا کی نگرانی کرتا رہے۔ اس لیے کہ گو وہ اطاعت
قبول کر چکا ہے اور عربی حصالات کا زیربار ہے مگر اُس کے طرف سے بالکل بے
پروا ہو جانا احتیاط کے خلاف ہے۔ پھر اُس نے سیبٹ کے ٹھاکرون اور غزنین
کے جاٹون کو ساگرہ اور جزیرۂ سیبٹ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہان کی حفاظت کرتے
رہین۔ سیبٹ دریا کے اُس پار واقع تھا۔ اور گو ہنوز محمد بن قاسم کا اُس پر قبضہ
نہین ہوا تھا۔ مگر وہان کا سردار موکا حاضر ہو کے مسلمان ہو گیا تھا اور محمد بن قاسم
نے اُس کی حکومت اُسی کے قبضے مین رکھی تھی۔ ان لوگون کو سیبٹ کے محاذات مین
اُس نے اس لیے مامور کیا کہ اُدھر سے غنیم کی فوج نہ گزر سکے یعنی نہ اُدھر سے ادھر
آسکے۔ اور نہ اِدھر سے دشمن کا کوئی لشکر اُدھر جا سکے۔ پھر فوجی ترتیب کی طرف توجہ کی کو
محمد بن مصعب بن عبدالرحمن کو فوج طلیعہ کا سردار مقرر کیا اور نباتہ بن حنظلہ کو ایک ہزار
سوار پر افسر کرکے درمیان مین قائم کیا۔

دریاے سندھ پر پُل باندھا گیا

یہ تمام انتظامات کرکے پار اُترنے کی فکر کرنے لگا۔ اُس نے جابجا آدمی بھیج کے
پایاب مقامات کا امتحان کیا۔ لیکن اس تجویز مین ناکامی ہوئی۔ دریا کہین بھی پایاب
نہ ملا۔ تب اُس نے اُن کشتیون کا پُل بنانا شروع کر دیا جن کو موکا نے اُس کے
حکم سے فراہم کیا تھا۔ لیکن جیسے ہی یہ کشتیان پُل بنانے کی غرض سے مرتب کی جانے
لگین راے داہر کی طرف سے راسل اُس پار کے کنارے پر آموجود ہوا۔ اور
اپنے سپاہیون کو حکم دیا کہ پُل نہ باندھنے دین۔ یہ وہی دشواری تھی جس کا اندیشہ
محمد بن قاسم کو پہلے ہی سے تھا۔ خیال کیا جا سکتا تھا کہ عربی نوعمر سردار فوج اس
دشواری کے پیش آنے سے کسی قدر پریشان و مایوس ہوگا۔ مگر نہین اُس نے
راسل کی مزاحمت کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ اور اُسی سرگرمی سے پُل بنوانے مین
مشغول رہا۔

محمد بن قاسم نے اس موقع پر ایک عجیب و غریب حکمت سے پُل باندھا
جب اُس نے دیکھا کہ حریف کے تیر کسی طرح کشتیان برابر ہی نہین کرنے دیتے تو

اُس نے تمام کشتیون کو اسی پار منگوا لیا۔ اور اسی پار دریا کے کنارے کنارے
طولاً کشتیون کو مرتب کر کے ایک بڑی قطار قائم کر دی۔ اور اُن سب کو ایک
دوسرے مین خوب مضبوطی سے باندھ کے اندازہ کر لیا کہ کشتیون کی اس صف کا
ایک سرا اگر ہٹا کے اُس طرف لے جایا جائے تو پار کے کنارے سے لگ جائے گا
اس کا صحیح اندازہ کر کے ملاحون اور فوج کی مدد سے اُس نے اُس صف کو دریا
کے عرض کی طرف بڑھایا۔ کنارے سے ہٹنا تھا کہ بہاؤ نے اور مدد دی اور
تھوڑی ہی دیر مین کشتیون کی قطار ایک عمدہ اور مضبوط پُل کی طرح اس پار سے
اُس پار تک قائم ہو گئی۔

مسلمان راسل کے لوگون کو ہٹا کے پار اُتر گئے۔

راسل اور اُس کے ساتھی اس کارروائی کو ہنوز حیرت کی نگاہون سے
دیکھ ہی رہے تھے کہ عربی فوجین تیرون کا مینھ برساتی ہوئی پُل پر سے گزرنے لگین۔
تھوڑی دیر مین راسل کی فوج جو مزاحمت کے لیے اُس پار صف باندھے کھڑی تھی
تیرون کی بوچھار سے منتشر ہو گئی۔ اور ہنوز سندھی سپہ سالار اپنی درہم برہم فوج
کو مرتب نہ کرنے پایا تھا کہ مسلمان سپاہی پُل کی مسافت طے کر کے پار اُتر گئے اور
جاتے ہی دشمنون پر ٹوٹ پڑے۔ سندھیون سے سوا بھاگنے کے اور کوئی تدبیر
نہ بنی۔ اور محمد بن قاسم کے سپاہی اپنی اس کامیابی پر اس قدر نازان تھے کہ پار
اُتر کے اُنھون نے دشمنون کو بھگایا ہی نہین بلکہ اُن کو مارتے اور کاٹتے برابر شہر
جہم کے پھاٹکون تک چلے گئے۔

اس امر کا پتہ لگانا دشوار ہے کہ محمد بن قاسم نے کس جگہ دریاے سندھ
پر پُل باندھ کے اپنی فوج پار اُتاری۔ فتوح البلدان سے صرف اتنا پتہ معلوم ہوتا
ہے کہ جس زمین پر وہ اُترا ہے وہ قصّہ (کچھ) کے راجہ راسل کی سرحد مین ہے۔
غالباً یہ وہ حصۂ زمین ہو گا جو خلیج کچھ اور دریاے سندھ کے مابین واقع ہے۔
اس لیے کہ قیاس چاہتا ہے کہ اس وقت تک محمد بن قاسم اسی جنوبی حصۂ سندھ
مین تھا اور نیز کچھ کے راجا راسل کو بھی داہر نے یہی علاقہ دیا ہو گا۔ اس لیے کہ
اُس کے اصلی ملک سے ملا ہوا ہے۔ زیادہ وضاحت کے ساتھ یون کہا جا سکتا ہے
کہ مسلمان سپہ سالار حیدرآباد سندھ کے حوالی مین پار اُترا۔

مسلمانون کے پار اُترنے کی خبر سُن کے راے داہر کا غضب

غالباً محمد بن قاسم مصلحت دیکھ کے رات کے وقت دریا سے اُترا تھا اِس لیے
کہ صبح تڑکے جیسے ہی راے داہر کی آنکھ کھُلی اُس کے بدنصیب معتمد نے عرض کیا کہ محمد
بن قاسم پار اُتر آیا۔ اور راسل کی فوج کو سخت زک ہوئی۔ آنکھ کھُلتے ہی جو پہلی خبر
راجہ نے سُنی وہ یہی تھی جسے سُنتے ہی وہ نہایت برہم ہوا۔ اور غصے سے اس قدر از خود
رفتہ ہو گیا کہ طیش مین آکے اُس معتمد کو فوراً قتل کرا ڈالا۔ اس واقعہ نے دیسی رؤسا
کو راجہ کی طرف سے اور بدگمان کر دیا۔ جو سرداران فوج اس وقت تک وفاداری
و جانبازی کے ساتھ اُس کا ساتھ دے رہے تھے اُن کے دل مین بھی یہ خیال
یقیناً پیدا ہو گیا ہو گا کہ راجہ کو چھوڑ کے محمد بن قاسم کا ساتھ دین جس کی رحمدلی اور
معدلت کیشی کی تمام سرزمین سندھ مین دھوم مچی ہوئی تھی۔

نوان باب

محمد بن قاسم دریاے سندھ کے اس پار

اب عربی فوجین دریا کے کنارے سے کوچ کرکے شہر ببٹ پر پہونچین اور یہ فوجین اس قدر آراستہ و پیراستہ تھین کہ تمام گھوڑون کی پیٹھون پر پاکھرین پڑی ہوئی تھین۔ اور سپاہیون کے دل مین جوش شجاعت بھرا ہوا تھا۔ محمد بن قاسم نے یہان پہونچ کے ہر طرف مناسب مقامات پر فوجین مقرر کین۔ اور حکم دیا کہ اسلامی لشکرگاہ کے گرد خندقین کھودی جائین تاکہ اُن خندقون کے دائرے کے اندر تمام سامان رسد اور اسباب جنگ حفاظت سے رکھا جا سکے اور مسلمان بآسانی اُس کی نگہداشت کر سکین۔ اسی مقام کو محمد بن قاسم نے اپنا مستقر قرار دیا۔ ضرورت کے موافق فوج بھی یہان چھوڑ دی۔ اور آگے کا ارادہ کر دیا۔

مسلمانون نے ببٹ کو اپنا مستقر قرار دیا۔

سپہ سالار عرب یہان سے کوچ کرکے شہر راور کی طرف چلا۔ راستے مین ایک مقام پر پہونچا جسے جیتور کہتے تھے۔ راور اور جیتور کے درمیان مین ایک جھیل تھی جس کے کنارے راسے داہر نے روک ٹوک کے لیے ایک منتخب شدہ فوج مقرر کر رکھی تھی۔ جب یہان تک محمد بن قاسم کے بڑھ آنے کی خبر داہر کو پہونچی تو اُس نے پھر روکنے کی کوشش شروع کی۔ محمد بن قاسم نے ادھر پار اُتر کے اپنی کامیابی کا مژدہ حجاج کو لکھا۔ اور مقابلے کا پورا سامان کرتا رہا۔ محمد بن قاسم سامان کر ہی رہا تھا کہ داہر کا بیٹا جے سنگہ اپنے باپ کے حکم سے ایک زبردست فوج لے کے مقابلہ کو آموجود ہوا۔[ع۵]

مسلمان جیتور پہونچے

راور اور جیتور کے درمیان مین جو جھیل واقع تھی اُسی کے کنارے دونون فوجون مین مقابلہ ہوا۔ یہ جھیل کجھری کے نام سے مشہور تھی۔ محمد بن قاسم اس لڑائی مین خود نہین گیا۔ بلکہ اُس نے اپنی فوج اور اپنی قوم کے ایک جوان مرد عرب سردار عبداللہ بن علی ثقفی کو تھوڑے لشکر کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جھیل کے کنارے

داہر کے بیٹے جے سنگہ کو مزاحمت مین شکست ہوئی

ع۵ چچ نامہ۔

عبداللہ نے اپنے عربی جوانون کی صف بندی کی۔ اور جے سنگھ کی فوج پر ایسی شجاعت
و دلیری سے حملہ کیا کہ سندھی فوج کے قدم اُکھڑ گئے۔ سندھیون کی اس شکست کا زیادہ
سبب یہ ہوا کہ عین معرکہ جنگ مین جبکہ عربی سپاہی ہر طرف سے پلے پڑتے تھے وطنی
فوج کے سردار شاہزادہ جے سنگھ کے ہاتھ سے گھوڑے کی باگ چھوٹ گئی۔ گھوڑا
لڑائی کی شدت مین کچھ ایسا بدحواس ہوگیا تھا کہ بے تحاشا بھاگ نکلا۔ جے سنگھ
اس حالت مین اُس کی پیٹھ پر بالکل نہ سنبھل سکا اور دھم سے زمین پر آرہا۔ فوج نے
جب اپنے سردار کی زین خالی دیکھی تو یقین کر لیا کہ جے سنگھ معرکہ کارزار مین مارا گیا
اس خیال نے عام طور پر ایسی مایوسی پیدا کر دی کہ ہر طرف سے لوگون نے بھاگنا
شروع کر دیا۔ عربون نے فوراً بڑھ کے غریب جے سنگھ کو مار ڈالا جو زمین پر گرا پڑا تھا
عبداللہ یہ نمایان فتح حاصل کر کے واپس روانہ ہوا۔ اور کامیاب و بامراد جا کے محمد بن
قاسم کو فتح کی خوشخبری سُنائی؏۱

راسل مسلمان
سے آ

اس شکست نے داہر کے سردارون مین طرح طرح کے مایوسانہ خیالات پیدا کر دیے
اور اُس کے بڑے بڑے معتمد اہل دربار مسلمانون کی اطاعت پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ
راسل جو دریاے سندھ سے اُترتے وقت سب سے پہلے محمد بن قاسم کا مزاحم ہوا
تھا راے داہر سے ٹوٹ کے محمد بن قاسم کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور گزشتہ
سرتابیون پر اظہار ندامت کرنے لگا۔ محمد بن قاسم اس سے بہ لطف و مرحمت پیش آیا
اور اپنے دربار مین اُس کی بڑی عزت کی۔ انعام و اکرام سے معزز و ممتاز کیا۔ راسل
نے عربی نوعمر سردار کی طرف سے جب ایسی قدردانی دیکھی تو دل مین بہت ہی
خوش ہوا۔ اور سچائی سے وفاداری اور دیانت داری کا وعدہ کر کے کہنے لگا "تقدیر
سے کوئی مقابلہ نہین کر سکتا۔ عالی مرتبہ امیر نے اب مجھے اپنے احسانات کا

؏۱ جے سنگھ کا مارا جانا یقیناً غلط ہے۔ اس لیے کہ راے داہر کے بعد اُس نے
برہمن آباد کے قلعہ مین مسلمانون سے خوب مقابلہ کیا۔ ہان اگر صحیح بھی ہو تو داہر کا کوئی اور
بیٹا یہان مارا گیا ہوگا۔ ایسی غلطیان چچ نامہ مین اکثر جگہ ہو گئی ہین جس کی وجہ صرف اس
قدر تھی کہ عرب ہندی نامون سے بالکل ناآشنا تھے۔

؏۲ میر معصوم۔

گرویدہ بنا لیا۔ اور وعدہ کرتا ہون کہ آیندہ اسلامی حکومت کی خدمات نہایت
راست بازی سے بجالاؤن گا۔ اور مجھ سے کوئی امر امیر کی مرضی کے خلاف نہ ظاہر
ہوگا۔" محمد بن قاسم نے اُس کے اس عہد و پیمان پر اظہار مسرت کیا۔ مگر چونکہ حکومت
بیٹ وہ پہلے موکا کو دے چکا تھا لہذا یہ علاقہ راسل کے قبضے سے نکال کے اُسے دیدیا
گیا۔ لیکن یہ امر چونکہ نیک نیتی سے ایفاے عہد کے طور پر کیا گیا تھا راسل کو ذرا بھی
ناگوار نہین ہوا۔ بلکہ وہ موکا کے ساتھ مل کے محمد بن قاسم کی خدمات بجالانے
پر آمادہ ہوگیا۔

راسل نے مسلمانون کو جھیل سے اُتارا۔

ان دونون دیسی افسرون نے محمد بن قاسم کو آگے بڑھنے کی راے دی۔
اُس نے ان کی راے کے مطابق فوراً کوچ کر دیا۔ اور آگے بڑھ کے نرانی نام
ایک گاؤن مین فروکش ہوا۔ راے داہر اس وقت مقام کاجی جاٹ مین تھا۔ اور
نرانی اور کاجی جاٹ کے درمیان مین اب صرف وہ جھیل تھی جس کے کنارے
داہر کا بیٹا جے سنگھ مارا گیا تھا۔ یہ بہت بڑی جھیل تھی اور پار اُترنا بہت دشوار
معلوم ہوتا تھا۔ راسل نے بڑھ کے محمد بن قاسم کی خدمت مین عرض کیا" خدا انصاف
پرور اور دیندار سردار کی عمر مین برکت دے۔ اس جھیل سے پار اُترنے کی سخت
ضرورت ہے۔ اگر حکم ہو تو مین اس کا بندوبست کرون۔" محمد بن قاسم نے بھی چکمے
لگا کے پار جانے کی دشواریان دیکھین۔ مگر اُسے اجازت دیدی۔ راسل نے
اشارہ پاتے ہی ایک کشتی کہین سے فراہم کی جس پر صرف تین ہی آدمی بیٹھ سکتے تھے۔
تین سپاہیون کو اس کشتی پر سوار کرا کے اُس نے پار اُتارا۔ اور اُن لوگون کو نہایت
کر دی کہ خاموش ٹھہرے رہین تاکہ داہر کے لشکرگاہ مین اُن کے اُترنے کی خبر
نہ ہو جاے۔ اُن لوگون کو اُتار کے کشتی واپس لایا اور تین اور آدمی اُتارے۔
اسی طرح تین تین کر کے اُس نے بہت سا لشکر اُس پار پہونچا دیا اور ایک ایسے مقام پر
اس فوج کو قائم کیا جہان اس جھیل نے ایک چھوٹے خلیج کی سی صورت پیدا
کر لی تھی۔

راسل نے سارا لشکر بآسانی پار اُتار کے محمد بن قاسم سے کہا اب
مناسب ہے کہ آپ ایک منزل اور سفر کرین۔ وہان آپ جے پور نام ایک

گاؤن مین پہونچین گے جو لشکر گاہ بنانے کے لیے نہایت مناسب ہے اور دوہاوا ندی کے کنارے واقع ہے۔ وہ مقام آپ کے اور داہر کے لشکر گاہ کے بالکل درمیان مین ہے۔ اگر آپ نے وہان پہونچ کے اُس گاؤن پر قبضہ کر لیا تو آپ کو نہایت عمدہ موقع ملے گا کہ داہر کی فوج پر نیز اُس کے سامنے سے اور نیز اُس کی پُشت سے دونون طرف سے حملہ کر سکین۔ اور نہایت کامیابی سے اُس کے فرودگاہ پر آپ قبضہ کر لین گے محمد بن قاسم نے یہ راے تسلیم کی اور فوراً دہایا سے دوہاوا کے کنارے جے پور مین جا کے خیمہ زن ہوا۔

راسل کی راے سے محمد بن قاسم جے پور مین خیمہ زن ہوا۔

جب مسلمان سردار جے پور پر قابض ہو چکا تو راے داہر کو خبر پہونچی کہ محمد بن قاسم یہان تک بڑھ آیا اور لشکر اسلام بالکل سر پر آ پہونچا ہے۔ یہ حال جب اُس کے وزیر سی ساگر نے سُنا تو بے اختیار کہہ اٹھا "افسوس۔ اب کچھ نہین ہو سکتا۔ اس گاؤن کا نام جے پور ہے یعنے فتح کا شہر۔ جو فوج وہان پہونچ گئی بے شک کامیاب و فتحمند ہو گی۔" اپنے وزیر کی زبان سے یہ الفاظ سُن کے داہر نہایت برہم ہوا۔ اور غضبناک ہو کے کہنے لگا "جے پور نہین محمد بن قاسم ہڑ باڑی مین آیا جہان اُس کی ہڈیان گرین گی۔" تاہم داہر کے دل پر بھی عربی متواتر فتوحات کا ایسا رعب بیٹھ گیا تھا کہ لشکر گاہ کو کھلے میدان سے اُکھاڑ کے راؤر کے قلعہ مین لے گیا۔ اور اپنے متعلقین اور تمام ساز و سامان کو راؤر مین کر لیا تاکہ بخوبی حفاظت کی جا سکے۔

داہر کو خبر ہوئی کہ عرب جے پور پر قابض ہو گئے۔

محمد بن قاسم یہ حال دیکھ کے آگے بڑھا اور ۹۳ھ مین رمضان مبارک کی پہلی تاریخ شہر راؤر کا محاصرہ کر لیا۔ لڑائی کا سامان ہونے لگا۔ اور ہر طرف منجنیقین قائم کر دین۔ راے داہر نے کم ہمت اور دل ہارے ہوئے محصورین کی طرح یہ نہین کیا کہ شہر کے پھاٹک بند کر کے بیٹھ رہا ہو بلکہ برابر شہر سے نکل کے مقابلہ کرتا تھا۔ اور عربون کو بہت کم اطمینان سے بیٹھنے دیتا تھا۔ یہ محاصرہ برابر دس روز تک قائم رہا۔ اور ان دس دنون مین سات لڑائیان ہوئین۔ مگر اقبال ابتدا ہی سے انجام کی خبر دے رہا تھا اس لیے کہ مذکورہ ساتون میدانون مین

محمد بن قاسم نے راؤر کا محاصرہ کر لیا۔

ع۵ چچ نامہ۔

مسلمان ہی فتحیاب ہوئے [a]

راجہ داہر مقابلہ کا سامان کیا

بعض معتبر مورخین [b] داہر کی لڑائی کا حال یون بیان کرتے ہین کہ داہر کو جب خبر ہوئی کہ محمد بن قاسم قریب آ پہونچا تو اُس نے اپنا لشکر مرتب کیا۔ اور سامان کرنے لگا کہ خود ہی بڑھ کے مقابلہ کرے۔

داہر کی فوج کا تزک احتشام

ایک بڑے تزک و احتشام سے اُس نے اپنی فوج کو ایک دولتمندانہ جلوس کی رونق کے ساتھ شہر کے پھاٹکون سے نکالا۔ کوہ پیکر ہاتھیون کی ایک زبردست اور ہیبت ناک صف آگے آگے تھی جو ایک طوفان لانے والی گھنگھور گھٹا کی طرح جھومتے چلے آتے تھے۔ اور جن کی پیٹھ پر جانباز حامیان وطن کے آبدار اسلحہ کی بجلیان چمکتی جاتی تھین۔ ہاتھیون کے پیچھے دس ہزار مسلح اور زرہ پوش سوارون کا پرا تھا۔ سوارون کے بعد تیس ہزار پیدل جان نثاران تخت تھے۔ جو بال بچون کو رخصت کر کے ملک و ملت پر اپنی جانین فدا کرنے اور راجہ کے جھنڈے کے نیچے کٹ مرنے کے لیے نکلے تھے۔ جن کے درمیان راجہ کا زبردست اور سب سے بڑا اسفید ہاتھی تھا۔ اُس کی پیٹھ پر مرصع عماری کسی ہوئی تھی۔ عماری کے درمیان مین خود راجہ داہر جلوہ افروز تھا۔ اور ادھر اُدھر دو خورشرو پری زاد خواصین تھین۔ اُن مین سے ایک کے ہاتھ مین جام شراب تھا۔ اور دوسری خاصدان لیے ہوئے تھی۔ اور برابر پان دیتی جاتی تھی [c] راجہ کے ہاتھی کو بڑے بڑے زبردست اور بہادر ٹھاکر اور تجربہ کار افسر گھیرے ہوئے تھے جنھون نے بے مثل شجاعت سے مقابلہ کیا۔ اور اپنے گرد خون کے سیلاب بہا دیے [d]

راجہ داہر اس جلوس اور اس ٹھاٹھ سے مسلمانون کے مقابلے کو نکلا افسوس کہ دکھانے اور اپنے سپاہیون کا دل بڑھانے کے لیے اُس نے ایسا سامان کیا۔ اور اس شان سے چلا کہ جس خیر خواہ وطن کی نظر پڑتی تھی اُس کی زبان سے بے اختیار کلمات دعائے فتح و فیروزی نکل جاتے تھے۔ مگر اس کو کیا کرتا کہ قسمت دگرگون تھی۔ اور جن سیدھے سادے اور بے تکلف جوانون

---

[a] میر معصوم [b] چچ نامہ [c] میر معصوم [d] بلاذری

کے مقابلے کو چلا تھا اُن کے دل پر اس کرّ و فر اور اس دُنیاوی شان و شوکت کا کوئی اثر نہ ہوسکتا تھا۔ وہ کیا جانتا تھا کہ حریف کی دست درازیاں بہت ہی جلد اس خوشی کے جلوس کو وہ اندوہناک جلوس بنا دین گی جو شاہی جنازون کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔

داہر کی فوج مسلمانون کے قریب اُتری

جاتے جاتے یہ جلوس اتنی دور تک بڑھ گیا کہ اسلامی لشکر گاہ وہان سے صرف نصف فرسخ پر تھی۔ اُس وقت راجہ نے اپنا لشکر روکا اور خیمہ زن ہو گیا اب لڑائی کا وقت قریب آ گیا۔ اور گو یہ کرّ و فر تھا مگر اُمید و بیم کا پردہ اُس کے سامنے تھا جس مین سے طرح طرح کی مختلف صورتین اُسے نظر آ رہی تھین۔ کبھی اُمید بندھتی تھی اور کبھی مایوسی ڈرا دیتی تھی۔ اس تذبذب و تردد کی حالت مین اُس نے اپنے خاص نجومی پنڈت کو بلایا۔ اور کہا "مین لڑائی پر جاتا ہون۔ بتاؤ زہرہ کس برج مین ہے۔ اور خوب غور کر کے حساب لگاؤ کہ لڑائی کا کیا انجام ہوگا" پنڈت نے دیر تک حساب لگایا اور آخر باادب عرض کیا "حساب سے تو عربون ہی کی فتح نظر آتی ہے۔ اس لیے کہ زہرہ اُن کے پیچھے اور آپ کے سامنے ہے" اس منحوس پیشین گوئی نے راجہ کو نہایت پریشان کر دیا۔ اور غصہ و یاس کے عالم مین وہ غور کر رہا تھا کہ پنڈت نے بڑھ کے کہا "مہاراج تردد نہ کرین۔ اس کی تدبیر بھی مین کر سکتا ہون۔ حکم دیجیے کہ زہرہ کی ایک مورت سونے کی بنائی جائے۔ اور اُسے مہاراج اپنے پیچھے گھوڑے کی زین مین باندھ کے میدان مین جائین اس طرح زہرہ آپ کی پشت پر ہوگا۔ اور آپ ہی کی فتح ہو گی" پنڈت کے اس بیان سے راجہ کی اُمیدین زندہ ہو گئین۔ زہرہ کی مورت اُس کی زین کے پیچھے باندھ دی گئی۔ اور وہ مقابلے کو نکلا۔

اس لڑائی کی نسبت نجومیون کی رائے۔

در اصل علم نجوم کے حساب نے اُن تمام لوگون کو نقصان پہونچایا جو اُس کے معتقد تھے۔ ہندوستان کے راجہ ہمیشہ سے اس کے معتقد معلوم ہوتے ہین۔ اس کے حسابات چاہے صحیح ہون یا غلط لیکن اگر خلاف واقع ہوئے تو اُن سے جو مایوسانہ اثر دل پر پڑتا ہے۔ اور جو نااُمیدی پیدا ہو جاتی ہے اُس کے نتائج یقینی طور پر انتہا سے زیادہ مضرت رسان ہوتے ہین۔

یعقوبی کا بیان ہے کہ راے داہر یہان پہونچ کے عرصے تک ٹھہرا رہا کئی مہینے تک دونون لشکر آمنے سامنے پڑے رہے۔ اتنی مدت تک دھوکے مین رکھ کے اور بھلا وا دے کے ایسے وقت جب کہ عربی سپاہی بالکل بے خبر تھے داہر نے یکایک حملے کا حکم دیدیا۔ اور سندھی جانباز مسلمانون کے خیمہ گاہ میں جا پڑے۔ تاہم مسلمانون نے صبر و بہادری سے کام لیا اور دیسیون کو پسپا کر کے لڑائی کا فیصلہ اپنے حق مین کیا۔

پہلی چار لڑائیان

الغرض داہر اپنے لشکر کے ساتھ مقابلے کو نکلا۔ مسلمانون نے پوری دلیری اور شجاعت سے راے داہر کی فوجون کو روکا۔ ایک بڑی سخت اور خونریز لڑائی ہوئی۔ شام ہو گئی اور تقدیر نے کسی کے حق مین فیصلہ نہین کیا۔ دوسرے دن پھر دونون طرف کے جوان مرد بڑھے۔ خوب جانبازی سے لڑے سپہگری کے جوہر دکھائے۔ اور آفتاب کے غروب ہوتے ہی واپس آئے۔ یونہین برابر چار دن تک صبح سے شام تک دونون لشکرون نے خوب جوش و خروش سے مقابلہ کیا۔ اور شام نے ہر مرتبہ بے نیل مرام جُدا کر دیا۔

پانچوین دن کی لڑائی

آخر پانچوین دن کی قیامت خیز صبح نمودار ہوئی۔ آج دونون فوجین یہ فیصلہ کر کے میدان مین آئین کہ جس طرح بنے گا آج ہی لڑائی کا خاتمہ کر دین گے۔ محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کی صفین مرتب کین۔ اُن کے سامنے کھڑے ہو کے بآواز بلند ایک پُرجوش خطبہ پڑھا۔ اور ہر سپاہی کے دل مین ایک جوش جوانمردی پیدا کر دیا۔ ہر شخص کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور جو تھا مارنے اور مر جانے پر تیار تھا۔ راے داہر کا لشکر بھی جانبازی اور قسمت آزمائی کے ارادے سے میدان مین آیا۔ اور ہر لشکر نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے اپنے حریفون کو بیم و رجا کی نگاہون سے دیکھا۔ ہر دل مین خوف تھا کہ دیکھیے شام کو کیا ہوتا ہے اور قسمت کس کا ساتھ دیتی ہے۔

حملے مین عربون کی طرف سے سبقت ہوئی۔ جو اپنے طولانی نیزے جھکائے ہوئے دشمن کی طرف بڑھے۔ عرصۂ کارزار گرم ہو گیا اور لڑائی کی آگ لحظہ بہ لحظہ زیادہ مشتعل ہوتی جاتی تھی۔ محمد بن قاسم کی طرف سے

شجاع حبشی نے راے داہر کی فوج پر ایسے متواتر حملے کیے کہ سندھیون کو اکثر جگہ منتشر کر دیا۔ لیکن یونہین دلیرانہ حملہ کرتے کرتے وہ میدان کارزار اور دشمنون کے نرغہ مین گھر کے شہید ہوا۔ شجاع کے مارے جانے سے مسلمانون کو نہایت افسوس ہوا خصوص محمد بن قاسم کے دل پر بڑا صدمہ گزرا اس لیے کہ یہ شخص عربی فوج کا ایک نہایت ہی جری سپاہی تھا اور تمام لوگون مین ہر دل عزیز تھا۔

خود محمد بن قاسم نے حملہ کیا

لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کے محمد بن قاسم کے دل مین بڑا جوش پیدا ہوا۔ اُس نے اپنے سپاہیون کو ہمت دلائی۔ اُن کے دلون مین جوش پیدا کیا۔ اور اُن کو دکھا کے تکبیر کہی اور دشمنون کی فوج پر جا پڑا۔ عربی نوعمر سپہ سالار نے ایسا زبردست حملہ کیا کہ ہر مسلمان نے جوش مین آکے بے اختیار حملہ کر دیا۔ اور لڑائی کی شدت یکایک دہ چند ہو گئی۔ محمد بن قاسم نے اپنے بے روک حملہ سے دشمن کے اُن تمام جانبازون کو مار کے ہٹا دیا جو ہاتھیون کے آگے لڑ رہے تھے۔ اور جن کی وجہ سے کوئی عربی سپاہی خود راجہ کے ہاتھی تک نہ پہونچ سکتا تھا۔

ہاتھیون پر آتشباری کی گئی۔

یہ لوگ تو ہٹ گئے مگر ہاتھیون کی صفین فولادی دیوارون کی طرح راستہ روکے کھڑی تھین۔ ان کا درہم برہم کرنا جانباز حملہ آورون کے اختیار سے باہر تھا۔ لیکن اس کی یہ نہایت ہی کامیاب تدبیر کی گئی کہ لشکر اسلام کے آتشبازون نے جو بچکاریون کے ذریعہ سے روغن نفت برسا کے آگ لگاتے تھے ہاتھیون پر آگ برسانا شروع کر دی۔ ہاتھی اس مصیبت کو کسی طرح نہ برداشت کر سکے۔ اور نہایت ہی بدحواسی سے خود اپنی فوجون کو روندتے ہوئے بھاگے۔

راجہ داہر کی بعض حرمون کی گرفتاری

یہ وہ وقت تھا کہ مسلمانون کے بعض حملہ آور گروہون نے راجہ کے خیمہ گاہ تک بڑھ کے اُس کے حرم کی چند عورتون کو پکڑ لیا تھا۔ ان عورتون نے بیکسی اور مایوسی سے رونا اور چلانا شروع کیا۔ راے داہر کو خیال ہوا کہ یہ اُس کے لشکریون اور دیسی سپاہیون کی آواز ہے۔ اُس نے بلند آواز سے پکار کے کہا "ادھر آؤ۔ مین یہان ہون۔" راجہ کی یہ آواز اُن عورتون کے کان مین پہونچی اور انھون نے بے اختیار شور کر کے کہا "مہاراج ہم آپ کے محل کی عورتین ہین اور عربون کے ہاتھ مین گرفتار ہین۔" یہ سُن کے راجہ کو بڑا طیش آیا۔

غیرت نے اُس کے دل مین جوش مارا اور بے تحاشا کہہ اُٹھا "مین تو زندہ موجود ہون میری زندگی مین کس کی مجال ہے کہ تم کو قید کرے" اتنا کہہ کے اُس نے اپنا ہاتھی محمد بن قاسم کی طرف ریلا۔ اور ارادہ کیا کہ خود جانبازی سے مقابلہ کر کے عورتون کو حریف کے پنجے سے چھڑا لے۔ راجہ کو بڑھتے دیکھ کے اور سپاہی بھی عربی فوج کی طرف لپکے۔

راجہ کے ہاتھی پر آگ برسائی گئی۔

محمد بن قاسم نے جب دیکھا کہ راجہ کا ہاتھی سب کے آگے ہے تو اپنے آتشباز سپاہیون سے کہا اب وقت ہے کہ تم اپنا حق ادا کرو اور اپنے کمالات دکھاؤ۔ اتنا اشارہ کافی تھا۔ ایک قومی ہیکل شخص فوراً اس حکم کو بجا لایا۔ اُس نے اِس خوبی سے روغن نفت بھر کے (ایک پچکاری) ماری کہ راجہ جس عماری پر بیٹھا تھا اُس مین آگ لگ گئی۔ اور شعلے اُٹھنے لگے۔ داہر نے گھبرا کے فیلبان کو ہاتھی پھیرنے کا حکم دیا۔ مگر ہاتھی اب فیلبان کیسا خود اپنے اختیار مین نہ تھا۔ اُس کی پیٹھ پر عماری جل رہی تھی۔ اور کچھ روغن نفت اُس پر بھی پڑ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ بیتاب اور شدت سے پیاسا تھا۔ گھبرا کے بھاگا اور پانی مین گھس گیا۔ فیلبان۔ داہر اور وہ عورتین سب آشفتہ مزاج موجون کے تھپیڑے کھانے لگے۔ راجہ نے فیلبان کو حکم دیا کہ ہاتھی کو پانی سے باہر نکالے۔ وہ سورما برہمن جنھون نے اپنی جان راے داہر کی زندگی کے ساتھ وابستہ کر دی تھی اُنھون نے راجہ کی یہ خطرناک حالت دیکھی تو اکثر پانی مین پھاند پڑے۔ ان سب کی کوشش سے بہزار خرابی ہاتھی کنارے لایا گیا۔ مگر آگ کی سوزش سے اس قدر بیتاب ہو رہا تھا کہ کسی طرح باہر نہ نکلا۔ زیادہ سختی کی گئی تو وہین دلدل مین بیٹھ گیا۔

راجہ پر مسلمانون کی یورش۔

مسلمانون نے ہاتھی کی یہ حالت دیکھ کے اُدھر کا رُخ کیا۔ اُن کو آتے دیکھتے ہی وہ برہمن جو راجہ کے ساتھ جان دینے پر آمادہ تھے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر مسلمان دلدل مین نہین اُترے اُنھون نے کنارے ہی پر سے تیرون کا دونگڑا ہاتھی پر برسا دیا۔ ایک تیر راجہ پر پڑا۔ اور وہ زخمی ہو گیا۔ مسلمانون کی یہ یورش دیکھ کے فیلبان نے پھر ہاتھی کے باہر نکالنے کی کوشش کی ہاتھی کو اب ذرا تسکین بھی ہو چکی تھی فیلبان کے اشارے پر باہر نکلا اور

کنارے پر زور اٹھر کے آگے بڑھا۔ لیکن اس ازخود رفتگی سے کہ بعض دیسی سپاہی اُس کے پاؤن کے نیچے کچل کے مرگئے۔ اس پر بھی ہاتھی نے لڑائی کی طرف نہین بلکہ قلعہ کی طرف رُخ کیا۔ع

راجہ نے پانی سے نکل کے لڑائی کا یہ رنگ دیکھا کہ دونون طرف کے سپاہی لڑتے لڑتے تھک گئے ہین اور بازار قتل اُسی طرح گرم ہے۔ اُس کے وفادار سپاہی اور خود اُس کے عزیز و اقارب بہت سے کٹ گئے اور برابر کٹتے چلے جاتے ہین۔ یہ سمان دیکھ کے اُس کے دل مین غیرت پیدا ہوئی۔ رگ حمیت جوش مین آئی۔ اگرچہ زخمی تھا مگر دلیری اور شجاعت کی بے خودی مین ہاتھی پر سے اُتر پڑا۔ تلوار کھینچ لی۔ اور غنیم پر پا پیادہ حملہ آور ہوا۔ اب معرکۂ جنگ بڑی شدت پر تھا۔ اسلحہ تیرا بر زندگیون کا خاتمہ کر رہے تھے۔ اور عمرون کے سلسلے ٹوٹتے جاتے تھے۔ نبرد آزماؤن کے ہجوم مین راجہ کی تلوار چمک رہی تھی۔ع

راے داہر مارا گیا۔

راے داہر نے انتہا درجے کی جوانمردی دکھادی۔ اور بتا دیا کہ وہ صرف عیش پرست تاجدار ہی نہین ایک سورما سپاہی بھی ہے۔ مگر اس کو کیا کرتا کہ تقدیر برسرخلاف تھی۔ افسوس طلوع آفتاب کے وقت پنڈت تیر اکھولے داہر کا طالع دیکھ رہے تھے۔ اور یہ خبر نہ تھی کہ آج ہی غروب آفتاب کے ساتھ داہر کی قسمت و زندگی کا تارہ بھی غروب ہو جائے گا۔ "کذب المنجمون برب الکعبۃ" لڑتے لڑتے راجہ سے ایک عربی شخص سے مقابلہ ہو گیا۔ عرب نے تلوار کا ایک ایسا بھرپور اور تُلتا ہوا ہاتھ مارا کہ تلوار سر سے گردن تک کاٹ گئی۔ اور راے داہر نے زمین پر گرتے ہی اپنی پیاری جان کے ساتھ سندھ کے سندھ راج کا خاتمہ کر دیا۔ع

داہر کی لاش پانی مین چھپا دی گئی

اس وقت دیسی اور عربی فوجون مین ایک نہایت ہی سخت لڑائی ہوئی مسلمانون نے سندھی فوج کے آخری حملہ کو بڑی جرأت سے روکا اور یہان تک مار کے ہٹایا کہ سندھی قلعہ راوڑ کی طرف بھاگنے لگے۔ راجہ کے وفادار

ع۵ چچ نامہ   ع۵ بلاذری

برہمنون نے جب دیکھا کہ عماری خالی ہے تو گھبرا کے دوڑے مگر تھوڑی ہی دیر
کے بعد اُن کو راجہ کی لاش نظر آئی۔ یہ مصلحت نہ دیکھی کہ اس خبر کو مشہور کر دین
اور نہ یہ گوارا ہوا کہ راجہ کی لاش مسلمانون کے ہاتھ پڑ جائے۔ اُس کی لاش کو
نہایت خموشی سے اُٹھا لے گئے۔ اور پانی کے اندر چھپا دیا اور خود بھاگ کھڑے
ہوئے عہ

راجہ کی خواصین۔

ابھی تک مسلمانون کو خبر نہ تھی کہ راجہ داہر مارا گیا۔ لیکن کچھ لشکر والے بھاگ
رہے تھے کہ قیس نام ایک بہادر سردار عرب تلوار لے کے اُن پر جھپٹ پڑا۔ ا
ان لوگون نے جان کے خوف سے کہا "ہمارا قتل بیکار ہے۔ داہر مارا جا چکا
اب ہم اور سارا ملک تمھاری رعایا ہے" قیس نے یہ سُن کے ان لوگون کے
قتل سے ہاتھ روکا اور اُنھین زندہ گرفتار کر لیا۔ اتفاقاً اُس اثنا مین بعض عرب
اُن خواصون کو پکڑ لائے جو راجہ کے ادھر اُدھر ہاتھی پر بیٹھی تھین۔ اور اُنھین
لا کے محمد بن قاسم کے سامنے کھڑا کر دیا۔ نوعمر سپہ سالار عرب نے اُن سے
راجہ کا حال پوچھا۔ اُنھون نے جواب دیا کہ ہم نے اُسے ہاتھی پر سے اُتر کے
پا پیادہ حملہ کرتے دیکھا تھا۔ پھر اس کے بعد ہمین نہین خبر کہ وہ کہان گیا
اور کیا ہوا۔

داہر کے مارے جانے کا حال مسلمانوں کو معلوم ہوا

محمد بن قاسم نے اب میدان جنگ کی طرف توجہ کی تو دیکھا کہ سندھی فوج
بھاگ رہی ہے اور مسلمان قتل و تاراج مین مشغول ہین۔ اُس کے دل مین
اندیشہ پیدا ہوا کہ کہین ایسا نہ ہو اسے داہر زندہ ہو اور ان سب کو لوٹنے مین
مشغول دیکھ کے اچانک آ پڑے۔ لہذا اُس نے چارون طرف پکروا دیا
"داہر کا قتل ابھی مشتبہ حالت مین ہے۔ خوف ہے کہ تم قتل و غارت مین
پھنسے ہو اور وہ یکایک حملہ کر کے تمھارا کام تمام کر دے" منادی کی یہ آواز
جب قیس کے کان مین آئی تو وہ اُن برہمنون کو لے کے محمد بن قاسم کی خدمت
مین حاضر ہوا اور عرض کیا "آپ مطمئن رہین داہر مارا گیا" اتنا کہہ کے اُس نے
ساری سرگزشت ظاہر کی اور برہمنون کی زبان سے جو کچھ معلوم ہوا تھا کہہ سنایا

عہ ۵ چچ نامہ

اور خود ان برہمنون کو پیش کر دیا۔ کہ آپ خود ہی ان سے دریافت فرما لیجیے۔ اتنا سُنتے ہی مسلمانون نے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا جس کی آواز چارون طرف ریگستان اور پہاڑون مین گونج اُٹھی۔

عرب سپہ سالار اُن برہمنون کو ہمراہ لے کے خود ہی دلدل کے کنارے اُس مقام پر گیا جہان برہمنون نے بتایا تھا کہ داہر کی لاش مدفون ہے۔ لاش نکلوائی گئی۔ اور ضرورۃً سر کاٹ لیا گیا۔ اور افسوس وہ نہایت ہی اندوہناک اور قیامت خیز وقت تھا جب وہ سر اُن دونون خواصون کے سامنے پیش کر کے پوچھا گیا کہ "بتاؤ یہ راے داہر ہی کا سر ہے یا کسی اور کا" بدنصیب لڑکیان اُسکی صورت دیکھتے ہی خون کے آنسوؤن سے روئین اور کہا "ہان۔ راجہ ہی کا سر ہے"^{عــہ}

داہر عین غروب آفتاب کے وقت مارا گیا۔ جمعرات کا دن تھا۔ اور ماہ مبارک رمضان ۹۳ھ کی ۱۰ تاریخ تھی۔ (مطابق جون ۷۱۲ء) اہل اسلام مین یہ نہایت ہی مبارک دن تھا^{عــہ}۔ اور اس فتح نے تمام لوگون مین ایسی خوشی پیدا کر دی کہ اکثرون کو اگرچہ دن بھر کے تھکے ماندے تھے رات بھر نیند نہین آئی اور بہتون نے ثواب آخرت کے لیے شب زندہ داری مین، عبادت الٰہی کرتے ہی کرتے صبح کر دی۔ بہت صحیح طور پر نہین معلوم ہو سکتا کہ راے داہر کس کے ہاتھ سے مارا گیا۔ لیکن حسب روایت مدائنی یہ کار نمایان قبیلۂ بنی کلاب کے ایک جری یادگار کے ہاتھ سے ظہور پذیر ہوا۔ بلکہ اُسی نے اپنی اس کارگزاری پر ان اشعار کے ذریعہ سے فخر ہے کرتا ہے۔

داہر کے مارے جانے کی تاریخ اور اُسکا وقت

الخیل تشہد یوم داہر والقنا	ومحمد ابن القاسم بن
انی فرجت الجمع غیر معرد	حتے علوت عظیمہم بمہند
فترکتہ تحت العجاج مجدلا	متعفر الخدین غیر موسد

(گھوڑے نیزے اور محمد بن قاسم بن محمد سب گواہ ہین کہ معرکہ داہر کے روز مین نے سب کو خوش کر دیا۔ مین برابر لڑتا رہا۔ اور عرصہ جنگ سے

عــہ میر معصوم   عــہ چچ نامہ۔

سُنہ نہ موڑا۔ یہان تک کہ سیف ہندی دشمنون کے بادشاہ پر بلند کی بس اُسے مار کے گرادیا۔ اس طرح کہ اُس کے گال خاک کے رنگ مین رنگے ہوئے تھے۔ نہ بچھونا تھا اور نہ تکیہ)۔

منصور بن ابی حاتم جو اُسی عہد کے چند روز بعد کا شخص ہے کہتا ہے کہ داہر اور اُس کے قاتل کی تصویرین شہر بروص (بھڑوچ) مین بنی ہوئی ہین اور قندابیل مین بُدیل بن طہفہ کی تصویر موجود ہے۔ جو محمد بن قاسم سے پیشتر مکران اور سندھ کی حدود پر مارا گیا تھا[ع۵]۔

جب راے داہر مارا جا چکا تو راجہ کے عزیزون اور متعلقین پر سخت مصیبت نازل ہو گئی۔ راجہ کے بیٹے جے سنگہ اور اُس کی خاص رانی بائی (جو در اصل اُس کی بہن تھی اور جسے اُس نے زبردستی ساری دُنیا کی لعنت ملامت اُٹھا کے اپنی رانی بنا لیا تھا) دونون نے راجہ کی باقیماندہ اور مغرور فوج کے ساتھ جا کے شہر راور مین پناہ لی۔ متوفی راجہ کے اعزا و اقارب اور ملک و دولت کے اعلےٰ اُمرا و عہدہ دار جن کے دل مین ابھی تک اپنے بدقسمت آقا کے نمک کا خیال باقی تھا سبھون نے جا کے جے سنگہ اور رانی کے دامن مین پناہ لی۔ اور آمادہ ہوئے کہ چاہے جو کچھ ہو جب تک جان باقی ہے راور کی شہر پناہ پر بیٹھ کے دشمن کا مقابلہ کرین گے۔ اس تجویز پر سب نے اتفاق کیا اور جے سنگہ فوج کی ترتیب و انتظام مین مشغول ہو گیا۔

ع۵ بلاذری۔

دسوان باب

داہر کا بیٹا جے سنگھ اور محمد بن قاسم

جے سنگھ عربون کے مقابلہ کا ارادہ کرتا ہے۔

جے سنگھ کو اپنی جرأت و شجاعت پر بڑا ناز تھا۔ علاوہ برین اُسے عرب سردار محمد علافی کی بہادری اور کارگزاریون پر بھی بھروسہ تھا۔ باپ کے مارے جانے کے بعد اُس کے دل مین انتقام کا جوش پیدا ہوا۔ اُس نے اپنے جان باز بہادرون سے کہا "اب تو ارادہ ہے کہ مین بھی عربون کے مقابلے پر نکلون اور اُن کی فوج پر ایک ایسا حملہ کرون کہ میرے نام اور میری عزت پر لوگون کو حرف رکھنے کا موقع نہ ملے۔ بہادری اور دلیری کے ساتھ اگر مارا جاؤن تو بھی کوئی نقصان نہین ہے۔ اس لیے کہ اِس زندگی سے موت ہی اچھی ہے۔"

اُس کی یہ تقریر ستوتی راے داہر کے مدبر و تجربہ کار وزیر سی ساکر نے جو سُنی تو خیر خواہی کے جوش مین ادب سے عرض کیا کہ "شاہزادے! اس خیال کو آپ دل سے نکال ڈالیے۔ یہ ارادہ بالکل نامناسب ہے۔ مہاراج لڑائی مین مارے جا چکے۔ فوج نے فاش شکست کھائی۔ سپاہی منتشر ہو چکے۔ اور دشمنون کی تلوار کی ہیبت دلون مین بیٹھ گئی۔ بھلا اب کس مین دم ہے کہ عربون کے مقابلے کو نکلے۔ ابھی تک آپ کا راج موجود ہے۔ مضبوط سے مضبوط قلعہ بہادر سپاہیون اور رعایا سے مسلح ہین۔ مناسب یہ ہے کہ ان سب لوگون کو ہمراہ لے کے آپ برہمن آباد کے قلعہ مین چلے جائین۔ جو آپ کے باپ دادون کا قدیم ورثہ ہے (راے داہر کا مکان خاص اُسی شہر مین تھا) وہان کے خزانے اور دفینے بھرے ہوے ہین۔ اور وہان کے لوگ خاندان چچ کے دوست اور خیرخواہ ہین۔ اور اُمید ہے کہ دشمن کے مقابلے مین سب آپ کی مدد کرین گے۔" اِس کے بعد جب علافی سے راے طلب کی گئی تو اُس نے بھی اسی راے سے اتفاق کیا۔

جے سنگھ نے یہ راے پسند کی۔ اور اسی کے مطابق عملدرآمد کرنے کو

جے سنگھ برہمن آباد کو گیا

آمادہ ہوگیا۔ اپنے باپ کے تمام وابستگان دامن اور تخت وتاج کے معتبر و معتمد
ملازمون کو ہمراہ لے کے رآور کے قلعہ سے نکلا اور برہمن آباد کی راہ لی۔

رانی بائی رآور مین محصور ہوکے لڑنے کا سامان کرتی ہے

مگر داہر کی لاڈلی رانی بائی جو زندگی سے سیر ہو چکی تھی اُس نے باوجود
اصرار کے جے سنگھ کا ساتھ نہ دیا۔ چند سرداران فوج کو فراہم کرکے مقابلہ کا
سامان کرنے لگی۔ مردانہ وار وہ خود ہی فوج کی ترتیب و درستی مین مشغول
ہوئی۔ قلعہ مین فوج کا جائزہ لیا تو پندرہ ہزار جوان مرد شمار کیے گئے۔ ان
سبھون نے مرنے اور رانی کے ساتھ جان دینے کا ارادہ کرلیا۔ دوسرے
روز وہ لوگ بھی قلعہ مین داخل ہوگئے جو داہر کے مارے جانے کے بعد
میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے۔ ان لوگون نے بھی رانی کا دامن حمایت
ایسے نازک وقت مین غنیمت جانا۔ اور اُس کے ہمراہیون مین شامل
ہوگئے۔ ان کے علاوہ اور سردار اور زمیندار جو اطراف مین تھے اور خاص
رانی کے جان نثارون مین تھے وہ بھی آکے قلعہ مین داخل ہوگئے۔

محاصرہ اور لڑائی

محمد بن قاسم کو جب خبر ہوئی کہ سندھیون نے رآور مین جمع ہوکے
لڑائی کا سامان کیا ہے تو اُس نے اُدھر کا رُخ کیا۔ اور خاص رآور کی دیوارون
کے نیچے جاکے خیمہ زن ہوا۔ قلعہ والون نے فصیل پر سے جیسے ہی مسلمانون
کو دیکھا فوراً طبل جنگ بجانے لگے۔ ہر طرف سے تُرہیان پھنکنے لگین اور
سپاہی فصیل اور بُرجون پر سے کمانون اور منجنیقون سے تیر۔ بان۔ اور پتھر
برسانے لگے۔ محمد بن قاسم نے فوراً اپنی فوج کو مرتب کیا۔ اور نقب زنون کو
حکم دیا کہ دیوار قلعہ مین رخنہ ڈالین۔ مسلمان سپہ سالار نے اپنی فوج کو دو
حصون پر تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ دن بھر منجنیقون۔ بانون اور تیرون سے
لڑتا تھا۔ اور دوسرا حصہ رات بھر شہر پر روغن نفت اور پتھر برساتا تھا
اس تدبیر سے چند روز کی مسلسل سنگباری و آتشباری سے سب برج
توڑ کے گرا دیے گئے۔ اور اہل قلعہ مین تشویش پیدا ہوئی۔

جب یہان تک نوبت پہونچی تو رانی بائی بہت گھبرائی اور ڈری
کہ کہین ایسا نہ ہو مسلمان مجھے گرفتار کرکے بے عزت کر ڈالین۔ اس

رانی اپنی سہیلیوں سمیت چتا میں بیٹھ کے جل گئی۔

ترود میں اُس نے اپنی تمام سہیلیوں کو جمع کیا اور کہا "سنو جے سنگھ ہمیں چھوڑ کے چلا گیا۔ اور محمد بن قاسم نے آکے گھیر لیا۔ خدا نے منع کیا ہے کہ ہم اپنی آزادی ان ملکھش گئو کھانے والوں کے ہاتھ میں دیں۔ ہماری عزت جو کچھ تھی گئی گزری ہوئی۔ مہلت کا وقت تمام ہوا چاہتا ہے۔ اور اب بھاگ کے جان بچانے کی بھی کوئی تدبیر نہیں نظر آتی۔ لکڑیاں۔ روئی اور تیل جمع کرو۔ میرے دل میں ٹھن گئی ہے کہ ہم سب اپنے آپ کو جلا کے خاک کر دیں۔ اور اس دنیا سے چل کے اپنے شوہروں کے پاس پہونچ جائیں۔ جس کو اپنی جان عزیز ہو اُسے اختیار ہے مگر میں نے تو یہی ارادہ کر لیا ہے" سب عورتوں نے یہ رائے پسند کی۔ ایک مکان میں جمع ہوئیں اور بڑی سی چتا بنوا کے سب کود پڑیں۔ اور دم بھر میں جل کے خاک ہو گئیں۔

راور کی فتح مسلمان قلعہ میں داخل ہو گئے۔

رانی کے مرتے ہی تمام شہر میں بے دلی پیدا ہو گئی۔ لڑنے والوں کے حوصلے چھوٹ گئے۔ اور محمد بن قاسم نے دیواروں کو توڑ تاڑ کے شہر پر ایک زبردست حملہ کر دیا۔ اب مزاحمت کی کس میں جرات تھی۔ ساری عربی فوج شہر کے اندر داخل ہوئی۔ اور باغیوں اور سرکشوں پر عموماً تلوار بلند ہو گئی۔ چھ ہزار سپاہی تہ تیغ ہوئے۔ اور بہت سے لوگ تیروں کا نشانہ بنا کے دنیا سے رخصت کیے گئے۔ راجہ کے باقی متعلقین و ملازمین مع اپنے جورو بچوں کے مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہوئے۔ قیدیوں کا شمار کیا گیا تو کل تیس ہزار زن و مرد شمار ہوئے۔ مال و اسباب خزانہ اور اسلحہ میں سے باوجودیکہ بہت کچھ جے سنگھ اپنے ہمراہ لے گیا تھا اس پر بھی بہت کچھ مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ قیدیوں میں خاص شاہی خاندان کی بھی ایک لڑکی تھی۔ یہ راسے داہر کی بہن کی بیٹی تھی۔ اور عجیب و غریب حسن و جمال سے متصف تھی۔

مژدۂ فتح کے ساتھ خمس حجاج کو بھیجا گیا۔

تمام مال غنیمت کا پانچواں حصہ اور سب لونڈیاں مع راسے داہر کے سر کے ایک عرب سردار کعب[1] بن محارق کی حراست میں حجاج کے پاس بہ جانب عراق روانہ کی گئیں۔ جب یہ سامان حجاج کے پاس پہونچا تو وہ خدا کے سامنے جھکا۔ فتح و

[1] جو شخص اس فتح کے بعد حجاج کے پاس مال غنیمت اور مژدۂ فتح لے گیا اُس کا نام چچ نامہ میں تو یہی لکھا گیا مگر میر معصوم اُس کا نام قیس بتاتے ہیں۔

نصرت کا شکریہ ادا کیا۔ اور حضرت رب العزت کی مدح و ثنا کرنے لگا۔ اُس نے جوش مسرت مین کہا مجھے درحقیقت دولت۔ خزانہ اور سلطنت سب ہی چیزین حاصل ہوگئین عـ۱۔ پھر اُس نے جامع کوفہ مین مسلمانون کو جمع کیا۔ اور ایک پُرجوش خطبہ کے ذریعے سے اسلام کی اس زبردست اور یادگار فتح کا مژدہ عام مسلمانون کو سُنایا۔ اور سب کے دل مین جہاد کا شوق پیدا کر دیا عـ۲۔

لونڈیاں اور داہر کا سر ولید کے دربار مین پہونچا۔ حجاج نے اپنے مستقر مین خوب خوشیان منا لینے کے بعد راجہ کا سر شاہی چتر (یہ بھی سندھ سے روانہ کیا گیا تھا) مال و دولت۔ لونڈیان اور تمام قیدی خلیفہ ولید کے دربار مین روانہ کیے۔ ولید نے حجاج کا خط پڑھ کے اللہ جل شانہ کی حمد و ثنا کی۔ محمد بن قاسم کی حسن تدبیر اور اُس کی دلیری و شجاعت کی تعریف کی۔ سرداران سندھ کی لڑکیون مین سے بعض بیچ ڈالی گئین اور بعض بطور انعام اکرام کے معززین دربار کو مرحمت ہوئین۔ سب کے بعد جب ولید کی نظر راجہ داہر کی بھانجی پر پڑی تو اُس کے حسن و جمال کو دیکھ کے از خود رفتہ ہو گیا۔ حیرت سے اُس نے دانتون کے نیچے اُنگلی دبالی۔

داہر کی بھانجی کے ساتھ ولید کا برتاؤ۔ عبد اللہ بن عباس نے خواہش کی کہ وہ لڑکی اُن کو دیدی جائے۔ اُن کی درخواست پر خلیفہ ولید نے کہا "اے ابن اخی مین اس لڑکی کے حسن کا نہایت ہی قدر دان ہون۔ اور اس پر اس قدر فریفتہ ہون کہ کسی طرح اپنے سے جُدا کرنا نہین چاہتا تھا۔ اور اسے مین نے اپنے واسطے مخصوص کیا تھا تاہم مین تم کو بہت عزیز رکھتا ہون۔ یہی بہتر ہے کہ تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور یہ تمھارے بچون کی مان بنے"۔ یہ اقرار کر کے عبد اللہ بن عباس اُس لڑکی کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ مدت تک وہ اُس کے پاس رہی مگر اُسکے بطن سے کوئی اولاد نہین ہوئی۔

محمد بن قاسم کے نام حجاج کا خط۔ حجاج نے مژدۂ فتح سُننے کے بعد محمد بن قاسم کو ایک خط لکھا۔ یہ خط ہمارے زبردست سردار عرب کو اُس وقت ملا جب کہ وہ شہر آدر کو فتح کر کے اُس کی فصیل کے اندر فروکش تھا۔ اور انتظامات ملکی کو خوب شائستگی سے درست کر چکا تھا۔ اس خط مین حسب ذیل مضامین تھے:۔

عـ۱ چچ نامہ عـ۲ غیر معصوم

" اے ابن عم - تمھارا روح افزا خط ملا - اُسے پڑھ کے مین بے انتہا مسرور و محظوظ ہوا - تمام واقعات تم نے نہایت ہی فصیح اور پیاری عبارت مین لکھے ہین مجھے معلوم ہوا کہ جن - ضوابط و اصول پر تم عمل کر رہے ہو وہ بالکل شرع کے موافق ہین - علاوہ برین سُنتا ہون کہ تم نے سب لوگون کو کیا چھوٹے اور کیا بڑے یکسان امان دیدی - اور دوست دشمن مین کوئی امتیاز نہین کیا - اللہ جل شانہ فرماتا ہے " فاقتلوہم حیث ثقفتموہم " خوب یاد رکھو کہ یہ اللہ تعالے کا حکم محکم ہے - تمھین امان دینے کے لیے اس قدر ور بادلی آمادہ نہ رہنا چاہیے - اگر تم یونہین امان دیتے رہوگے تو یہ کارروائی رُک جائے گی جس کے ذمہ دار کینا کے تم بھیجے گئے ہو - آیندہ سوا اُن کے جو مرتبہ اور عزت کے لوگ ہین کسی دشمن کو پناہ نہ دینا - یہ ایک مناسب تجویز ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمھارے بے انتہا رحم کو لوگ تمھارے ضعف اور تمھاری شوکت کم ہو جانے پر محمول کرین گے - والسلام -

حجاج بن یوسف - مرقومہ ۹۳ھ بمقام نافع -

اس خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم اپنی پالیسی اور طرز فوجکشی و حکمرانی مین حجاج کے بالکل خلاف تھا - اور گو حجاج نے اس وقت اُسے اپنی سخت گیر پالسی کا سبق دیا مگر فتوحات سندھ کے باقی ماندہ حالات دیکھنے سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ محمد بن قاسم نے اپنی پالسی مرتے دقت تک نہین بدلی - وہ ہمیشہ ویسا ہی رحمدل رہا جیسا کہ ابتدا سے تھا - اور اُس نے کسی موقع پر اپنے آپ کو ظالم نہین ثابت ہونے دیا -

بعض لوگون نے داہر کے مارے جانے کے بعد کا حال خاص اُن برہمنون سے دریافت کر کے جو مسلمان ہو گئے تھے یون بیان کیا ہے کہ جب داہر مارا گیا تو اُس کے بیٹے جے سنگھ نے قلعہ برہمن آباد مین جا کے پناہ لی - لڑائی کی تیاریان کرنے لگا - ہر کل کیطرف وجوانب مین خطوط بھیج کے تمام ملک مین جوش پیدا کر دیا - اور ہر جگہ سے مدد مانگی - اس کا ایک بھائی گوپی اراسے داہر کا دوسرا بیٹا قلعہ ارور مین تھا اُس کا بھتیجا ہوچ قلعہ جو داہر سیا کا بیٹا تھا قلعہ باتیا

مین موجود تھا۔ اُس کا چچا زاد بھائی دھول جو چندر کا بیٹا تھا بدھیا ادر قیقان کی طرف
تھا۔ اِن سب کو اُس نے داہر کے مارے جانے اور مسلمانون کے برابر بڑھتے چلے
آنے کی اطلاع دی۔ اور سب سے مشورہ کیا کہ اب ہم لوگون کو کیا کارروائی کرنی
چاہیے۔ یہ معاملات لکھ کے اپنے لڑائی پر تلے ہوئے بہادرون کے ساتھ برہمن آباد
مین بیٹھ کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

محمد بن قاسم آگے بڑھا

محمد بن قاسم نے یہ خبر سُنی تو راور سے نکل کے برہمن آباد کی طرف کوچ
کیا۔ راستے مین بہرور اور دہلیلہ نام دو قلعہ پڑتے تھے جن مین تقریباً سولہ ہزار
سپاہیون کی جمعیت اُس کا راستہ روکنے کے لیے موجود تھی۔ ان قلعون پر قبضہ
کیے بغیر برہمن آباد تک پہونچنا دشوار تھا۔ اُس نے بلا تامل بڑھ کے بہرور
کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر قلعہ والون نے بھی خوب استقلال سے مقابلہ کیا۔ مسلمان
سپہ سالار برابر دو مہینے تک قلعہ کو گھیرے پڑا رہا۔ جب لڑائی نے اس سے
بھی زیادہ طول کھینچا تو اُس نے راور کے محاصرے کی طرح یہان بھی حکم دیدیا
کہ فوج کے دو حصے ہو جائین۔ ایک حصہ دن کو لڑے اور ایک رات کو۔ تاکہ
لڑائی رات دن برابر جاری رہے۔ عرب سپاہیون نے روغن نفت کی
اس قدر پچکاریان مارین اور اتنے پتھر برسا دیے کہ مخالف فوج مین بہت
کم لوگ زندہ رہ گئے۔ باقی سب نذر اجل ہوئے۔ قلعہ کی دیوارین جا بجا سے
توڑ کے گرا دی گئین۔ اور آخر حملہ کر کے قبضہ کر لیا گیا۔ یہان بھی بہت کچھ مال
غنیمت اور لونڈی غلام مسلمانون کے ہاتھ آئے۔ جن مین سے خمس فوراً
بیت المال کے لیے جُدا کر لیا گیا۔

قلعہ بہرور فتح ہوا۔

قلعہ دہلیلا والون نے لڑنے کا سامان کیا

راور اور بہرور کے فتح ہو جانے کی خبر قلعہ دہلیلا کے لوگون کو ہوئی تو
سب کو یقین ہو گیا کہ ہم مین مقابلے کی تاب نہین۔ لیکن تاہم حمایت وطن
مین جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ خوب مضبوطی سے قلعہ بندی کی گئی۔ اور
قلعہ کو اپنے نزدیک پوری طرح مقابلے کے قابل بنا لیا۔ شہر کے سوداگرون نے
یہ رنگ دیکھا تو سب دہلیلا چھوڑ چھوڑ کے بلاد ہند کی طرف بھاگ گئے۔
قلعہ کی دُرستی ہو رہی تھی کہ محمد بن قاسم اُس کے نیچے آ ہی پہونچا۔ اور

دہلیلا پر محمد بن قاسم کا ورود۔ لڑائی اور فتح۔

اُس کے حکم سے مسلمان جوان مردون نے فوراً محاصرہ کرلیا۔ ہمارا نوعمر سردار عرب کم و بیش دو مہینہ تک اسے بھی گھیرے پڑا رہا۔ محصورین جب زیادہ مصیبت سے دوچار ہوئے نہ کسی خارجی کمک کی اُمید رہی اور نہ بچنے کی کوئی تدبیر بن پڑی تو سبھون نے موت کے کپڑے (کفن) پہن لیے۔ خوشبو لگا کے اپنے بدن معطر کیے۔ اندھیری رات تھی سناٹے مین موقع پا کے اہل وعیال کو چھپا کے اُس قلعہ مین بھیجدیا جو ایک پُل کے محاذی واقع تھا۔ اور خود غوک ندی کے دھارے پر سے پار نکل گئے۔ اور مسلمانون مین سے کسی کو اس کی خبر نہ ہوئی جب صبح کو تاریکی کا دامن چاک ہوا اور روشنی کی شعاعین نمودار ہوئین اُس وقت محمد بن قاسم کو خبر ہوئی کہ دشمن نکل کر بھاگ گئے۔

مفرورین کا تعاقب اور قتل

اُس نے اپنی فوج کے چند سپاہی اُن کے تعاقب مین روانہ کیے۔ جنھون نے مفرورین مین سے چند لوگون کو عین اُس وقت جب کہ وہ ندی سے پار ہو رہے تھے پالیا اور فوراً لقمۂ نہنگ اجل کیا۔ جو پار اُتر کے نکل جا چکے تھے اُن مین سے کچھ تو بھاگ کے ہندوستان جا پہونچے۔ کچھ رامل کے ملک مین گئے۔ کچھ راجہ دیوراج کی سرحد مین جا کے پناہ گزین ہوگئے۔ دیوراج راے داہر کے چچا کا بیٹا تھا۔ اور علاقۂ سیر پر حکمران تھا۔ الغرض محمد بن قاسم نے دہلیلہ کے قلعہ کو خالی پا کے بے تکلف اُس پر قبضہ کیا۔

مال غنیمت عراق روانہ ہوا۔

محمد بن قاسم قلعۂ دہلیلہ پر قبضہ کر کے یہین خیمہ زن ہوگیا۔ اور اس وقت تک فتوحات مین جو کچھ غنیمت ہاتھ لگی تھی اُس کا پانچوان حصہ الگ کر کے محفوظ کر دیا۔ پھر حجاج کو خط لکھا جس مین نیرون اور دہلیلہ کی فتوحات کا مفصل حال ظاہر کیا تھا۔ یہ خط مع مال غنیمت روانہ کر کے اُس نے مختلف اضلاع سندھ کے

تبلیغ اسلام

بڑے بڑے زمیندارون اور راجاؤن کے نام اس مضمون کے خطوط بھیجے کہ "تم سب کو ہدایت کی جاتی ہے اور تمھارے حق مین یہی مناسب ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو دین اسلام قبول کرو۔ اور اگر اس مین عذر ہے تو مطیع اسلام اور خراج گزار ہو کے رہ سکتے ہو" ان خطوط کا حال جب داہر کے وزیر سی ساکر نے سُنا تو اپنے چند معتبر اور رازدار ساتھی بھیج کے محمد بن قاسم سے امان طلب کی۔ محمد بن قاسم اُس کی لیاقت و دانائی سے واقف تھا یہ درخواست فوراً

منظور کر لی جس کے بعد سی ساکر نے اُس کے دربار میں حاضر ہو کے سرِ نیاز جھکایا۔ اور قدر دانی و عزت کے خلعت سے سرفراز ہوا۔

سی ساکر نے لا کے چند لڑکیاں محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیں اور دست بستہ عرض کیا "راے داہر نے یہ لڑکیاں بیرحمی حراست میں رکھوائی تھیں۔ یہ وہی مسلمان لڑکیاں ہیں جو جہاز پر سراندیپ سے عراق جاتی تھیں اور سواحل سندھ پہ ماخوذ کر لی گئی تھیں۔ انھیں میں سے کوئی دکھی ہو گی جنے گرفتار ہوتے وقت حجاج کی دُہائی دی تھی۔ اور مدد کے لیے امیر عراق کا نام لے کے چلائی تھی"۔ محمد بن قاسم یہ سُن کے انتہا سے زیادہ خوش ہوا اس لیے کہ یہی لڑکیاں اس فوجکشی کا سبب تھیں۔ اور انھیں کی وجہ سے سرزمین سندھ میں لڑائی نے ایک قیامت برپا کر دی تھی۔ محمد بن قاسم نے سی ساکر کا شکریہ ادا کر کے اُن لڑکیوں کو لیا اور عزت سے عرب کی طرف روانہ کر دیا۔

سی ساکر کی قدر و منزلت

رحمدل و فیاض جوان مرد عرب نے سی ساکر کی انتہا سے زیادہ قدر و منزلت کی۔ جب اُس کے آنے کی خبر پہونچی تو اُس کے استقبال کے لیے اپنی فوج کے ایک خاص افسر کو روانہ کیا اور جب آیا تو بڑے لطف و مدارات اور وقعت کے ساتھ اپنے سامنے بٹھایا۔ اُس کے حال پر سب سے زیادہ مہربانی کی۔ یہاں تک کہ جس طرح پہلے وہ راے داہر کا وزیر تھا اب اُسے اپنی وزارت کے عہدے پر ممتاز کیا۔ محمد بن قاسم نے یہاں تک اُس پر اعتماد کیا کہ اپنے سب راز اُس پر آشکارا کر دیے۔ عام معاملات میں اُس سے راے لینے لگا کل مہمات نظم و نسق مملکت کے لیے اُسے اپنا معتمد علیہ مشیر قرار دیا اور عموماً پولیٹکل تدابیر اور اپنی کامیابی کے اسباب بڑھانے میں ہمیشہ اُس سے مدد لی۔

محمد بن قاسم کی نسبت سی ساکر کی راے

سی ساکر نے اتنی معزز اور اعتماد کی جگہ پہ قابو پا کے محمد بن قاسم کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کیے۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ "منصف مزاج امیر نے جو آئین و قوانین جاری کیے ہیں اُن سے تمام ممالک ہند میں اُس کی عظمت و لیاقت کا سکہ بیٹھ جائے گا۔ یہی باتیں ہیں جن کے ذریعہ سے

آپ اپنے دشمنون کو مغلوب کر کے پوری سزا دے سکین گے۔ اس لیے کہ
آپ تمام رعایا اور مالگزارون کو خوش رکھتے ہین۔ قدیم مروجہ طریقہ ہی سے
اور گزشتہ ضوابط کے مطابق آپ مالگزاری وصول کرتے ہین۔ کسی نئی
مستاد رقم یا جدید ٹکس کا بار آپ کسی شخص پر نہین ڈالتے۔ اور اس کی
پابندی خود ہی نہین بلکہ اپنے تمام عہدہ دارون اور سردارون کو بھی انھین
ضوابط کی پابندی کے لیے ہدایت کرتے رہتے ہین۔" یہ راے تھی جو اُس عہد
کے سب سے بڑے مدبر کی زبان سے محمد بن قاسم کی نسبت ظاہر ہوئی۔ حالانکہ
اُس کا شمار مفتوحین اور دشمن کے سب سے بڑے خیر خواہون مین تھا۔

قلعہ دہلیلہ کا انتظام

اب محمد بن قاسم کے سامنے برہمن آباد تک میدان صاف تھا لیکن
بعض لوگون کا بیان ہے کہ برہمن آباد کی طرف کوچ کرنے سے پہلے اُس نے
وتارن کے بیٹے نوبا کو بُلایا۔ اُسے انعام و اکرام سے سرفراز کر کے قلعہ دہلیلہ
کا والی مقرر کیا۔ اور اُس کے تمام مضافات جو مشرقی حدود سے قلعہ کی مغربی
حدود تک پھیلے ہوئے تھے سب کی حکومت اُس کے ہاتھ مین دی۔ اور
وفاداری و اطاعت کیشی کا ایک نیا معاہدہ اُس سے مرتب کرا کے اپنے قبضے
مین کیا اور برہمن آباد کی راہ لی۔

جے سنگھ برہمن آباد مین لڑائی کا سامان کر کے خود چلا گیا۔

برہمن آباد دہلیلہ سے صرف ایک فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔ اور قبل
اس کے کہ محمد بن قاسم اپنے گھوڑے کو آگے بڑھائے جے سنگھ برہمن آباد
مین مقابلہ کا معقول انتظام کر کے مقام جتیر کو روانہ ہو گیا جو علاقہ ریاست مین
تھا اور رامل کی قلمرو مین شامل تھا۔ جاتے وقت اُس نے برہمن آباد مین
چالیس ہزار سپاہی چھوڑے۔ اُس نے تمام جوان مردون مین سے سولہ آدمی
منتخب کیے۔ اُن مین سے چار کو شہر کے چارون پھاٹکون پر مامور کیا۔ اور
باقی بارہ سردارون کے ہاتھ مین دیگر معاملات کا اختیار دیا۔ اور ان سب کو
حفاظت شہر کے متعلق کافی ہدایتین کر کے چلا گیا۔ برہمن آباد کے چارون
پھاٹک جن پر اُس نے چار سردارون کو متعین کیا تھا اُن مین سے ایک
جونیتری دروازہ تھا جس پر چار سندھی جوان مرد متعین تھے۔ ان جوانمردون

سے ایک کا نام بہارند دوسرے کا ساتیا۔ تیسرے کا مالیا اور چوتھے کا سالیا تھا۔

محمد بن قاسم نے برہمن آباد پہونچکے سفارت بھیجی۔

اب محمد بن قاسم نے وہلیلہ سے فوج آگے بڑھائی اور برہمن آباد کی مشرقی دیوار کے نیچے نہر جل والی کے کنارے فروکش ہوا۔ یہان پہونچ کے اُس نے چند معتبر قاصد اہل برہمن آباد کے پاس روانہ کیے۔ اور یہ پیام کہلا بھیجا کہ تم سب کو اسلام قبول کر کے دولت دُنیا و عقبیٰ حاصل کرنا چاہیے اگر یہ نہین منظور رہے تو خیر جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کرو اور جان لو کہ مطیع الاسلام بن کے رہنا پڑے گا۔ ہان ان دو باتون مین سے اگر کوئی نہین منظور رہے تو لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تلوار نہایت ہی عمدہ اور مناسب فیصلہ کر دیگی۔ ان قاصدون کے جانے سے پہلے جے سنگہ جا چکا تھا۔ اُس کے مطیع فرمان سرداران فوج کیا جواب دے سکتے تھے۔ غرض اُن کو ناکام و بے نیل مرام واپس آنا پڑا۔

لڑائی کا طول کھینچنا اور محمد بن قاسم کی پریشانی۔

یہ قلعہ چونکہ سندھ کے نہایت ہی مضبوط قلعون مین تھا اور نیز یہان ایک ممتد زمانہ تک سخت لڑائی کا اندیشہ تھا۔ اس وجہ سے محمد بن قاسم نے اپنی فرودگاہ کے گرد خندق کھدوائی۔ اور بازار کارزار گرم کر دیا۔ پہلی رجب ۹۳ھ کو لڑائی شروع ہوئی۔ اہل قلعہ روزانہ بڑی شان و شوکت سے قلعہ کے باہر نکلتے تھے۔ طبل جنگ کی آواز برابر گونجا کرتی تھی۔ اور حامیان وطن اور حملہ آور دونون طلوع آفتاب سے غروب کے وقت تک بڑی سرگرمی و جان بازی سے لڑتے تھے۔ شام جب دونون طرف کے بہادرون کو جدا کرتی تھی تو سندھی اپنے قلعہ کی راہ لیتے تھے اور مسلمان اپنے لشکرگاہ مین آکے ٹھیرتے تھے۔ اس محاصرہ اور ان مسلسل معرکہ آرائیون نے بہت طول کھینچا۔ چھ مہینے گزر گئے۔ اور قسمت نے کسی کے حق مین فیصلہ نہین کیا۔ محمد بن قاسم کو قلعہ برہمن آباد کی طرف سے ایک قسم کی مایوسی سی ہونے لگی۔ اور دل مین نہایت ہی متفکر تھا کہ کیا کرے مگر کوئی تدبیر نہین بن پڑتی تھی۔

اس طرف سے ایک ناامیدی پیدا ہی ہو چلی تھی کہ آخر ماہ ذی الحجہ مین اتوار کے دن سنہ ۹۳ھ (۱۲ اکتوبر سنہ ۷۱۲ء) کو خود جے سنگھ آ پہونچا۔ مسلمانون کے محاصرے کی وجہ سے قلعہ مین تو داخل نہ ہو سکا۔ مگر مسلمانون کی رسد آنے کا راستہ روک کے اُس نے تھوڑے فاصلے پر پڑاؤ ڈال دیا۔ اور عربی فوجین ایک سخت مصیبت مین مبتلا ہو گئین۔

جے سنگھ نے آکے مسلمانون کا رسد آنے کا راستہ روک دیا۔

اس وقت کے پیش آنے پر محمد بن قاسم نے اپنے ایک معتمد علیہ خادم کو موکا کے پاس دوڑایا جسکی وفاداری پر اُسے پورا بھروسا تھا اور کہلا بھیجا کہ "مین نہایت ہی پریشان ہون۔ اس لیے کہ قلعہ والے اُسی طرح سرگرمی سے لڑ رہے ہین۔ اور دوسری طرف سے جے سنگھ نے آکے رسد کا راستہ بند کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے مین بڑی مصیبت مین مبتلا ہو گیا ہون۔ تم یہان کے راستون اور معاملات سے واقف ہو۔ بتاؤ کہ ایسی حالت مین مجھے کیا کرنا چاہیے"۔ موکا نے خود حاضر ہو کے راے دی کہ میرے نزدیک چونکہ جے سنگھ آپ کے لشکر گاہ سے قریب ہی پڑا ہوا ہے لہذا سوا اس کے اور کوئی تدبیر نہین ہے کہ آپ بڑھ کے اُس سے مقابلہ کرین۔ اور فوراً اُس کی فوج پر حملہ کر دین۔

محمد بن قاسم کا اضطراب اور موکا کا مشورہ۔

موکا کی یہ راے محمد بن قاسم نے پسند کی اور اپنی فوج مین سے جنگ آزمودہ اور معتبر لوگون کی ایک جماعت علیحدہ کر کے جے سنگھ کے مقابلے کو روانہ کی۔ اس فوج مین نباتہ بن حنظلہ کلابی عطیہ ثعلبی۔ صارم ابن ابو صارم ہمدانی۔ اور عبد الملک مدائنی کے ایسے نامور سردار موجود تھے۔ اور دو شخص سردار مقرر کیے گئے۔ ایک ہندو اور ایک مسلمان۔ ہندو تو موکا تھا اور مسلمان سردار فوج حذیم بن عمرو الدیہی تھا۔ یہ لشکر پورے سازوسامان اور قابل ضرورت رسد کے ساتھ جے سنگھ کے مقابلے کو روانہ ہوا۔

جے سنگھ کے مقابلے کو عربی فوج روانہ ہوئی

جے سنگھ نے جس جراءت کے ساتھ اسلامی لشکر گاہ کے قریب آکے پڑاؤ ڈالا تھا اُس کا تقاضا یہی تھا کہ دلیری و شجاعت سے مقابلہ کرتا۔ مگر نہین وہ عربون کے مقابلے مین ہمت ہار چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ زبان سے بڑے دعوے کرتا تھا مگر جب ہی سا کر باپ کے وزیر نے لڑنے سے روکا تو برخلاف اپنے دعوے کے فوراً برہمن آباد چلا گیا۔ پھر جب مسلمان

جے سنگھ بے لڑے بھاگ کے شہر چلا گیا

برہمن آباد کے قریب پہونچے تو گو کافی فوج موجود تھی لڑائی کا بار سرداران
فوج کے سر پر ڈال کے چپکے چل دیا۔ اور یہ جب کہ اُسے محمد بن قاسم پر کامیاب
ہونے کا پورا موقع مل چکا تھا عربی فوج کے آنے کی خبر سنتے ہی بغیر اس کے
کہ ایک مقابلے کی بھی نوبت آئی ہو بھاگ کھڑا ہوا۔ اس مرتبہ وہ پھر آنے کے
لیے نہین گیا بلکہ اپنے اہل وعیال کو ساتھ لیا اور ہمیشہ کے لیے سرزمین سندھ
کو رخصت کر دیا۔ اور جنگلون۔ عوارہ اور کایا کے ریگستانون اور صحراؤن کو
قطع کرتا ہوا جے پور کے راج مین جا پہونچا۔ محمد علافی نے دراصل اُس کا پورا
ساتھ دیا۔ اس لیے کہ اس سفر مصیبت مین بھی وہ اُس کے ہمراہ تھا۔ مگر جے پور
سے آگے جانے کی جرأت علافی سے نہ ہوئی۔ وہ وہین ٹھہر گیا اور جے سنگہ نے
جے پور چھوڑا اور راجہ کشمیر کے ملک مین پہونچ کے دم لیا۔ راجہ کشمیر کے مستقر کے
قریب وارد ہوتے ہی اُس نے راجہ کو اپنے آنے کی اطلاع دی۔ اور لکھا "مین
اپنے ذاتی ارادے سے اور نہایت ہی خلوص دل کے ساتھ آپ کی مرحمت کا
اُمیدوار ہو کے آیا ہون" یہ خط دیکھ کے راے کشمیر نے اُسے اپنے پاس بُلا لیا
اور بڑے اخلاق اور نہایت لطف کے ساتھ پیش آیا۔

راے کشمیر نے جے سنگہ کی بڑی قدر و منزلت کی۔

جس پہلے دربار مین جے سنگہ راے کشمیر سے ملا اُسی دربار مین راے نے
پچاس گھوڑے مع ساز و سامان۔ اور اُس کے ہمراہیون کو دو سو قیمتی جوڑے
مرحمت کیے۔ اور علاقہ شاکلہا جو کشمیر کے قلمرو مین تھا جے سنگہ کو بطور جاگیر عطا
کیا۔ پھر جب وہ دوبارہ مہاراجہ کشمیر کے دربار مین گیا تو بڑی قدر و منزلت سے
اُس کا استقبال کیا گیا۔ اور ایک چھتر۔ ایک کرسی اور دیگر بیش قیمت ہدایا
اُسے کشمیر کے راج کی طرف سے مرحمت کیے گئے۔ اور بڑی عزت اور نہایت
ہی دھوم دھام سے اُس علاقے کی طرف روانہ کیا گیا جو اُسے جاگیر مین ملا تھا
ایک مسلمان عرب حمیم بن سامہ جو متوطن شام تھا غالباً محمد علافی کے
ذریعہ سے جے سنگہ کے مخصوصین اور معتمدین مین شامل ہوا تھا۔ علافی نے

ع اس شہر کی نسبت جنرل کنگھم کی راے ہے کہ اس سے مراد مقام کلو کہر ہے جو نمک کے
کوہستان مین واقع ہے اور آج تک کشمیر ہی کی سرحد مین ہے۔ ایڈیٹ۔

تو جے پور سے ساتھ چھوڑ دیا مگر جہیم بن سامہ کے دل نے کسی طرح بے وفائی نہ گوارا کی۔ اور جے سنگہ کے ساتھ کشمیر مین داخل ہوا۔ اس عربی الاصل شخص پر جے سنگہ کو اس درجہ اعتماد تھا کہ جس وقت پہلے دربار مین اُسے علاقہ شاکلہا جاگیر مین دیا گیا ہے اُسی وقت جے سنگہ نے دوسرے دربار کی شرکت سے پہلے اُس علاقے پر قبضہ کرنے کے لیے اپنی طرف سے اسی جہیم کو بھیجا تھا۔ جس نے جا کے علاقہ شاکلہا کی حکومت اپنے ہاتھ مین لی۔ پھر جے سنگہ نے وہان پہونچ کے ایک گوشۂ عافیت پایا اور اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگا۔ چند روز بعد جے سنگہ نے دوسرے عالم کی راہ لی۔ اور چونکہ لاولد مرا تھا لہذا ادھر جے سنگہ کی وصیت کے مطابق یا عام ہردل عزیزی کی وجہ سے شاکلہا کی حکومت جہیم بن سامہ کے قبضۂ تصرف مین آگئی۔ اور مدت ہائے دراز تک اُسی کے خاندان مین رہی۔ جیسے کہ چچ نامہ کا مصنف بتاتا ہے کہ اُس کے عہد تک یہ علاقہ جہیم ہی کے خاندان مین تھا۔ جہیم نے اپنے زمانے مین وہان مساجد تعمیر کرائی تھین۔ اور ہمیشہ آن بان سے رہا۔ باوجود تخالف مذہبی کے راجہ کشمیر اُس کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا۔

جہیم بن سامہ جے سنگہ کے علاقے کا وارث ہوا

جے سنگہ نے ورود جے پور کے بعد اپنے بھائی گوپی کو جو ارور مین تھا ایک خط لکھا اور اُسے اپنے چلے آنے اور غریب الوطنی اختیار کرنے کے وجوہ و اسباب سے مطلع کر کے رائے دی تھی کہ مین تو اب یہان آگیا تم حتے الامکان مضبوطی اور شجاعت سے عربون کا مقابلہ کرو۔ اور آبائی مملکت پر اپنا قبضہ برابر قائم رکھو۔ جے سنگہ کا یہ خط پا کے گوپی بہت خوش ہوا۔ اول تو بھائی کی مفقود الخبری پر نہایت ہی پریشان تھا اس سے پتہ چل گیا کہ وہ بآرام اطمینان جے پور مین موجود ہے۔ دوسرے اس لیے کہ بادی النظر مین باپ کے تخت و تاج کا وہی مالک ہو گیا۔

جے سنگہ کے چلے جانے کے بعد بھی چند روز تک برہمن آباد والے برابر لڑتے رہے۔ آخر اُن لوگون مین اب عجز و پریشانی کے آثار نمودار ہوئے۔ بعضون کے دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ اب مقابلے کی طاقت نہین رہی۔

کسی طرح اس مصیبت کو سر سے ٹالنا چاہیے اور زراعت و تجارت پیشہ اہل شہر
تو اس پر آمادہ ہونے لگے کہ مسلمانون کی اطاعت قبول کر لین۔ چنانچہ اُن مین سے
چار سربر آوردہ اہل شہر ایک دن آکے جو تیری دروازے کے پاس جمع ہوئے
اور کہنے لگے "عربون نے سارا ملک فتح کر لیا۔ داہر مار ڈالا گیا۔ اور بجے سنگھ
کے ہاتھ مین راج ہے جو چھوڑ کے چل دیا۔ چھ مہینے سے برہمن آباد گھرا پڑا ہے
ہمارے پاس نہ اتنی دولت ہے اور نہ قوت ہے کہ دشمن کے مقابلے کی جراٴت
کر سکین۔ اور نہ ہمین اُن سے صلح کرتے بنتی ہے۔ محمد بن قاسم نے اگر چند روز اور
ایسا ہی استقلال دکھایا تو قلعہ فتح کر لے گا اور ہمارے لیے کوئی وجہ نہ ہوگی کہ
اپنے آپ کو امان پانے کا مستحق ثابت کر سکین۔ اور اس قابل تو ہم ہئی نہین
ہین کہ فوج کے سامنے ٹھہرنے کی تاب لا سکین۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ ہم سب آپس مین اتفاق کر کے محمد بن قاسم کے حملے سے بچنے کی کوشش کرین
اس کوشش مین اگر مار بھی ڈالے جائین تو اُس مرنے سے اچھا ہو گا کہ شہر کے
اندر بے عزتی سے ہماری جانین لی جائین۔ ہم کو اس امر مین سبقت کرنا چاہیے
اس لیے کہ اگر لڑنے والون نے عاجز آکے پھاٹک کھول دیا تو پھر بڑی مشکل
ہو گی۔ مسلح لوگ تو سب ہی جان سے مارے جائین گے۔ ہان تاجرون دستکارون
اور کسانون وغیرہ کو پناہ دی جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ لوگون کو صلاح دی جائے
کہ عربون سے اقرار نامہ لے کے ہم ہی قلعہ کا پھاٹک کھول دین۔ اس لیے کہ
اس صورت مین محمد بن قاسم ہماری جانون کی حفاظت کرے گا۔ اور اگر ہم اُس
سے دوستی و اطاعت اور اُس کے احکام کی پابندی کا وعدہ کر لین گے
تو وہ ہمیشہ ہمارا حامی و مددگار رہے گا" سب نے اس رائے پر اتفاق
کیا۔ اور اُسی روز محمد بن قاسم کے پاس قاصد بھیج کے اپنے جورو بچون کو
قتل و اسیری سے مستثنے ہونے اور اپنی جانون کے لیے امان حاصل
کر لی۔ اور ایک دن معین کر کے کہا "اُس دن ہم جو تیری دروازے سے لڑنے
کو نکلین گے آپ کو اُس دروازے پر مع تمام فوج کے موجود ہونا چاہیے۔ مگر
جب ہم آپ کے قریب پہونچین گے اور جیسے ہی عرب لوگ ہم پر حملہ آور

ہون گے ہم بھاگ کھڑے ہون گے اور قلعہ کا دروازہ کھلا چھوڑ کے قلعہ کے اندر داخل ہو جائین گے۔ آپ مع اپنی فوج کے تعاقب کرتے ہوئے قلعہ کے اندر چلے آئیے اور قبضہ کر لیجیے۔

اہل شہر کی درخواست پر محمد بن قاسم کا تذبذب۔

محمد بن قاسم نے تمام معزز و اہل الراے لوگون اور تجربہ کار درباروار ان حجاج کو فراہم کرکے مشورہ کیا [illegible] پہلے موکا نے راے دی کہ یہ قلعہ سب قلعون سے مضبوط ہے اگر آپ نے اسے فتح کر لیا تو پھر کسی کو سرتابی کی جرأت نہ ہوگی۔ لہذا اُن کی یہ درخواست منظور ہونی چاہیے۔ محمد بن قاسم نے اُن کے اس سوال سے انکار نہین کیا اور اُن کو معاہدہ بھی لکھ دیا۔ مگر اُس کو دل مین ایسا ذلیل ذریعہ فتح اختیار کرنے مین تامل تھا۔ اُس نے ان لوگون سے کہا ابھی ہم اس کارروائی کے لیے کوئی دن نہین مقرر کرتے۔ ذرا غور کرنے کے بعد تم کو مطلع کرین گے۔ اور اُسی وقت ہمارا معاہدہ مکمل ہوگا۔ یہ کہہ کے اُس نے حجاج کو اس معاملے سے مطلع کیا اور وہان سے حکم منگوایا۔

حجاج نے حکم دیا کہ درخواست قبول کی جاے

نوعمر او شریف النفس محمد بن قاسم اسی تردد مین تھا کہ حجاج کے پاس سے اُس کے خط کا جواب آگیا۔ جس کی رو سے حجاج نے حکم دیا تھا کہ بے شک اُن لوگون سے معاملہ کر لو۔ اور جو عہد اپنی طرف سے کرو اُس کی پوری پابندی کرنا۔ یہ حکم پاتے ہی محمد بن قاسم نے خود ہی ایک دن اپنی طرف سے مقرر کرکے اُن لوگون کو آگاہ کر دیا۔ روز معینہ کر دہ لوگ قلعہ سے نکلے۔ آناً فاناً لڑے اور بھاگ کے قلعے مین ہو رہے۔ اور پھاٹک کھلا چھوڑ گئے۔ اہل عرب تعاقب کرتے

قلعہ برہمن آباد فتح ہوا۔

ہوئے قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ دم بھر مین سارا اسلامی لشکر قلعہ کے اندر تھا۔ عربی سپاہی اندر داخل ہوتے ہی قلعہ کے برجون اور فصیل پر چڑھ گئے۔ جب فصیل پر ہر چہار طرف عربی لشکر پھیل گیا تو عرب سپاہی شہر کی سڑکون کی طرف بڑھے۔ ابھی تک اہل قلعہ کو اس واقعہ کی خبر نہ تھی کہ یکایک مسلمانون نے چارون طرف سے یکزبان ہو کر زور سے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا۔ اور مسلح لوگون پر ہر طرف تلوار بلند کر دی۔ قلعہ کے لوگ عموماً گھر چھوڑ چھوڑ کے مشرقی پھاٹک کی طرف چلے اور تمام سندھی فوج کے لوگ نہایت بے

بدحواس ہو گئے اُس پھاٹک سے نکل نکل کے بھاگنے لگے اور شہر کے کل زن و مرد کی قسمت فاتحون کے ہاتھ مین تھی۔

اہل شہر سے فاتحوں کا برتاؤ

الغرض اس طریقے سے برہمن آباد محمد بن قاسم کے ہاتھ پر فتح ہوا محمد بن قاسم نے تاکیدی حکم دے دیا کہ سوا اُن لوگون کے جو لڑنے پر تیار ہون اور مقابلے کو ہتھیار اُٹھائین اور کوئی [illegible] کیا جائے۔ عربون نے قریب قریب اکثر اُن لوگون کو گرفتار کر لیا جو لڑائی پر آمادہ ہوئے اور جن کی طرف سے اظہار جنگ ہوا۔ صرف وہی نہین اُن کے ساتھ اُن کا مال و اسباب۔ اسلحہ۔ اُن کے ملازمین اور بال بچے سب گرفتار کر لیے گئے تھوڑی ہی دیر مین قیدیون کا گروہ محمد بن قاسم کے سامنے لاکے کھڑا کر دیا گیا اُن مین سے ہر شخص جس نے سامنے آکے سر جھکایا اور امان طلب کی فوراً چھوڑ دیا گیا۔ اور اُسے اجازت دی گئی کہ اپنے گھر پہ قبضہ رکھے۔

رانی لاڈی

برہمن آباد ہی مین راجہ داہر کی رانی لاڈی تھی۔ یہ رانی داہر کے مارے جانے کے بعد یہین پردہ نشین ہو گئی۔ اور اُس نے کسی اور شہر مین جانا پسند نہ کیا۔ جس زمانے مین عربون نے شہر کا محاصرہ کیا تو اُس نے دل مین کہا مین اپنے اعزا و اقربا کو کیونکر چھوڑ دون۔ جہان تک ممکن ہوگا یہین رہون گی۔ اور دشمنون کو مغلوب کر کے اپنے گھر بار کی حفاظت کرون گی۔ ہان اگر عرب فتحیاب ہوئے تو کسی اور طرف چلی جاؤن گی۔ یہ خیال کر کے اُس نے اپنے مال و دولت کو نکالا۔ خزانے کے دروازے کھولے۔ سپاہیون پر روپیہ تقسیم کر کے ایک چھوٹی سی فوج مرتب کی اور خوب فیاضیان کر کے فوج والون مین جرأت و جوش کا مادہ پیدا کیا۔ چنانچہ شہر کے ایک پھاٹک کی حراست اُسی کے سپاہیون نے کی اور آخر تک بڑی جوان مردی سے لڑے۔ آخر مین رانی نے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر اب قلعہ پر مسلمانون کا قبضہ ہو جائے گا تو مین ایک چتا بنوا کے اپنے بال بچون سمیت ستی ہو جاؤن گی۔ وہ یہ ارادہ کیے ہوئے بیٹھی تھی کہ ناگہان قلعہ پر مسلمانون کا قبضہ ہو گیا۔ عربی سردار فوراً داہر کے

محل پر آ پہونچے - اور جو ملا اُسے گرفتار کر لیا - جن مین لاڈی بھی تھی
مال غنیمت اور قیدی جب محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیے گئے
اور ہر ایک قیدی کے متعلق تحقیقات ہونے لگی تو معلوم ہوا کہ داہر کی
رانی لاڈی اپنی دو بیٹیون اور داہر کی دیگر رانیون کے ساتھ قلعہ مین موجود
تھی جو تمام قیدیون کے ساتھ اس مجمع مین موجود ہے تو اُس نے حکم دیا کہ
اُن کی عزت کی جائے اور یون بے نقاب و بے چادر نہ رکھی جائین - چنانچہ
اُن سب کے چہرون پر نقابین ڈال دی گئین - اور ایک معتمد ملازم کے
سپرد کر دی گئین کہ اُن کو سب سے علیحدہ حراست مین رکھے - اس کے
بعد عام قیدیون مین سے پانچوان حصہ علیحدہ کیا گیا - کہا جاتا ہے کہ صرف
اُن قیدیون کا شمار جو بیت المال کے لیے علیحدہ رکھے گئے بیس ہزار
تھا - ان کے علاوہ باقی ماندہ قیدی اہل فوج پر تقسیم کر دیے گئے - ستکارون
سوداگرون اور عام لوگون کو پناہ دی گئی - اُن مین سے جو لوگ غلطی سے
ماخوذ کر لیے گئے تھے بعد تحقیقات وہ بھی چھوڑ دیے گئے - ان کارروائیون کے
بعد محمد بن قاسم اُن لوگون کی طرف متوجہ ہوا جو سپاہی تھے - اور مقابلہ
کرتے ہوئے گرفتار کیے گئے تھے - اُس نے حکم دیا کہ وہ سب لوگ قتل کر ڈالے
جائین چنانچہ اس طرح چھ ہزار[ع۵] آدمی تہ تیغ ہوئے جن مین سے کچھ معاف بھی کر دیے
گئے تھے -

قیدیون کے ساتھ عربون کا طرز عمل

لیکن اکثر راویون کا یہ بیان ہے کہ قیدیون مین ابتداً اگر داہر کا کوئی عزیز
نہ تھا حالانکہ محمد بن قاسم کو اُن لوگون کے پانے کی نہایت آرزو تھی - اُس نے
شہر کے لوگون سے دریافت کرایا کہ راے داہر کا کوئی عزیز یہان ہے لیکن
اب بھی کچھ پتہ نہ چلا - وہ اپنی اس ناکامی پر مایوس ہو چلا تھا کہ فتح کے دوسرے
روز تقریباً ایک ہزار برہمن جنھون نے سر اور داڑھی مونچھین منڈوا کے جا
ابرو کا صفایا کر دیا تھا اُس کے سامنے لا کے پیش کیے گئے - سپہ سالار
عرب کو ان لوگون کی وضع پر نہایت ہی حیرت تھی اُس نے تعجب کے لہجے

شاہی قیدیون کی نسبت ایک دوسری روایت -

ع۵ بلاذری آٹھ ہزار لکھتا ہے -

یعنی پوچھا "تم کون لوگ ہو؟ اور یہ وضع تم نے کیون بنائی ہے۔ کیا تمھین کسی فوج سے تعلق ہے؟" برہمنون نے دست لبستہ عرض کیا "اے دیانت دار سردار۔ ہمارا راجہ برہمن تھا۔ اور ہم وہ لوگ ہین جنھون نے اُس سے عہد وفاداری کیا تھا ہم مین سے اکثر تو آپ کے ہاتھ سے مارے گئے ہان بدقسمتی نے ہم کو زندہ چھوڑ دیا ہے لہذا ہم سب نے ارادہ کر لیا کہ جب ہمارا راجہ ہی نہین ہے تو ہم بھی دُنیا کو چھوڑ کے فقیر ہو جائین۔ بس اسی خیال سے ہم نے گیروتی کفنیان پہن لین اور چار ابرو کا صفایا کر دیا۔ اب خدا نے آپ کو فتحیاب کر کے اس سرزمین کا مالک بنایا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ آپ کی فرمان برداری کرین۔ بس اسی غرض سے دربار مین حاضر ہو گئے دریافت کرتے ہین کہ ہمین کیا حکم دیا جاتا ہے" ان لوگون کی تقریر سُن کے محمد بن قاسم نے ذرا تامل کیا۔ اور پھر سر اُٹھا کے کہا "مین اپنی جان اور سر کی قسم کھا کے کہتا ہون کہ یہ لوگ اچھے اور وفادار ہین مین انھین امان دون گا۔ مگر اس شرط پر کہ داہر کے متعلقین کو جہان ملین یہ لا کے میرے سامنے حاضر کرین" یہ تقریر سُن کے وہ لوگ گئے اور رانی لاڈی کو لا کے محمد بن قاسم کے سامنے کھڑا کر دیا۔

اس امر مین اختلاف ہے کہ رانی لاڈی محمد بن قاسم کے قبضے مین کیونکر آئی۔ یعقوبی نے غلطی سے اس واقعہ یعنے داہر کی رانی کے محمد بن قاسم کے قبضے مین آنے کو رانی بائی کی طرف منسوب کر دیا ہے جو داہر کی بہن سے رانی بنی تھی اور جو راور مین ستی ہو گئی تھی یعقوبی کو یقیناً غلط خبر پہونچی اس لیے کہ بائی نہین لاڈی مسلمانون کے ہاتھ مین پڑ گئی جو راے داہر کی دوسری رانی تھی۔ رہا یہ کہ وہ مسلمانون کو کیونکر ملی اس بارے مین کوئی فیصلہ نہین کیا جا سکتا یہ تفصیلی حالات صرف چچ نامہ مین نظر آ سکتے ہین۔ اور یہ دونون بیانات خود اُس نے مختلف روایتون سے نقل کیے ہین۔ باقی دیگر مورخین مجملاً صرف اتنا ہی بیان کرتے ہین کہ برہمن آباد کی فتح کے بعد داہر کی رانی بھی مسلمانون کے قبضے مین آ گئی۔

برہمن آباد ایک ایسا مقام تھا کہ اس قلعہ کے فتح کر لینے کے بعد کامل

محمد بن قاسم نظم و نسق مملکت کی طرف متوجہ ہوا۔

توجہ کے ساتھ محمد بن قاسم کو نظم و نسق مملکت مین مشغول ہونا پڑا۔ اُس نے یہان بھر کے کافی انتظام کر لیا تو آگے بڑھا۔ اول تو نئے مفتوحہ شہر اور اُس کے گرد و نواح کے واسطے وہی عام قاعدہ جاری رکھا جس کو مسلمانون نے اپنے تمام مفتوحہ بلاد مین ہر جگہ جاری کیا تھا۔ جن لوگون نے دین اسلام قبول کیا وہ غلامی جزیہ اور خراج تمام چیزون سے معاف کیے گئے۔ جن لوگون نے تبدیل مذہب کو ناپسند کیا اُن پر جزیہ مقرر کیا گیا۔ جزیہ کے تین مدارج تھے۔ پہلے درجہ والون پر فی نفر ۴۸ درہم سالانہ۔ دوسرے درجہ والون پر ۲۴ درہم۔ اور سب سے کم درجہ والون پر ۱۲ درہم سالانہ معین کر دیے گئے۔ حکم عام دیدیا گیا کہ جو لوگ دین اسلام قبول کرین اور اُسے جزیہ سے مستثنے ہین۔ لیکن وہ لوگ جو اپنے قدیم مذہب کے گرویدہ ہین اُن کو لازمی طور پر خراج و جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ اس اشتہار کا یہ نتیجہ ہوا کہ بعض لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور بعض اپنے آبا و اجداد کے دین پر قائم رہے۔ اور جزیہ وغیرہ ادا کرنا گوارا کر لیا۔ لیکن ایسا برتاو کسی سے نہین کیا گیا کہ اُسکی اراضی و جائداد دین چھینی گئی ہون۔

برہمنون کا قدیم بار جو سلطنت پر بقاعدہ دستور باقی رکھا گیا

قدیم عام ہندو سلطنتون کی طرح سندھ مین بھی برہمنون کے کچھ حقوق تھے جو اب تغیر سلطنت کے بعد موقوف ہوئے جاتے تھے اور برہمنون پر سخت مصیبت آپڑی تھی۔ محمد بن قاسم نے ان لوگون کے حال پر بھی مہربانی کی۔ اس نے ہر برہمن کے لیے اُس کی حیثیت اور اُس کے دعوون کے مطابق خاص سرکاری لگان داری مین سے ایک سالانہ رقم معین کر دی۔

برہمنون کی عزت اور اُنکے حال پر فیاضی۔

اُس نے قلعہ کے ہر پھاٹک پر ایک فوج مقرر کی اور اُن سب فوجون کی سرداری خاص پنڈتون کے ہاتھ مین رکھی۔ اُس نے صرف اتنی ہی قدر افزائی نہین کی بلکہ اُن پر جس قسم کا اعتبار و اعتماد اُس نے کیا تھا اُس کے ثبوت کے لیے ہر پنڈت کو ایک ایک گھوڑا مع ساز و یراق مرحمت کیا۔ حسب رسوم ہند بطریق خلعت اُن کے ہاتھون پاؤن مین کڑے پہنا دیے اور عام دربار مین اُن کے ہم وطنون کے سامنے اُن کو کرسی پر بیٹھنے کی عزت دی۔

تمام لوگ سوداگر۔ دست کار۔ زراعت پیشہ جزیہ ادا کرنے کے لیے

عام اہل شہر سے ہمدردی اور حسب حیثیت جزیہ

سب اپنے مناسب درجون مین تقسیم کیے گئے۔ سب ملا کے (جن مین معزز و ادنے سب شامل تھے) دس ہزار آدمی شمار کیے گئے۔ ان لوگون کا شمار کرا کے محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ اُن مین سے ہر ایک کو سرکار کی طرف سے بارہ بارہ درہم عطا کیے جائین۔ اس لیے کہ تاخت و تاراج مین اُن کی دولت لُٹ گئی تھی۔

دیہات والون پر جزیہ

خاص شہر والون کو اپنی رحم دلی کا ثبوت دے کے وہ اضلاع اور دہات کے لوگون کی طرف متوجہ ہوا۔ اُن سے جزیہ وصول کرنے کے لیے اُس نے خود اُنھین مین سے ایک شخص کو منتخب کر کے مقرر کر دیا تاکہ اُن کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ مسلمان اپنی قوت پر کس قدر مطمئن ہین اور نیز اُن کے دل مین یہ خیال پیدا ہو کہ عرب فاتح ہر طرح اُن کی حمایت کو تیار رہین۔

برہمنون کے ساتھ خاص رعایت اور اُنکی قدر افزائی

برہمنون نے محمد بن قاسم کا ایسا فیاضانہ طرز عمل دیکھا تو اپنے معاملات اُس کے سامنے لا کے پیش کیے اور بتایا کہ گزشتہ راج مین اُن کے کیا مرتبے تھے اور اُن کی کیسی عزت تھی۔ شہر کے مخصوص و معزز لوگون نے اُن کی عظمت و وقعت پر گواہی دی۔ ان گواہیون سے اطمینان حاصل کر کے عربی سردار نے اُن پر مہربانی کی۔ اُن کے تمام گزشتہ مراتب قائم رکھے۔ اور احکام جاری کر دیے کہ برہمنون کے جو حقوق اور جو مرتبے ہمیشہ سے چلے آتے تھے بدستور باقی رہین اُن سے وعدہ کیا کہ اگر کوئی شخص تم پر کسی قسم کا ظلم و جور یا زیادتی کرے گا تو سلطنت تمھاری حمایت کرے گی۔ اور تمھارے حقوق نہ مٹنے پائین گے۔

علاوہ برین وہ لوگ معزز عہدون پر ممتاز کیے گئے۔ اور محمد بن قاسم نے بالکل اپنی کارروائی سے دکھا دیا کہ اُسے برہمنون پر پورا اعتماد ہے۔ اور اُن سے بے وفائی کا بالکل اندیشہ نہین۔ اُس نے برہمنون کو اپنے سامنے بلوا کے اپنی زبان سے کہا "راجہ داہر کے عہد مین تم لوگ بڑے بڑے معزز و ممتاز عہدون کے لیے مخصوص تھے۔ لہذا شہر اور گرد و نواح کے حالات سے تم بخوبی واقف ہو۔ اگر تم کوئی ایسی کارروائی بتاؤ گے جس سے رعایا خوش ہو اور رفاہ ملک کی اُمید ہو تو مین غور کر کے اُس پر عملدرآمد کرون گا۔ تم سے

مہربانی پیش آؤن گا۔ اور مجھے لطف و مدارات کرنے اور انعام و اکرام سے سرفراز کرنے کا موقع ملے گا۔" یہ کہہ کے تمام ملکی انتظامات اُس نے اُنھین لوگون کے ہاتھ مین دے دیے۔ اور یہ خدمتین اُن کو اِس عدہ کے ساتھ دین کہ صرف اُن کی زندگی کے ساتھ نہین تمام ہو جائین گی بلکہ ہمیشہ نسلاً بعد نسلٍ انھین کے خاندان مین رہین گی۔

ان فیاضانہ کارروائیون کا نتیجہ۔

اس فیاضانہ کارروائی کا یہ عمدہ نتیجہ حاصل ہوا کہ برہمن جو دولت اسلام کی طرف سے سرکاری عہدہ دار مقرر کیے گئے تھے اضلاع اور قرب و جوار مین گئے۔ اور جا بجا لوگون سے جا کے بیان کیا کہ "یہ تو تم سُن چکے ہو کہ راسے داہر مارا گیا۔ اور ہمارے مذہب کی جو کچھ قوت تھی تمام ہو گئی۔ اب کل اضلاع سندھ پر عربون کی حکومت خوب مضبوطی سے قائم ہے۔ اور اس سرزمین کے باشندے کیا چھوٹے کیا بڑے سب کے سب آج ایک ہی حیثیت رکھتے ہین۔ یہی حال شہرون مین ہے اور یہی گاؤن مین۔ دراصل ہم مفتوح اور ذلیل ہو گئے تھے مگر عظیم الشان سلطان نے ہم سے اظہار لطف کیا۔ ہماری عزتین اُسی طرح قائم رکھین۔ اور سنو اُسی نے ہم کو تمھارے پاس بھیجا ہے کہ تم کو اُس کی اطاعت کی رغبت دلائین۔ خوب یقین کر لو کہ اگر ہم عربون کی اطاعت سے سرتابی کرتے تو نہ ہمارے پاس جائدادین رہتی اور نہ زندگی بسر کرنے کے ذریعہ ہمارے ہاتھ مین باقی رہتے بلکہ ہم نے اس وجہ سے اطاعت قبول کر لی کہ ہمارے نئے فیاض آقاؤن کی لطف و مہربانی ہمارے حال پر زیادہ ہو۔ اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ ابھی تک ہم اپنے گھر بار سے نہین نکالے گئے ہین۔ ہماری جائدادین اور عزتین ہمارے پاس ہین۔ لیکن اگر تمھاری راے مین یہ جزیہ کا بوجھ نہین اُٹھایا جا سکتا تو آؤ مناسب موقع بہم پہونچا کے ہم اور تم اس ملک کو چھوڑ دین اور ہندوستان کے کسی اور مقام مین جا بسین اور اپنے جورو بچون کو بھی لے چل کے وہان امن و امان سے اقامت پذیر ہون۔ اس لیے کہ دُنیا مین جان سے زیادہ عزیز کوئی چیز نہین۔ جہان تک ہو سکے اسے بچانا چاہیے۔ مگر ہمارے خیال مین یہ ہے کہ اگر بالغرض ہم

بال بچون کو لے گئے تو ہماری جائداد تو ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ اب تمھاری جو رائے ہو بتاؤ ہم اُس پر عمل کرنے کو موجود ہین" سب نے جزیہ ادا کرنا منظور کر لیا۔

حاکمانہ ہدایات

ان باتون کا یہ اثر ہوا کہ کل رعایا کی طرف سے لوگ خود محمد بن قاسم کے سامنے حاضر ہوئے۔ اور جزیہ ادا کرنے پر عموماً رضامندی ظاہر کی۔ انھون نے دریافت کیا کہ ہم پر کس قدر رقم واجب الادا کی گئی ہے۔ محمد بن قاسم نے سب کو بتا دیا کہ اس قدر رقم ادا کرنا ہوگی۔ پھر اُس نے اُن برہمنون کی طرف توجہ کی جو سرکاری رقوم وصول کرنے پر مامور ہوئے تھے اور کہا دیکھو تمھارا فرض ہے کہ رعایا اور سلطنت مین دیانتداری پیدا کرو۔ اگر کوئی جھگڑا یا فساد پیدا ہو تو انصاف سے کام لو۔ مالگزاری وصول کرتے وقت اس امر کا ہمیشہ لحاظ رکھو کہ رعایا کو کس قدر روپیہ ادا کرنے کی استطاعت ہے۔ کسی پر جبر اور اُس کی حیثیت و استطاعت سے زیادہ رقم نہ معین کر دینا۔ آپس مین ہمیشہ اتحاد و اتفاق قائم رکھو۔ اس لیے کہ تمھاری نااتفاقی سے ملک پر طرح طرح کی آفتین نازل ہو جائین گی"

محمد بن قاسم نے رعایا مین سے الگ الگ بلا کے ہر شخص کی تسلی و تشفی کی

جوان مدبر نے اس کے بعد رعایا مین سے ایک ایک کو الگ بلا کے سمجھایا۔ اُس کی تشفی و دلجمعی کی۔ اور یہ شفقت آمیز کلمات زبان پر لایا "تم ہر حال مین خوش رہو۔ پریشان نہ ہو۔ تم پر ہماری طرف سے کسی بات کا الزام نہ لگایا جائے گا۔ مین تم سے نہ اقرار نامہ لیتا ہون اور نہ کفیل طلب کرتا ہون۔ بس اتنا کرو کہ جو رقم معین کر دی گئی ہے اور جو مالگزاری تمھارے ذمے مشخص کر دی گئی ہے اُس کو برابر ادا کر دیا کرو۔ اس کے علاوہ ہمیشہ سلطنت کی طرف سے ہر معاملے مین تمھاری خبرگیری کی جائے گی۔ اور رحمدلی ہی کے احکام جاری ہون گے۔ تمھاری جو خواہش ہو اُس کو میرے سامنے بیان کر دو۔ مین سنون گا اور منصفانہ اور شافی جواب دون گا۔ مین وعدہ کرتا ہون کہ ہر شخص کی خواہش پوری کر کے اُسکی خاطر جمعی کر دون گا"

محمد بن قاسم کی رحمدلی در اصل حیرت کے قابل تھی۔ مذہبی جہاد مین بیشمار

بت پرستی کی موقوفی پر پوجاریون کی فریاد۔

کسی حاکم سے ایسی رحمدلی کا ظہور نہ ہوا ہوگا جیسی کہ اُس نے سرزمین سندھ مین دکھادی۔ اسلام مین ہر امر کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ مگر یہ ممکن نہین کہ کسی طرح رسوم شرک اور بُت پرستی کی اجازت دی جاسکے۔ لیکن محمد بن قاسم اپنی رحمدلی مین اس حد سے بھی گزر گیا۔ سندھ جب فتح ہوگیا تو وہ بڑا مندر جو برہمن آباد مین تھا وہ بھی پرستش سے روک دیا گیا۔ برہمن جو وہان کے پوجاری تھے اور نیز بُت خانے کے تمام خدام افلاس مین مبتلا ہوگئے اور روٹیون کو ترسنے لگے۔ اُن کے ہاتھ مین اب کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا۔ مندرون مین جو کچھ چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے اُن کا سلسلہ قطعاً منقطع ہوگیا اور رعایا نے بھی اُن کی کچھ خبرگیری نہ کی۔ آخر مجبور ہو کے وہ سب اُس مکان کے پھاٹک پر آکے جمع ہوئے جس مین نوعمر سپہ سالار عرب فروکش تھا اور ہاتھ اُٹھا اُٹھا کے اُسے دعائین دینے لگے۔ محمد بن قاسم نے اُس کا سبب پوچھا تو اُن سب نے عرض کیا "اے انصاف پرور مالک۔ آپ کی عمر بڑی ہو۔ ہم کو زندگی بسر کرنے کے لیے جو کچھ ملتا تھا یہان کے مندر سے ملا کرتا تھا۔ لوگ نقد اور سب طرح کی چیزین یہان لا کے چڑھاتے تھے۔ اور اُنھین پر ہماری زندگی بسر ہوتی تھی۔ سرکار نے سوداگرون اور عام ہندوون پر رحم کیا۔ اُن کی جائدادین اُنھین کے قبضے مین رکھین۔ اور ہر شخص کے ذرائع معاش آپ کے رحم و انصاف سے بدستور باقی ہین۔ ہم آپ کے غلام جو صرف آپ کی فیاضی ہی پر بسر کرنے والے ہین کیا کرین۔ اُمیدوار ہین کہ سب لوگون کو اپنے دیوتاؤن کی پوجا کرنے کی اجازت دی جائے۔ اور مندر چھوڑ دیا جائے تاکہ ہم اُسے پہلے کی طرح آباد کرین" محمد بن قاسم کے دریافت کرنے پر تمام ہندوون نے عرض کیا کہ "یہان کا مندر خاص برہمنون کے اصول پر قائم ہے اور یہی لوگ در اصل ہمارے مذہبی پیشوا اور مقتدا ہین۔ ہمارے مرنے جینے کی رسمین اُنھین لوگون کے ہاتھ سے اجرا پاتی ہین۔ اور در اصل ہم جزیہ دینے پر اسی خیال سے آمادہ ہوئے کہ ہم مین سے ہر شخص کو اپنے مذہب کی پابندی کی اجازت دی جائے گی۔ ہمارا یہ مندر تباہ و برباد

ہلوا جاتا ہے۔ ویران پڑا ہے اور ہم اُس کی پرستش سے روک دیے گئے ہیں۔ اگر انصاف پرور سردار ہمیں اجازت دیں تو ہم اُسے پھر آباد کریں۔ اور ہمارے دیوتاؤں کی پرستش جاری ہو جائے۔ بس اسی طریقے سے ان برہمنوں اور پوجاریوں کو بھی اطمینان ہو جائے گا۔ اور ہمارے ذریعہ سے انھیں اپنے ذرائع معیشت ہاتھ آجائیں گے۔"

حجاج کی اجازت کہ مندر چھوڑ دیا جائے۔

یہ ایک ایسا نازک مسئلہ تھا کہ محمد بن قاسم متردد ہو گیا۔ اُسے کسی طرح جرأت نہ ہوئی کہ خود اپنی رائے سے اس امر کا فیصلہ کر دے۔ آخر مجبور ہو کے اُس نے صورت مسئلہ حجاج بن یوسف کو عراق میں لکھی۔ چند ہی روز بعد عراق سے یہ جواب آگیا "میرے عزیز ابن عم محمد بن قاسم کا خط مجھے ملا۔ مضامین ہندیہ سے آگاہی ہوئی۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ برہمن آباد کے باشندے عرض گزار ہیں کہ انھیں وہاں کے مندر کے آباد رکھنے اور اپنے مذہب قدیم پر عمل درآمد کرنے کی اجازت دی جائے۔ جب وہ ہماری اطاعت قبول کر چکے اور خلیفۂ اسلام کو جزیہ دینا منظور کرتے ہیں تو اب اس کے بعد حسب قاعدہ اُن سے کسی امر کے بابت بازپرس نہیں کی جا سکتی۔ اُن کو ہم نے اپنی حمایت میں لیا ہے۔ لہٰذا اب کسی طریقہ سے ہم اُن کے جان و مال پر دست درازی نہیں کر سکتے۔ اُنھیں اپنے دیوتاؤں کی پرستش کی اجازت دی جائے۔ اور کوئی شخص اپنے مذہب کی پیروی سے نہ روکا جائے اور نہ اُسے کسی بات کی ممانعت کی جائے۔ وہ جس طرح چاہیں اپنے گھروں میں رہیں۔"

محمد بن قاسم نے ہندوں کو بلا کے بت پرستی کی اجازت دی۔

حجاج کا یہ حکم محمد بن قاسم کو اُس وقت ملا جب وہ برہمن آباد سے کوچ کر کے ایک منزل جا چکا تھا۔ یہ خط پاتے ہی اُسے بڑی خوشی ہوئی۔ اس لیے کہ اُس کی راے میں غریب ہندو رعایا ہر طرح ہمدردی اور لطف کی مستحق تھی۔ اُس نے فوراً وہیں قیام کر دیا۔ اور برہمن آباد کے شرفا، معززین اور برہمنوں کو اپنے سامنے بلوا کے حکم دے دیا کہ "اپنے مندر کو جا کے شوق سے آباد کرو۔ بے خوف و خطر آزادی سے رہو۔ اور اپنی ترقی و رفاہ کی کوشش سے باز نہ آؤ۔" اُس نے یہ بھی ہدایت کی کہ "اب تم کو مسلمان رعایا کے ساتھ

مل جل کے بے تعصبی سے رہنا چاہیے تاکہ کسی قسم کا فساد نہ پیدا ہو۔"

پھر وہ عام رؤساے شہر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور یہ جملے کہے جو اُسکی انتہا درجے کی بے تعصبی پر دلالت کرتے ہین:"افلاس زدہ برہمنون سے بہ لطف و محبت پیش آؤ۔ ہمیشہ اُن کا خیال رکھو۔ اپنے آبا و اجداد کی رسمون کی نگہداشت کرو۔ اور قدیم رواج کے مطابق برہمنون کو ہمیشہ خیرات اور انعام دیتے رہو۔" پھر اُن لوگون کو جو سرکاری روپیہ کے وصول کرنے پر مامور تھے حکم دیا کہ "دیکھو اس امر کا خیال رکھو کہ ہر سال سرکاری روپیہ مین سے فی سیکڑا تین درہم علٰحدہ کر لیا کرو۔ اُس مین سے برہمنون کو اُس قدر رقم دو جس قدر کہ اُن کی حیثیت و ضرورت کے مناسب ہو۔ بعد اختتام سال اگر اُس رقم مین سے کچھ باقی رہے تو اُسے سرکاری خزانے مین داخل کر دیا کرو۔" ان لوگون کو اِس بات کی بھی ہدایت کی گئی کہ عہدہ دارون اور معززین کے لیے بھی بطور مدد خرچ سرکاری خزانے مین سے تنخواہ مقرر کر دین۔ ان تمام باتون پر اُن سب لوگون نے تمیم بن زید القیسی اور حکم بن عوانہ کلبی کے سامنے اظہار رضامندی کیا۔ اس کے علاوہ اسی زمانے سے محمد بن قاسم نے برہمنون کے لیے ایک اور حق بھی مقرر کر دیا جو سندھ مین مدت دراز تک جاری رہا۔ وہ یہ کہ برہمنون کو حق دیا گیا کہ فقیرون کی طرح اپنی تھالیان لے کے لوگون کے دروازون اور ڈیوڑھیون پر جائین۔ اور مکان والون کا فرض تھا کہ غلہ وغیرہ جو کچھ اُن کو توفیق ہو تھالی مین ڈال دین۔ یہ طریقہ محض اس غرض سے جاری کیا گیا کہ برہمنون مین اگر کوئی بالکل بے دست و پا ہو تو وہ بھی بے معاش نہ رہ سکے۔

اہل برہمن آباد کی طرف سے ایک اور درخواست محمد بن قاسم کے سامنے پیش ہوئی جس کی رُو سے اُن لوگون نے خواہش کی تھی کہ اُن کی حکومت کا اختیار قطعاً اُنھین کے ہاتھ مین دیدیا جاے۔ عربی سپہ سالار نے یہ درخواست بھی منظور کی۔ اُس نے اُن کو اجازت دیدی کہ یہودیون۔ عیسائیون اور عراق و شام کے زرتشتیون کی طرح اپنے سلب شدہ اختیارات پر وہ پھر قبضہ کر لین۔ اس طور پہ اُس نے برہمن آباد مین خود اختیاری انتظام

برہمنون کی نسبت اُس کا ہمدردانہ خیال اور اُن کے ساتھ بے انتہا رعایتین

برہمنون کا ایک درحق

مقرر کرکے اُس کی باگ اُنھین لوگون کے ہاتھ مین دیدی۔ یہ انتظام کرکے اُس نے اُن لوگون کو موقوف کردیا جو پہلے انتظام حکمرانی کی رو سے عہدہ دار سرکاری مقرر کیے گئے تھے اور اس طور پر ملک کو خود ملک والون کے ہاتھ مین بانٹ کے اُس نے ویسہی سرگروہون اور حکام کو "رانا" کے خطاب سے ممتاز کیا۔

لوہانہ جاٹون کے ساتھ گزشتہ حکومت کا برتاؤ۔

یہ انتظامات کرکے محمد بن قاسم نے وزیر سی ساکر اور موکا بسایا کو بلا کے دریافت کیا کہ راسے چچ اور راے داہر کے زمانے مین لوہانہ جاٹون کے ساتھ کیا عملدرآمد کیا جاتا تھا۔ لوہانہ جاٹون کی دو قومین تھین ایک لاکھہ اور ایک سمہ۔ یہ دونون جنگلی اور وحشی قومین تھین۔ ڈاکہ زنی اور لوٹ مار ان کا پیشہ تھا۔ اور ہمیشہ سلطنت کی فرمان برداری سے دور رہا کرتی تھین۔ گزشتہ برہمن فرمان رواؤن نے ان لوگون کو دبا کے زبردستی ان کی گردن پر حکومت کا جُوا رکھدیا تھا۔ لیکن اب تک یہ لوگ اُسی طرح حکومت اور تمدن سے غیر مانوس تھے۔ محمد بن قاسم کو وہ مظالم ناپسند ہوئے۔ جو قدیم سے ان پر مطیع بنانے کے لیے جاری تھے۔ اسی وجہ سے اُس نے ان لوگون کا حال، دریافت کیا۔ سی ساکر نے عرض کیا کہ "یہ وحشی اور جنگلی قومین ہین ہمیشہ اطاعت سے بھاگتی ہین۔ اور ذرا بھی موقع مل جاتا ہے یا سلطنت کی طرف سے نرمی ہوتی ہے تو لوٹ مار اور ڈکیتی شروع کردیتی ہین۔ اسی وجہ سے گزشتہ قوانین کے مطابق ان کو نہ نرم کپڑے پہننے کی اجازت تھی اور نہ سر پر مخمل کی ٹوپی پہننے کی اور ننگے پاؤن رہنے پر مجبور رکھے۔ ان کا قاعدہ تھا کہ ایک سیاہ موٹا کپڑا نیچے پہنتے تھے۔ اور موٹے گندے کپڑے کی ایک چادر کندھے پر ڈال لیا کرتے تھے۔ اگر کبھی نرم کپڑے پہن لیتے تو فوراً جرمانہ کردیا جاتا تھا۔ ایک یہ بھی حکم تھا کہ جب گھر سے باہر نکلین اپنے کتون کو اپنے ساتھ لے لیا کرین تاکہ جو دیکھے فوراً پہچان جائے۔ ان کے سردارون کو بھی گھوڑے پر زین ڈال کے سوار ہونے کی اجازت نہ تھی۔ جب کبھی ان کا کوئی سردار گھوڑے پر سوار ہو کے نکلتا تو گھوڑے کی پیٹھ پر زین نہ ہوتی تھی۔ بلکہ صرف ایک موٹا نمدا پڑا ہوتا تھا۔ اور اُسی پر یہ لوگ سوار ہوتے تھے۔

راجاؤن کو رہبرون کی جب کبھی ضرورت ہوتی توان کا فرض تھا کہ اپنے مین سے راہبر مہیا کر دین۔ ان دونون قومون مین خدمتگارون کی ضرورت ہوتی تو یہ دونون آپس مین ایک دوسرے کو خدمتگار دیتین۔ مجال نہ تھی کہ کسی غیر قوم کے آدمی کو اپنی خدمتگاری مین لین۔ نہ راستون مین اگر کسی شخص پہ آفت آجاتی تو اُس کے باب انھین قومون کو جواب دہ ہونا پڑتا تھا۔ اگر ان مین سے کسی شخص کے ذمہ چوری ثابت ہو جاتی تو ان کے سرگروہون کا فرض تھا کہ اُسکو مع جورو بچون کے آگ مین زندہ جلا دین۔ انھین لوگون کی رہبری سے شب و روز قافلے چلا کرتے تھے۔ چھوٹے بڑے کا ان مین کوئی امتیاز نہین تھا یہ حکمرانون کی بغاوت پر ہر وقت آمادہ رہتے ہین۔ لوٹ مار سے کبھی ہاتھ نہین روکتے اور علاقہ دیبل کے تمام لوگ لوٹ مار اور رہزنی مین در پردہ ان کے ساتھ شریک ہو جاتے ہین۔ قدیم حکومت سے یہ باتین ان کے ذمہ فرض کر دی تھین کہ راجہ کے باورچی خانے کے لیے لکڑیان فراہم کیا کرین۔ اور بہ حیثیت ذلیل خدمتگارون اور پہرے چوکی والون کے شاہی خدمت کو سرانجام دیا کرین۔" یہ سُن کے محمد بن قاسم حیرت کرنے لگا۔ اور تعجب کے لہجے مین بولا "یہ لوگ کس قدر وحشی اور قابل نفرت ہین۔ بالکل ایران کے جنگلیون اور وہان کے پہاڑی لوگون کے مثل ہین۔" نوعمر جوان مردِ عرب نے مصلحتہً ان لوگون کے متعلق یہی احکام جاری رہنے دیے جو قدیم زمانے سے مروج چلے آتے تھے۔

بلاد سند مین مہمانداری کا قاعدہ جاری کیا گیا۔

محمد بن قاسم نے ایک نیا اسلامی قاعدہ برہمن آباد اور تمام بلاد مفتوحہ مین جاری کیا جس کی ابتدا جناب امیر المومنین عمر فاروق رضی عنہ کے عہد معدلت مہد مین ہوئی تھی۔ وہ یہ کہ ہر شہر اور آبادی مین جب کوئی نیا مہمان وارد ہو تو ایک دن اور رات تک سلطنت کا مہمان تصور کیا جائے۔ اور ذمہ دار حکام بلاد کا فرض ہے کہ اُس کی میزبانی کرین۔ لیکن اگر وہ مہمان بیمار ہو جائے تو تین دن تک حکومت کا مہمان خیال کیا جائے گا۔

سرزمین برہمن آباد اور رلوہانہ کا انتظام کر کے اور جاٹون پر خراج مقرر

کرکے محمد بن قاسم نے ان تمام معاملات کی ایک مکمل رپورٹ حجاج کی خدمت
مین روانہ کی۔ یہ رپورٹ محمد بن قاسم نے برہمن آباد سے ایک منزل کوچ کرکے
اور جل والی ندی کے کنارے خیمہ انداز ہوکے لکھی۔ جبکہ وہ حجاج کی وہ
تحریر پا چکا تھا جس کی رو سے مندر کے واگزاشت کیے جانے کی صریح
اجازت دی گئی تھی۔ یہ خط جب عراق مین حجاج کو پہونچا تو اُس نے بڑی
مسرت کے ساتھ حسب ذیل جواب لکھا:-

حجاج کا خط

"میرے ابن عم محمد بن قاسم۔ اپنے جوانمردانہ طرز عمل سے اور لوگون کی
حمایت مین اُن کی حالت کی اصلاح کرنے اور اُن پر حکمرانی کا انتظام باندھنے
مین تم نے جو مشقت اُٹھائی اُس کے اعتبار سے تم سزاوار تحسین و آفرین
ہو۔ ہر گاؤن پر خراج مشخص کرکے اور ہر طبقہ کے لوگون کو پابندی قوانین کی
جُرأت دلا کے۔ اور اُن سے معاہدہ کرکے تم نے سلطنت کو مضبوط کر دیا۔
اور ملک مین نہایت عمدہ طریقۂ حکمرانی جاری ہو گیا۔ اب تم کو اس شہر مین نہ
ٹھہرنا چاہیے۔ ممالک ہند و سندھ کے ستون دو شہر ہین۔ ملتان اور آرور
یہ دار السلطنت ہین۔ اور شاہی خاندان کے مرکز ہین۔ ضرور ہے کہ ان
شہرون مین بڑی بڑی دولتین اور گزشتہ راجاؤن کے خزانے چھپے ہوئے
ہون۔ تم کو چاہیے کہ اپنے خیمہ گاہ کے لیے ہمیشہ عمدہ اور مشہور مقام
منتخب کیا کرو۔ اس طرح تمھاری عظمت سارے ملک سندھ و ہند مین لوگون
کے دلون پر قائم ہو جائے گی۔ جو کوئی شخص اسلامی قوت کی اطاعت سے
سرتابی کرے تو اُسے بلا تامل قتل کر ڈالو۔ مین درگاہ خداوندی مین دست بدعا
رہتا ہون کہ فتح و فیروزی تمھارے ہمراہ رکاب رہے تاکہ تم ممالک ہند
کو حد چین تک اپنے علم اقبال کے سایہ مین کر لو۔ مین یہان سے امیر
قتیبہ بن مسلمۃ القرشی کو تمھارے پاس روانہ کرتا ہون جتنے کفیل تمھارے
پاس ہون اُن سب کو تم اس لائق امیر کے سپرد کر دو۔ اس کی ماتحتی مین ایک
فوج بھی روانہ کی جاتی ہے۔ اے میرے چچا کے بیٹے تم کو ایسے کارنمایان
کرنا چاہیے کہ قاسم کا نام تمھارے ہاتھون سے روشن ہو اور تمھارے

دشمن تمھارے آگے ذلیل و خوار ہون۔ اے محمد۔ تم اپنے خطوط کے ذریعہ سے ہر امر مین مجھ سے برابر مشورہ لیتے رہا کرو۔ اس لیے کہ دانائی کے یہی معنے ہین مجھ مین تم مین بے انتہا بُعد و مسافت ہو جانا ایک مشکل امر ہے۔ مگر یہ عام قاعدہ یاد رکھو کہ تمھین عام رعایا کے ساتھ مہربانی پیش آنا چاہیے۔ اسلیے کہ اس طرح تمھارے دشمن بھی اطاعت کیش ہونے کے خواہشمند ہو جائینگے لہذا اُن کو ہر وقت تسلی دیتے رہو۔ والسلام"

برہمن آباد و اُسکے گرد و نواح اور دیگر مفتوحہ بلاد کا انتظام حکومت۔

محمد بن قاسم نے یہ خط پڑھتے ہی آگے بڑھنے کی تیاریان کردین چلتے چلاتے اُس نے خاص شہر برہمن آباد کے لیے حسب ذیل انتظامات کیے۔ وداع بن حمید النجدی کو شہر کے انتظامات قائم رکھنے کے لیے مامور کیا۔ اور اپنی طرف سے نگہبان اور چوکیدار مقرر کیے۔ تمام اُن امور کے متعلق جن کو جائداد سے تعلق ہو اُن کے انصرام کے لیے شہر کے نامور تاجرون مین سے چار صاحب اثر ہندوؤن کو معین کیا۔ اور اُن لوگون کو تاکید کر دی کہ یہ خاص تمھارا فرض ہے کہ وقتاً فوقتاً کل معاملات سے مجھے مطلع کرتے رہو۔ اور خبردار کوئی امر بے میرے مشورے اور میری اطلاع کے نہ فیصل ہو۔ پھر وادرس کے بیٹے نوبا کو بلا کے اپنی طرف سے راؤر کا قلعہ دار اور والی مقرر کیا۔ اور حکم دیا کہ فوراً وہان پہونچ کے اس عہدے کا انتظام اپنے ہاتھ مین لو۔ اور تمھارے ذمہ یہ کام بھی کیا جاتا ہے کہ کشتیان فراہم کر کے اپنے پاس تیار رکھو تاکہ ضرورت کے اوقات مین لشکر اسلام کو اُن سے مدد مل سکے۔ اُسے اس بات کی عام اجازت دے دی گئی کہ اُس کے قلعہ کے سامنے سے جو ایسی کشتی گزرے جس پر جنگی آدمی ہون یا جس مین اسلحۂ جنگ موجود ہون اُس کو بلا تامل گرفتار کرے اور قلعہ آرور مین اپنے پاس حراست مین رکھے۔ نوبا نے اس امر کا انصرام اپنی طرف سے زیاد عبدی کے بیٹے کے ہاتھ مین دیا۔ اور نہر کے بالائی حصے مین ایسی کشتیون کے رکھے جانے کی جگہ مقرر کی۔ انھین انتظامات کے ضمن مین محمد بن قاسم نے حنظلہ بن سلیمان ازدی کو اُن اضلاع پر مامور کیا جو علاقہ

کیرج مین تھے۔ اس کے بعد حنظلہ بن ابی بنانہ کلبی دبلیلا کا والی مقرر کیا گیا
اور ان سب مذکورہ معزز عہدہ دارون کو حکم دیا گیا کہ گرد و نواح کے
معاملات کی خوب اچھی طرح پوری سرگرمی و توجہ کے ساتھ تحقیق و تنقیح کرتے
رہین۔ اور ہر مہینے مین جو کچھ تحقیقات کرین اور جن معاملات مین اُن کو
دخل دہی کا موقع ملے اُن کی ماہوار رپورٹ کرتے رہین۔ محمد بن قاسم نے
یہ انتظامات کرتے وقت ان سب لوگون کو حکم دیا کہ خبردار ہمیشہ تم سب
ایک دوسرے کے مدد و معاون رہنا۔ تاکہ دشمن کے حملون اور باغیانہ
فتنون سے تم کو ضرر نہ پہونچ سکے۔ اور اس کا بھی خیال رکھو کہ جو لوگ امن و
امان مین خلل اندازی کرین اُن کو فوراً سزا دی جاسے۔ پھر اُس نے
قیس بن عبد الملک بن قیس الامنی اور خالد انصاری کو دو ہزار پیدل
فوج پر سردار مقرر کر کے سیوستان پر متعین کیا۔ تاکہ وہان کے معاملات
اور ملکی انتظامات کو عمدگی سے چلاتے رہین۔ اس کے بعد اُس نے
مسعود تمیمی۔ ابن شیبہ حدودی۔ فراستی عتکی۔ عتابہ یشکری۔ عبد الملک بن
عبد اللہ خزاعی۔ محرم بن عکہ۔ اور علوفہ بن عبد الرحمن کے ایسے نامور اور
مدبر شیعیان عرب کو دیبل اور نیرون کی طرف روانہ کیا تاکہ اُن بلاد کو
اپنے قبضے مین رکھین اور عہدہ شائستگی سے سلطنت اسلامیہ کے
قوانین جاری کرین۔ محمد بن قاسم کی یادگار زمانہ مہمات مین مُلیک نام
ایک جوان مرد نے بھی جانبازی کے ثبوت دیے تھے۔ یہ شخص دراصل
ایک غلام تھا۔ محمد بن قاسم نے اس کی بڑی قدردانی کی اور اُسے والی کردوائل مقرر
کیا۔ علوان بکری اور قیس بن ثعلبہ جو آزمودہ کار جوان مردان عرب مین تھے وہ
بھی تین سو آدمیون کی جمعیت کے ساتھ وہین کردوائل مین متعین کیے گئے تاکہ
کسی کو سرتابی کی جرأت نہ ہو۔ علوان بکری اور قیس بن ثعلبہ کے اہل و عیال بھی ہمراہ
تھے جو اُن کے ساتھ اُن شہرون مین مستقر رہے۔ غرض ان انتظامات کے ذریعہ
سے جاٹون کی ساری زمین جہان فتنہ و فساد کا زیادہ احتمال تھا فاتحون کے
قبضے مین رکھی گئی۔

گیارہوان باب

محمد بن قاسم کی بے نظیر کامیابیان

عرب سپہ سالار کا ڈنڈا جھیل کے کنارے ورود اور وہان کا نظم و نسق

محمد بن قاسم جب علاقۂ برہمن آباد اور ملک سندھ کے مغربی اور شرقی حصون کا بقابل اطمینان انتظام کر چکا تو ۳- محرم سنہ ۹۴ھ کو جمعرات کے دن کوچ کرکے روانہ ہوا برہمن آباد سے کوچ کرکے کئی منازل کے بعد اُس نے ایک گاؤن مین پڑاو ڈالا جو سنہل کے نام سے مشہور تھا اور ساوندری کے علاقے مین تھا- یہان ایک نظر فریب جھیل تھی جس کے کنارے کنارے سرسبز و شاداب مرغزار سامنے کے دلچسپ منظر مین ایک نہایت ہی لطف اور کیفیت پیدا کر رہا تھا- سندھی اس جھیل کو ڈنڈا اور اُس کے مرغزار کو کربھا کہتے تھے- ڈنڈا کے کنارے نوعمر سپہ سالار عرب نے اپنا خیمہ ڈال دیا- ان اضلاع کے رہنے والے سمانی مذہب رکھتے تھے جن کے سردارون اور سوداگرون نے حاضر ہو کے اظہار اطاعت کیا محمد بن قاسم نے حجاج کے حکم کے مطابق ان لوگون کو پناہ دی اور بطور تسلی و تشفی کہا "تم لوگ اپنے ملک مین خوشی اور خاطر جمعی سے رہو- بس اتنا خیال رکھو کہ سرکاری روپیہ ٹھیک ٹھیک وقت پر وصول ہو جایا کرے" اس کے بعد سردار عرب نے ان لوگون پر مالگزاری مشخص کی- اور اُس حلقے مین جتنی قومین تھین سب مین سے ایک ایک شخص کو منتخب کرکے اُن پر چودھری مقرر کر دیا- ان چودھریون مین سے ایک شخص سمانی مذہب کا تھا جس کا نام لوادون تھا- اور باقی چودھریون کے نام یہ تھے- بدہیمی- تمی- وہاول- زراعت یہان عموماً جاٹ لوگون کے ہاتھون مین تھی- جاٹون نے بھی حاضر ہو کے اطاعت کی اور اُن کو بھی امان دی گئی-

حجاج نے محمد بن قاسم کو اپنی عام پالیسی سے مطلع کیا

گزشتہ تمام انتظامات کی اطلاع جب حجاج کو کی گئی تو اُس نے محمد بن قاسم کو اپنے جوابی خط مین یہ عام اصول عملدرآمد لکھے کہ "جو لوگ برسر پرخاش لشکر آئین چاہیے کہ وہ ضرور بالضرور تباہ کر دیے جائین- یا کم سے کم اتنی کارروائی لازمی طور پر کی جائے کہ اُن کے بیٹے بیٹیان کفیل کے طور پر اپنے قبضے مین

کر لیے جائین - ہان وہ لوگ جو اطاعت منظور کرین - اور جن کے گلے مین خلوص و وفاداری کا گھونٹ اُترے اُن کے ساتھ بے شک رحم کرنا چاہیے - اور ہمارا فرض ہے کہ انکی جائداد اُنھین کے قبضے مین دیدین - دستکارون اور تجارت پیشہ لوگون پر سخت جزیہ نہ مقرر کیا جائے - اُن مین سے جس کسی پر ایسی مصیبت آپڑی ہو کہ اپنے پیشہ یا اپنی زراعت کے چلانے اور جاری رکھنے مین سخت دشواریون اور تنگدستیون سے دوچار ہوتا ہو اُسے ہمت دلائی جائے اور اگر ضرورت ہو تو اُس کی مدد کی جائے - جن لوگون نے شرف اسلام حاصل کیا ہے اُن سے صرف عُشر لیا جائے مگر جو اپنے ہی مذہب کے پابند ہون تو وہ اپنے پیشہ یا اپنی زراعت کی پیداوار سے وہی مقررہ خراج ادا کرین جو مناسب طور پر تشخیص کر کے اُن پر واجب الادا کر دیا گیا ہو - اور اُن کا فرض ہے کہ اس سرکاری رقم کو سالانہ لا کے ہمارے مامور کیے ہوئے عاملون کے پاس جمع کر دیا کرین"

محمد بن قاسم اور حجاج - محمد بن قاسم اور حجاج کی پالسی کا فرق اور حجاج کے سخت گیر ہونے کا سبب

فاتح سندھ اتنا رحم دل تھا اور اپنے رحم کے اظہار کے لیے اُسے ایسی غریب اور اطاعت کیش رعایا ملی تھی کہ اُس کے ہاتھ سے سوا رحم و مہربانی کے کبھی جبر و تشدد کے ظاہر ہونے کی نوبت ہی نہ آئی تھی - یہی امر تھا جس پر حجاج کو رہ رہ کے حیرت ہوتی تھی - اور محمد بن قاسم کو اپنے خیال مین ضرورت سے زیادہ نرم سمجھ کے بار بار لکھتا تھا کہ سرکشون پر زیادتی کرنی چاہیے - اور وہ نیست و نابود کر دیے جائین - لیکن محمد بن قاسم کیا کرتا جب اُس کی نظر کے سامنے ایسے لوگ آتے ہی نہ تھے جو جبر و سختی کے سزاوار ہون اس لیے کہ ہندوستان کی رعایا اول تو فطرتی طور پر خود ہی وفادار و اطاعت کیش تھی - اگر چند لوگ ملک و ملت کا جوش رکھتے بھی تھے تو اُن کو محمد بن قاسم کے عمدہ اخلاق نے ایسا گرویدہ بنا لیا کہ اپنے ہم مذہب حکمران سے زیادہ وہ اُس کا دم بھرنے لگے - بہ خلاف اس کے حجاج کے سامنے عرب کے غیر اطاعت پذیر سرکش اور کوفہ کے فتنہ انگیز انٹریگر (حیل ساز) تھے - جو ہزار سختی سے کام لیا جائے کسی طرح سیدھے ہی نہ ہوتے تھے - حجاج جو دنیا مین

سب سے بڑا ظالم حکمران مشہور ہے اگر اس کی اصلیت تحقیق کے ساتھ ڈھونڈھی
جائے تو صرف اتنی نکلے گی کہ کچھ تو اُس کے مزاج مین سخت گیری کا مادہ تھا بھی
مگر زیادہ تر ظالم اُسے خود عراق و عرب کی رعایا نے بنایا۔ سندھ کی رعایا کی نسبت
حجاج کا وہی خیال قائم ہوتا تھا جو اپنے سامنے کی رعایا کی نسبت قائم تھا
اُسے کیا خبر تھی کہ دُنیا مین ہندوستان کی ایسی نرم اور اطاعت گزار رعایا بھی
ہوتی ہے۔ بس اسی غلط فہمی سے وہ بار بار محمد بن قاسم کو نرمی کا الزام دیتا تھا
تھا۔ محمد بن قاسم نے جب اس گاؤن سے خیمے اُکھاڑے تو مقام بہرا اور

بہرا اور بھج مین ٹھہرکے محمد بن قاسم نے بھج کا انتظام کیا

مین پہونچ کے فروکش ہوا۔ یہان مقام کر کے اُس نے سلیمان بن نبہان
اور ابو فضۃ القشیری کو بُلایا اور اُن کو حلف دے کے تاکید کی کہ اپنی ذمہ داری
کا کام نیک نیتی اور دیانت داری سے سر انجام دینے کا وعدہ کرین اُن سے
مضبوط وعدے لے کے تھوڑی فوج اُن کے ساتھ کی جو حیدر بن عمرو اور
بنی تمیم سے تعلق رکھتی تھی اور علاقۂ بھج کی طرف روانہ کیا کہ وہان کے معاملات
کا انتظام کرین۔ یہ لوگ وہان جا کے فروکش ہوئے۔ اور عمر بن حجاز العکبری حنفی
کو اُن پر بھی سردار اور بالادست مقرر کیا۔ جس کے زیر فرمان مشہور جوان مردان
عرب کا ایک مختصر گروہ تھا۔

اس پڑاؤ مین یہ کارروائیان کر کے محمد بن قاسم نے آگے حرکت کی اور
قوم سمہ کے شہر لوہانہ کی طرف روانہ ہوا۔ عرب سپہ سالار جیسے ہی اُن کی پہلی
آبادی کے قریب پہونچا تو وہ لوگ اُس کی آمد سُن کے استقبال کو نکلے۔
لیکن وہ ایک ایسے عجیب و غریب ٹھاٹھ سے تھے کہ عربی سادہ مزاج سپاہی
مع اپنے افسرون اور سپہ سالار کے اُنھین حیرت سے دیکھنے لگے۔ اُن کے
ساتھ گھنٹے بج رہے تھے۔ نقارون پر چوب پڑ رہی تھی۔ اور ناچ ہوتا جاتا
تھا۔ محمد بن قاسم یہ نیا تماشا دیکھ کے مستفسر ہوا کہ "یہ شور و ہنگامہ کیون ہے؟"
لوگون نے بڑھ کے عرض کیا "ان لوگون کا یہ قدیم معمول ہے کہ جب کوئی
نیا بادشاہ ان کے شہر مین آتا ہے تو بڑی خوشیان مناتے ہین۔ اور
کھیل تماشون اور خوش فعلیون کے ساتھ اُس کے استقبال کو شہر سے

باہر آتے ہین۔" یہ سنتے ہی عربی جوان مرد جذیم بن عمر نے آگے بڑھ کے محمد بن قاسم سے کہا "اب تو ہم پر فرض ہے کہ خداوند جل وعلا کی حمد و ثنا کرین اور اُس کی رحمتون کے شکر گزار ہون۔ اس لیے کہ اُس نے ان لوگون کے دل مین ہماری اطاعت و فرمانبرداری کا جوش اور شوق پیدا کر دیا" جذیم در اصل ایک دانا اور ذہین آدمی تھا۔ اس کے علاوہ اُس مین دیانت داری اور دین داری دونون اوصاف جمع تھے۔ اس وقت اُس نے محمد بن قاسم کے سامنے آ کے سادہ لوحی سے یہ جملہ کہا تو اُسے ہنسی آ گئی اور کہنے لگا "تو مناسب ہوگا کہ تمھین ان لوگون کے سردار مقرر کیے جاؤ۔" یہ کہہ کے محمد بن قاسم نے اُن لوگون کو حکم دیا کہ "جذیم کے سامنے ناچین اور اُسے اپنے کھیل تماشے دکھائین۔ جذیم نے اُن لوگون کو بطریق انعام بیس دینار طلائی دیے اور کہا بے شک سلطنت پر ان کا حق ہے۔ اس لیے کہ بادشاہ کے آنے پر ان کی طرف سے اظہار مسرت کیا جاتا ہے۔ ان کی اس اطاعت کیشی پر ہمین خدا کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اور خدا کرے یہ برکت و نعمت ان لوگون مین بہت دنون تک باقی رہے۔"

محمد بن قاسم کا رنگ طبیعت اور کیرکٹر

اس واقعہ سے محمد بن قاسم کے مزاج اور اُس کے کیرکٹر کا پتا چلتا ہے۔ اُس کی کم عمری اور اُس کا عنفوان شباب دونون باتین اُس کی نسبت یہ رائے قائم کرنے کا موقع دیتے ہین کہ دُنیاوی دلچسپیون اور مذاق و مسخری کی صحبتون سے اُسے زیادہ اُنس ہوگا۔ جیسا کہ عموماً اس سن مین ہوا کرتا ہے۔ لیکن در اصل ایسا نہ تھا۔ بلکہ فاتح سندھ اور عربی نوعمر ہیرو اپنی عمر کے پندرھوین سولھوین سال مین ویسا ہی سنجیدہ اور متین تھا جیسے سن رسیدہ اور زمانے کے گرم و سرد آزمائے ہوئے سردار ہوا کرتے ہین۔ اہل سمہ کے ناچ کود کو اُس نے جس متانت سے دیکھا اُس سے صاف ظاہر ہے کہ اُس نے کس قدر زیادہ عمر کی سنجیدگی اپنی نوعمری اور بچپن مین پیدا کر لی تھی۔ کچھ اسی امر پر منحصر نہین محمد بن قاسم اپنے سن اور اپنے اخلاق و عادات کے اعتبار سے ہر بات مین متفرد نظر آتا ہے اور

پوری طرح معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے مزاج مین جتنی باتین تھین سب اُس
کی عمر سے بہت زیادہ سن میں ہونے کی تھین۔ جوانانہ گرم مزاجی اُس مین
چھو نہین گئی تھی۔ باغیون اور سرکشون کے حرکات پر بھی اُسے غصہ
نہین آتا تھا۔ اگرچہ حجاج برابر تاکید کرتا رہتا تھا کہ ہر شہر کو فتح کرتے ہی
وہ آگے بڑھ جایا کرے۔ مگر وہ اس حکم کے ساتھ اپنی عنفوان شباب
کی تیزیون کو بھی علیحدہ رکھتا تھا۔ اور جب تک مفتوح شہر کا پورا انتظام
نہ کر لیتا اُس وقت تک کبھی قدم آگے نہ بڑھاتا تھا۔ نوجوانون کا سب سے
سخت امتحان عیش و طرب اور عیش پرستی مین ہوتا ہے۔ سرزمین سندھ
کا اگرچہ وہ پورا فرمان روا تھا اور ہر طرح کا سامان عیش اُس کے قبضۂ
اقتدار مین تھا لیکن اُس کی ہندوستان کی زندگی مین ایک شب بھی ایسی
نہین بتائی جا سکتی جو اُس نے اپنے مہمات فوجکشی سے غافل ہو کے عیش و
عشرت مین بسر کی ہو۔ اُس نے داہر کی رانی لاڈی کو اپنے عقد نکاح مین
لے لیا۔ لیکن ہرگز نہین پتہ چل سکتا کہ اس نکاح پر اُس کو رانی کی
خوبصورتی یا اُس کی کسی ذلربایانہ ادا نے آمادہ کیا تھا اس لیے
کہ رانی کی عمر زیادہ تھی۔ اُس کی متعدد اولادین موجود تھین۔ محمد بن قاسم
کا جوش جوانی لاڈی کو نازپروردہ شاہزادیون اور اُمرائے سندھ کی دیگر
نازنین و دوشیزہ لڑکیون پر ہرگز نہین ترجیح دے سکتا تھا۔ صرف دو باتون
کے خیال سے محمد بن قاسم نے لاڈی کو اپنی بیوی بنایا۔ ایک تو اس امر
پر افسوس کر کے کہ کل یہ سندھ کی ملکہ تھی اور اگر آج مین نے اُسے
اپنا کفو نہ بنایا تو کل ایک ستم زدہ لونڈی ہو جائے گی۔ اور دوسرے
اُس مذہبی ہمدردی سے کہ اُس نے دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور
پھر آخر مین سخت مظلومی کے ساتھ جان دیتے وقت جس استقلال
سے اُس نے مصائب زمانہ کا مقابلہ کیا وہ بھی اُس کی کم عمری کے
درجہ سے بہت بڑھا ہوا وصف ہے۔

لوہانہ سے کوچ

اہل لوہانہ کا انتظام کر کے محمد بن قاسم اور آگے بڑھا اور شہر سیستا

مین جا کے فروکش ہوا۔ یہان کے سردار اور کُل زراعت پیشہ اُس کے آنے کی خبر سُنتے ہی ننگے سر اور ننگے پاؤن دوڑے آئے۔ اور رحم و لطف کی خواستگاری کی۔ عربی سپہ سالار نے ان لوگون کو اپنی طرف سے پورا اطمینان دلایا۔ اُن کی درخواست منظور کی۔ اور حسب حیثیت خراج مشخص کر کے اُن کو بتا دیا کہ اتنا روپیہ سالانہ تم پر واجب الادا ہے۔ وصول خراج کی ضمانت مین اُن سے کفیل لیے۔ اور اُن سے کہا کہ شہر ارور تک جتنے منازل ہین اُن مین تم لوگون کو ہماری رہبری کرنا پڑے گی۔ ان لوگون نے منظور کیا اور محمد بن قاسم کے حکم کے بموجب کچھ راہبر ارور کی طرف آگے روانہ کر دیے گئے۔

سالارِ عرب سہتا مین اُترا اور وہان سے رہبر لیے

سندھ مین اُن دنون سب سے بڑا شہر ارور تھا۔ یہی شہر دار السلطنت تھا۔ اور سمندر سے لے کے کوہسار کشمیر کے دامن تک تمام شہرون کے سر اسی شہر ارور کے جھنڈے کے سامنے جھکے ہوئے تھے۔ محمد بن قاسم اب اس شہر کے قریب پہونچا ہے۔ اور بادی النظر مین یہی بہت بڑا مرحلہ ہے جس کا سر انجام دینا اُسے باقی ہے۔ شہر کے باشندے عموماً سوداگر۔ اہل حرفہ اور زراعت پیشہ تھے۔ فی الحال یہان کا حکمران راے داہر کا بیٹا گوپی تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ گوپی نے شہر والون کا دل مضبوط کرنے کے لیے تمام لوگون مین یہ خیال پیدا کر دیا تھا کہ راے داہر مارا نہین گیا بلکہ زندہ موجود ہے۔ وہ عربون کی یورش دیکھ کے ہندوستان گیا ہوا ہے جہان سے بڑی بھاری فوج لا کے حملہ آورون سے مقابلہ کرے گا اور انھین اپنی قلمرو سے

ع۵ اس مین شک نہین کہ شہر ارور کے لوگون کو داہر کے مارے جانے کا بالکل یقین نہین تھا۔ لیکن یہ ممکن نہین کہ خود گوپی کو بھی خبر نہ ہو اس لیے کہ برہمن آباد سے جے سنگھ اُسے لکھ چکا تھا کہ داہر مارا گیا۔ غالباً اس روایت مین غلطی ہو گئی ہے۔ چچ نامہ کے اس بیان کا کسی طرح یقین نہین کیا جا سکتا کہ خود گوپی کو اپنے باپ کے مارے جانے کی اتنی مدت گزرنے پر بھی اطلاع نہین ہوئی تھی۔ اصل یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسے خبر تھی مگر اُسنے پولیٹیکل مصلحت سے چھپایا۔ اور شہر والون مین راجہ کی زندگی کا تیا ن پھیلا دیا۔

نکال باہر کرے گا۔ شہر والے اِن دنون اس خیالی اُمید مین مطمئن بیٹھے تھے کہ راجہ داہر
فوج لے کے آجائے تو مسلمانون کے مقابلے کو نکلین۔

شہر آرور کا محاصرہ اور اہل شہر کی لاپروائی۔

اہل آرور اسی جنون مین تھے کہ محمد بن قاسم سہتا سے منازل قطع کرتا
ہوا اُن کے سر پر جا پہونچا۔ اور چارون طرف شہر اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا
داہر کے آنے کے خیال مین اہل شہر اس قدر محو تھے کہ محمد بن قاسم مہینہ بھر
تک گھیرے پڑا رہا اور وہ خبر تک نہ ہوئے۔ مسلمان سپہ سالار نے اپنا
خیمہ گاہ فصیل قلعہ سے ایک میل کے فاصلے پر قائم کیا۔ اور یونہین اتنے ہی
فاصلے پر شہر کے چارون طرف مسلمان فوجین خیمہ زن تھین۔ لیکن اہل آرور
کی بے پروائی دیکھ کے محمد بن قاسم نے اپنے آپ کو بھی بالکل بے پروا بنا
دیا۔ گویا جس طرح آرور والون کو راجہ کے آنے اور لڑنے کا یقین تھا۔
اُسی طرح اُسے شہر کے فتح کر لینے کا یقین تھا۔ اُس نے شہر کے باہر اپنی
فرودگاہ کے قریب ایک مسجد تعمیر کرائی۔ اُس مین ممبر قائم کیا۔ ہر جمعے کو
تمام مسلمان اُس مین جمع ہوتے تھے اور اُن کا نوعمر اور جوان دل سپہ سالار
ممبر پر کھڑے ہو کے فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا کرتا تھا۔

شہر والون کی دھمکی۔

جب اہل آرور نے مسلمانون کا یہ رنگ اور استقلال دیکھا اور راجہ
کے انتظار کی اُنھین کوئی انتہا نہ نظر آئی تو حد سے زیادہ پریشان ہوئے
اور مسلمانون سے لڑنے اور مقابلہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس لیے کہ اگر
ایسی ہی حالت چند روز اور رہتی تو شہر کے سب لوگ بھوکون مرنے لگتے
تاہم اُن لوگون نے مسلمانون پر اپنا رعب ڈالنے اور اُن کے حوصلے
پست کرنے کے لیے یہ کارروائی کی کہ اُن کے بعض سردار فصیل پر چڑھے اور
چلا کے عربون سے کہا "اب تم لوگ اپنی زندگی سے سیر ہو جاؤ۔ تمھارے
بچنے کی کوئی اُمید نہین۔ ہمارے مہاراج راجہ داہر بڑی بھاری فوج
لیے آتے ہین جو عن قریب تمھین اپنی پشت کی طرف نظر آئین گے۔ اُن کے
ساتھ بے شمار ہاتھی گھوڑے اور پیدل ہین۔ بس اُدھر سے مہاراج
آئین گے۔ اور اِدھر سے ہم قلعہ کے پھاٹکون سے ریلا کر کے نکل پڑین گے

آناً فاناً تمہارا سارا لشکر فنا ہو جائے گا۔ اور تمہارے خیمہ و خرگاہ کو ہم دم بھر
مین تہس نہس کر ڈالین گے۔ اب تم کو بھی مناسب ہے کہ یہ دولت جو تم لوٹ
مار کے لائے ہو۔ اور یہ اپنا بوریا بدھنا یہیں چھوڑ دو اور اپنی جانون کی فکر کرو
ہم تم کو نصیحت کرتے ہین کہ بس اب جس قدر جلد بن پڑے بھاگو۔ ورنہ سب
کے سب مار ڈالے جاؤ گے۔"

رانی داہر کی موت کا یقین دلاتی ہے۔

محمد بن قاسم کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ راے داہر کے آنے کے
امیدوار ہین تو اُسے تعجب ہوا۔ اور یقین آیا کہ ان لوگون کی بے پروائی اور
لڑائی مین ان کا استقلال اسی وجہ سے ہے کہ ان کو راجہ کی زندگی کے
خیال سے بڑی تقویت ہے۔ تب اُس نے غور کر کے محض اس اُمید پر کہ
خلق اللہ کا خون نہ ہوگا۔ داہر کی رانی لاڈی کو جو اب خود اُس کی بی بی تھی اُس
بھورے اونٹ پر بٹھلایا جس پر وہ داہر کے زمانے مین اکثر سوار ہوا
کرتی تھی اور اپنے معتمد علیہ لوگون کے جھرمٹ مین کر کے اُسے قلعہ کی
دیوار کے نیچے بھیجا۔ رانی لاڈی نے فصیل قلعہ کے نیچے پہونچ کے
بآواز بلند کہا "قلعہ والو! مین کچھ ضروری باتین کہنا چاہتی ہون۔ پاس
آکے سنو تو کہون۔" یہ آواز سنتے ہی مخصوصین شہر کا ایک چھوٹا گروہ شہر پناہ
پر چڑھ آیا۔ ان لوگون کو دیکھ کے رانی نے اپنے چہرے پر سے نقاب
اُلٹی اور کہا "مجھے پہچانو۔ مین لاڈی ہون۔ راے داہر کی رانی۔ راجہ
مارے گئے۔ اُن کا سر عراق بھیج دیا گیا۔ بادشاہی جھنڈا اور راجہ کا چھتر
بھی خلیفہ کے تخت گاہ مین گئے۔ جب یہان تک نوبت پہونچی اور جو
ہونا تھا ہو گیا تو تم اب کیون مصیبت مین پڑتے ہو؟ اپنے آپ کو ہلاک
نہ کرو خدا کا حکم ہے "و لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ" خود اپنے ہاتھون
سے ہلاکت مین نہ پڑو۔" اتنا کہہ کے رانی نے ایک چیخ ماری۔ پھوٹ
پھوٹ کے روئی۔ اور ایک حسرت ناک مرثیہ پڑھا۔ رانی کی صورت
دیکھ کے اور اُس کی باتین سُن کے قلعہ والے سمجھ گئے کہ یہ مسلمان
ہو گئی ہے۔ اور اُس کی طرف سے بدگمان ہو کے بولے "تم جھوٹی ہو۔

اور معلوم ہوتا ہے ان چنڈالون اور گئو کھانے والون مین مل گئی ہو تمھارا کچھ اعتبار نہین۔ انھین ملکشون مین کی ایک تم بھی ہو۔ ہمارا راجہ زندہ ہے۔ وہ جنگی ہاتھی اور بہادر فوجین لیے ہوئے عربون کے پامال کرنے کو آتا ہوگا۔ تم نے اِن عربون مین مل کے اپنے آپ کو چھوت کر دیا اور شاید اُن کی حکومت کو ہماری حکومت سے اچھا سمجھتی ہو۔ اسی لیے یہ کوشش کرنے دوڑی آئی ہو" اہل شہر نے لاڈی پر اسی قدر لعنت ملامت نہین کی بلکہ اس سے بھی زیادہ بُرا بھلا کہا۔ اور عام مجمع کے سامنے اُس کی سخت توہین کرنے لگے۔ محمد بن قاسم نے جب یہ رنگ دیکھا تو اُسے بہت ناگوار ہوا۔ اس لیے کہ اُنھین نے مصلحۃً رانی کو بھیجا تھا۔ جو اُس کی وجہ سے اس قدر ذلیل کی گئی۔ اپنے کیے پر نادم ہو کے مسلمان سپہ سالار نے رانی کو واپس بلا لیا۔ اور ایک افسوس آمیز شفقت کے لہجے مین یہ جملہ زبان سے نکالا "قسمت ہی نے سلاءیج کے خاندان کی طرف سے مُنہ پھیر لیا" اور حکم دیدیا کہ مسلمان خوب جانبازی و شجاعت سے لڑائی شروع کر دین۔

اروڑ کی ایک غیب دان جوگن

بعض مورخین کا بیان ہے کہ شہر اروڑ مین ایک جادوگرنی تھی جسے وہان کی اصطلاح مین اُن دنون "جوگنی" کہتے تھے۔ جب مسلمانون نے لڑائی اور محاصرے مین سختی کی تو اہل شہر اُس کے پاس گئے۔ اور اُس سے کہا "تم سے اگر ممکن ہو تو اپنے علم کے زور سے دریافت کر کے بتاؤ کہ راجہ داہر کہان ہے" اُس جوگنی نے کہا "اچھا مین اپنا عمل کر کے جواب دون گی۔ لیکن اس کے لیے مجھے ایک دن کی اجازت ملنا چاہیے" لوگون نے اُس کو مہلت دی۔ اور وہ اُن کو رخصت کر کے گھر مین چلی گئی

ع۔۵ چچ نامہ مین جس سے یہ واقعہ نقل کیا جاتا ہے اہل شہر کی جگہ خود گوپی کا نام لکھا ہے۔ لیکن کیونکر اعتبار کیا جا سکتا ہے کہ اُسے داہر کے مارے جانے کی خبر نہ تھی ٹھیک یہی معلوم ہوتا ہے کہ گوپی نے عام لوگون مین اس خیال کو پیدا کر دیا تھا اور شہری لوگ جوگنی کے پاس گئے تھے۔ اور اگر وہ خود بھی گیا تو لوگون کے دکھانے اور اپنی لاعلمی کا یقین دلانے کے لیے گیا ہو

لیکن ہنوز تین ہی پہر دن گزرا تھا کہ وہ ایک شاخ سیاہ مرچ کے درخت کی اور ایک شاخ جامے پھل کی لیے ہوئے اپنے حجرے سے نکلی۔ یہ درخت سراندیپ مین ہوتے ہین۔ اور جوگنی کے ہاتھ مین جو ٹہنیان تھین وہ اسقدر تروتازہ تھین کہ اُن مین پھول اور پھل لگے ہوئے تھے۔ اُس نے باہر آتے ہی لوگون کو بلوایا اور یہ ٹہنیان دکھا کے کہا "قاف سے قاف تک ساری دُنیا مین ڈھونڈھ آئی۔ ہر جگہ چھان مارا۔ مگر راے داہر کا کہین پتہ نہین۔ نہ وہ سندھ مین ہے اور نہ ہندوستان مین۔ کہین مین نے اُس کا ذکر نہین سُنا۔ مین اپنے سفر کے ثبوت کے لیے سنگلدیپ کے درختون کی یہ ٹہنیان توڑتی لائی ہون۔ میری راے مین تم اب اپنا بندوبست کرو۔ اس لیے کہ راجہ اگر زندہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ میری نظر سے چھپا رہتا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ تمھارا راجہ اب دُنیا کے پردے پر نہین ہے" یہ خبر مشہور ہوئی۔ لوگون مین ہر طرف اس کا چرچا ہوا۔ اور لوگ عام طور پہ اس قدر ضعیف الاعتقاد تھے کہ سب کو یقین آگیا۔

اہل شہر اطاعت پر آمادہ ہوئے

اس مایوسی کے بعد شہر کے لوگون نے آپس مین مل کے کہا "ہم نے محمد بن قاسم کی دیانت داری۔ دانائی۔ معدلت پروری۔ انصاف۔ اور فیاضی کا تذکرہ سُنا ہے۔ اور یہ آواز بھی بارہا ہمارے کان مین پڑی ہے کہ وہ اپنے عہد و پیمان پر بڑی مضبوطی سے قائم رہتا ہے۔ اور اُس نے جو رحمدلی سندھ کے دیگر شہرون مین ظاہر کی اُس کا حال بھی ہمین معلوم ہو چکا ہے اب اس صورت مین یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب مل کے چند معتبر اور لائق لوگون کے ذریعہ سے اُس کے پاس سفارت بھیجین۔ قلعہ اُس کے سپرد کر دین اور اُس سے رحم و کرم کی التجا کرین۔ سب کا اتفاق ہوا۔ اور کوشش کی جانے لگی کہ اس راے پر عملدرآمد کیا جائے

جب گوپی کو معلوم ہو گیا کہ راے داہر کے مرنے کی خبر طشت از بام ہو گئی۔ اور سب لوگ عربون کی اطاعت پر آمادہ ہین تو اُسے سوا اس کے اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی کہ رات کو جبکہ سارے عالم پر تاریکی

کی کملی پڑی ہوئی تھی اپنے تمام عزیزون اور متعلقین کو ہمراہ لے کے نہایت خموشی کے ساتھ قلعہ سے نکلا۔ اور جے پور کی طرف بھاگا۔ اس لیے کہ جے سنگہ اب تک وہین تھا۔ لیکن چونکہ پورے طور پہ اتنا بڑا سفر نہین کرسکتا تھا لہذا آرور کے پھاٹک سے نکل کے ایک منزل پر کسی گاؤن مین جاکے ٹھہر گیا۔ اور سفر کا سامان درست کرنے لگا۔

گوپی بھاگ گیا۔

قلعۂ آرور مین قبیلۂ علافی کا ایک عربی نژاد شخص بھی تھا۔ جس کو گوپی کے دربار اور مزاج مین بہت رسوخ حاصل تھا۔ اُس نے جب دیکھا کہ گوپی مجھے چھوڑ کے بھاگا جاتا ہے تو یہ تمام کیفیت ایک کاغذ مین لکھی اور اُسے ایک تیر مین باندھا۔ اور اس تیر کو موقع پا کے فصیل قلعہ پر سے اسلامی لشکرگاہ مین پھینک دیا۔ لیکن قبل اس کے کہ یہ تیر مسلمانون کے ہاتھ مین پڑے گوپی قلعہ چھوڑ کے روانہ ہو چکا تھا۔ محمد بن قاسم کو جیسے ہی گوپی کے جانے کا حال معلوم ہوا اُس نے اپنے بہادر جوانون کو حملہ کا حکم دیدیا۔ عربون نے بڑے استقلال اور بڑی جوانمردی سے قلعہ پر یورش کی۔ اور اس مردانگی سے لڑے کہ شہر والون پہ دُنیا تنگ ہو گئی۔

شہر پر حملہ

شہر پر جب یکایک یون آفت نازل ہو گئی تو تمام سوداگرون۔ اہل حرفہ اور زراعت پیشہ لوگون کے وکلا پیغام سفارت لے کے محمد بن قاسم کے سامنے حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا "ہم نے اپنے تعلقات برہمنون سے قطع کر لیے۔ ہمارا حکمران داہر ہمارے ہاتھ سے گیا۔ اُس کا بیٹا گوپی تھا اُس نے بھی ہمین بیکسی کے سپرد کیا۔ اور آج ہی ہمارا شہر چھوڑ کے گیا ہے۔ داہر کے مرنے کا اطمینان آج سے پہلے ہمین کسی طرح نہین ہو سکتا تھا۔ افسوس۔ خدا کی مرضی مین تو یہ تھا کہ یہ سب معاملات پیش آئین گے۔ اور ہم پر یون قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ کوئی مخلوق خدا کی مرضی اور طاقت کا مقابلہ نہین کر سکتا۔ قوت اور چالاکی سے کوئی کارروائی اُس کی مرضی کے خلاف نہین کی جا سکتی۔ اس دُنیا کی بادشاہی کسی کی ملکیت مین نہین ہے۔ جب مشیت ایزدی

درخواست اطاعت۔

کی فوجین راز کا پردہ اُلٹ کے آ پہونچتی ہین تو کوئی کچھ نہین کر سکتا۔ کسی بادشاہ کو وہ تخت و تاج سے جُدا کر دیتی ہین اور کسی کے ہاتھ مین تخت و تاج اور لوگون کی جانین دیدیتی ہین۔ نہ قدیم سلطنت کا اعتبار رہے اور نہ اُس جدید عظمت کا اعتبار کیا جا سکتا ہے جو قبضہ حاصل کر رہی ہے۔ آپ کی معدلت پروری اور رحم پہ بھروسہ کر کے ہم اطاعت و فرمان برداری کے ساتھ آپ کے سامنے حاضر ہوئے ہین۔ اور اپنی گردنین آپ کے جوے کے نیچے دیے دیتے ہین۔ یہ قلعہ اب انصاف پرور امیر کے قبضۂ اختیار مین دیا جاتا ہے۔ ہم کو امان دیجیے۔ اور حکم فرمائیے کہ آپ کی زبردست فوج کی دہشت ہمارے دل سے نکلے۔ اس کی قدیم سلطنت اور وسیع مملکت راے داہر کے ہاتھون سے ہمارے سپرد کی گئی تھی۔ اور جب تک وہ زندہ رہا ہم نے ہمیشہ اُسی کی اطاعت کا دم بھرا۔ اب وہ مارا گیا اور اُس کا بیٹا گوپی بھاگ گیا تو اب یہی بہتر ہے کہ ہم آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرین۔ اور آپ کے ہو کے رہین۔“

محمد بن قاسم کا جواب۔

محمد بن قاسم نے اُن لوگون کی یہ باتین سُن کے کہا ”مین نے تمھارے پاس اپنی طرف سے نہ کوئی قاصد بھیجا اور نہ کوئی ایلچی۔ خود اپنی غرض کے لیے تم لوگ امان مانگتے ہو اور سب طرح کے وعدے کرتے ہو۔ مین تم سے صاف صاف کہے دیتا ہون کہ اگر در اصل تمھاری یہ خواہش ہے کہ میری اطاعت و فرمان برداری کرو تو لڑائی سے ہاتھ اُٹھاؤ۔ اور خلوص دل سے ہم پر اطمینان کر کے نیچے اُتر آؤ۔ لیکن اب اگر تمھاری طرف سے ذرا بھی عذر رہا تو اس کے بعد پھر تمھاری کوئی درخواست نہ منظور کی جاے گی۔ پھر مین معافی کے متعلق تمھاری زبان سے ایک لفظ بھی نہ سنون گا اور نہ تم بچ سکو گے۔ یہ یاد رکھو کہ میری فوج سے تم کو جان بچانے کا بہت کم موقع مل سکے گا۔“

یہ سُن کے وہ لوگ شہر پناہ سے اُترے اور باہم متفق ہو گئے کہ امان پانے کی شرط پہ ہم پھاٹک کھولین گے۔ اور محمد بن قاسم کے یہان

شہر مسلمانوں کے سپرد کر دیا گیا۔

آنے تک پھاٹک ہی پر ٹھہرے ہیں۔ اگر وہ اپنے بیان کے مطابق عمل کریگا اور ہمارے ساتھ فیاضانہ برتاؤ کرے گا تو بے شک ہم بھی اُس کی اطاعت و فرمان برداری کرین گے۔ اور اُس کا ہر حکم بے عذر بجا لائین گے۔" یہ کہہ کے اُن لوگون نے کنجیان اپنے ہاتھ مین لین۔ اور پھاٹک کے سامنے آ کے کھڑے ہو گئے۔ وہ انتظار ہی مین تھے کہ محمد بن قاسم کی طرف سے دربار حجاج کے منتخب اور معزز سردار آئے جن کے ہاتھ مین اُنھون نے کنجیان دین اور اطاعت کو سر جھکا دیا۔

محمد بن قاسم مندر مین

اب سپہ سالار عرب اپنے جوان مردون اور ساری فوج کے ساتھ دار السلطنت سندھ کے پھاٹک مین داخل ہوا۔ اور بڑی سڑک پر سے ہو کے بازارون مین گزرا۔ رعایا کے لیے دل مین یہ نہایت ہی خوف کا وقت تھا۔ اُن کے دل سہمے ہوئے تھے کہ فاتح لوگ دیکھیے شہر مین داخل ہو کے کیا کارروائی کرتے ہین۔ لیکن جوان مردان عرب اپنی تلوارون کو میان مین کیے ہوئے خلقت کی بدحواسی اور اضطراب کا تماشا دیکھتے چلے جاتے تھے۔ جاتے جاتے محمد بن قاسم نودھار کے مندر کے سامنے سے گزرا۔ تمام باشندگان شہر اس مندر کے سامنے جمع تھے۔ اور مورت کے سامنے سجدے مین پڑے ہوئے تھے۔ اور بڑی رقت قلب سے دعائین مانگ رہے تھے۔ محمد بن قاسم نے دریافت کیا کہ یہ کون مقام ہے کہ شہر کے سب لوگ اس کے سامنے گرے پڑے ہین۔ بتایا گیا کہ یہ نودہار کا مندر ہے۔ نوعمر فاتح نے مندر کا دروازہ کھلوایا۔ بت خانے کا دروازہ کھلتے ہی ہمارے سردار عرب کو باہر ہی سے ایک مورت نظر آئی جو گھوڑے پر سوار تھی۔ محمد بن قاسم مع اپنے بہادرون کے مندر کے اندر داخل ہوا۔ مورت کے قریب گیا تو معلوم ہوا کہ گھوڑے اور سوار کی مورت سنگ خارا سے تراش کے بنائی گئی ہے۔ اور سونے کے جڑاؤ کنگن اُس کے ہاتھ مین ہین۔ عربی جوان مرد نے اپنی جوانانہ شوخ مزاجی سے ایک کنگن اُس کے ہاتھ سے اُتار لیا۔

اور مندر کے بڑے پنڈت کی طرف دیکھ کے کہا "یہ تمھارا بُت ہے؟" اُس نے عرض کیا "جی ہان۔ مگر اُس کے دونون ہاتھوان مین کنگن تھے اب ایک ہی ہاتھ مین رہ گیا"۔ محمد بن قاسم نے کہا "تم تو کہتے ہو مگر تمھارے دیوتا کو نہین خبر کہ اُس کا کنگن کس نے اُتار لیا"۔ یہ جملہ سُن کے برہمن نے سر جھکا لیا۔ اس پر محمد بن قاسم ہنسا اور کنگن اُسے واپس کر کے باہر نکل آیا۔ اور کنگن پھر مورت کے ہاتھ مین ڈال دیا گیا۔

مندر سے نکل کے محمد بن قاسم فوجی انتظام کی طرف متوجہ ہوا اُس نے عام حکم دیدیا کہ فوجی لوگون نے اگر اطاعت و فرمان برداری کے لیے سر جھکا دیا ہو تو نہ مارے جائین۔ محمد بن قاسم کو یہ حکم دیتے ہوئے رانی لاڈی نے سُنا تو کہنے لگی "اس علاقے کے تو تمام آدمی دستکار ہین یا چند آدمی تجارت کرتے ہین۔ سارا شہر انھین لوگون سے آباد ہے۔ انھین مین سے بعض کاشتکاری بھی کرتے ہین۔ اگر سب پر جزیہ مقرر کیا جائے گا تو اُس کے محاصل اور زراعت کی مالگزاری سے سرکاری آمدنی بہت زیادہ ہوگی"۔ اس جملے سے محمد بن قاسم کو خیال ہوا کہ رانی نہین چاہتی ہے کہ اُس کے ہم وطن قتل کیے جائین۔ اُس نے رانی کی بات رکھ لینے کے لیے فوراً عام طور پر مشہور کر دیا کہ "رانی لاڈی نے سب لوگون کے حال پر رحم کھا کے عام شہر والون کو پناہ دی"۔

رانی لاڈی کی خاطر سے شہر کو پناہ دی گئی۔

تاہم چند ایسے بدنصیب باقی تھے جن کو رانی کی عام فیاضی اور ہمدردی سے بھی فائدہ نہ پہونچ سکا۔ جو گرفتار کر کے لائے گئے اور جلاد اُن کی زندگی ختم کرنے کے لیے اپنی تلوار تول کے کھڑا ہوا۔ کہتے ہین کہ جو لوگ قتل ہونے کے لیے جلادون کے سپرد ہوئے تھے اُن مین سے ایک شخص نے آگے بڑھ کے کہا "مین ایک عجیب امر ظاہر کرنا چاہتا ہون"۔ قاتل نے پوچھا "وہ کیا؟" اُس نے کہا "نہین مین اُسے تمھارے سامنے نہین ظاہر کرون گا۔ سپہ سالار اور سردار آئین تو اُن کے سامنے البتہ ممکن ہے"۔ اس امر کی اطلاع محمد بن قاسم کو ہوئی تو اُس نے اُس شخص کو

اپنے سامنے بُلوایا اور پوچھا "کون سی عجیب چیز تم دکھانا چاہتے ہو؟"
اُس نے کہا "وہ ایسی چیز ہے کہ اِس وقت تک کسی کی نظر سے نہ گزری ہوگی"
محمد بن قاسم نے کہا "آخر بتاؤ تو وہ کیا ہے؟" تب اُس شخص نے جو ذات
کا برہمن تھا عرض کیا "اس شرط پر بتاؤن گا کہ میری - میرے عزیزون - میرے
بال بچّون اور تمام میرے اہل و عیال کی جان بخشی کی جاے" محمد بن قاسم
نے کہا "مین نے معاف کیا" برہمن بولا "تو اپنے وعدے کو لکھ کے دستخط
کر دیجیے" اُس شخص نے ابتدا سے انتہا تک ایسی متانت و سنجیدگی سے گفتگو
کی تھی کہ سب کا خیال یہی قائم ہوا کہ کوئی قیمتی جواہر یا زیور پیش کرے گا
اسی بنا پر اُس کی سب درخواستین منظور کر لی گئین - جب اس طرح عہد و
پیمان ہو چکا اور دستاویز لکھ کے اُس کے ہاتھ مین دیدی گئی تو اُس نے
اپنے بال کھول دیے - ڈاڑھی اور مونچھون کو کھینچ کے لمبا کیا - اور قلا کر کے
پاؤن کے دونون انگوٹھے گدّی پر رکھ لیے - اور اسی وضع سے ناچنے
لگا - ناچتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا "یہ میری عجیب بات کسی نے نہین دیکھی
اور دیکھو اس طرح خم ہونے مین میری ڈاڑھی کے بال کیسی مدد دیتے ہین"
اُس کی یہ حرکتین دیکھ کے سب لوگ متحیر ہو گئے - اکثر حاضرین نے کہا "یہ
کوئی تعجب کی بات نہین اور اس نے ہم کو فریب دیا" محمد بن قاسم نے
کہا "یہ سب صحیح ہے مگر اس کا کیا علاج کہ حسب ضابطہ اُس نے ہم سے
اقرار کرا لیا - ایک شخص کو جھٹلا دینا بڑا کام نہین اور یاد رکھو کہ جو کوئی
اپنے قول سے پھر جاے وہ بڑا بیہودہ آدمی ہے - مین اسے قتل
نہین کر سکتا - سردست اسے قید رکھتا ہون - اور اس کے معاملے کی
اطلاع عراق مین کرتا ہون - وہان سے جو حکم آئے گا اُس پر عملدرآمد
کیا جاے گا - چنانچہ وہ شخص مع اپنے ۲۲ عزیزون اور متعلقین کے
حراست مین کر لیا گیا - اور صورت معاملہ حجاج کو لکھی گئی - حجاج نے کوفہ اور
بصرہ کے علما کو بُلا کے فتوے طلب کیا - اور نیز خلیفہ ولید بن عبدالملک
کو لکھا - علما نے اس امر پر اتفاق کیا کہ "ایسا ہی معاملہ صحابۂ رسول

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مین بھی پیش آچکا ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے
"وہ سچا آدمی ہے جو خدا کے نام پر اپنے عہد کو پورا کرتا ہے۔ لہذا وہ
شخص رہا کیا جائے۔ اور عہد شکنی ہرگز نہ ہونے پائے"۔ یہی جواب دربار
خلافت سے بھی آیا۔ محمد بن قاسم کو اس کی اطلاع کی گئی۔ اور اس شخص کو
مع اُس کے اعزا و اقربا کے رہائی دی گئی۔

گوپی کا سفر وہ نہ آسے ودرسہر کے دربار مین پہونچنا

داہر کا بیٹا گوپی[1] جو شہر ارور کو چھوڑ گیا تھا۔ اُس نے دور دور از
مقامات کو طے کر کے نیچے پور کی راہ لی۔ سات سو ہمدرد وفادار جان نثاران رو
کا گروہ اُس کے ساتھ تھا۔ جن مین سوار بھی تھے اور پیدل بھی تھے۔
اس چھوٹی سی فوج کو لیے ہوئے وہ مقام کورج مین پہونچا۔ یہان راے
ودرسہر زودرسہر کی حکومت تھی۔ جو نہایت امن و امان اور اطمینان اور
فارغ البالی سے اپنی زندگی بسر کیا کرتا تھا۔ اور جب پر کسی خارجی حملہ
کرنے والے گروہ کی آفت نہین نازل ہوئی تھی۔ راے ودرسہر گوپی کے
آنے کی خبر سُن کے اُس کے استقبال کو شہر سے باہر نکلا۔ کورج کے
فرمان روا نے اس ستم زدہ شاہزادے کے حال پر ایسی توجہ کی اور
اُسے اپنے اخلاق کا اس قدر گرویدہ کر لیا کہ گوپی کی اُمیدین دل ہی
دل مین خود بخود زندہ ہو گئین۔ اس کے بعد راے ودرسہر نے اُس
سے صاف صاف کہدیا کہ تم کسی بات کی پروا نہ کرو مسلمانون کے
مقابلے مین مین تمھاری مدد کرون گا۔ اس طرح آفت نصیب اور دل
شکستہ شاہزادے کے آنسو پونچھ کے اور اپنے وعدون پر بھروسا

[1] اس واقعہ کو بھی چچ نامہ نے داہر کے بیٹے جے سنگھ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن قرینہ اس امر کا مقتضی ہے کہ یہ واقعہ گوپی کا ہے اسلیے کہ اول تو جے سنگھ کا حال پورا ہو چکا اور اُسکی داستان اپنے موقع پر انتہا تک پہونچا دی گئی اور اس موقع پر اُسکا تذکرہ بیان کیے جانے کی کوئی ضرورت بھی نہین۔ اس لیے کہ گوپی کے حالات کے ضمن مین یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ افسوس کہ کسی اور تاریخ مین یہ حال نہین لکھا ہے کہ اُسکی تائید پر فیصلہ کیا جاتا لیکن ہم نے محض قیاس پر فیصلہ کر کے اور اس مجبوری سے کہ جے سنگھ سے اسکو متعلق ہونا دشوار ہے اسے گوپی ہی کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

دلا کے اُسے قدر و منزلت کے ساتھ اپنا مہمان بنایا۔ اور حق میزبانی بھی بڑی مستعدی اور توجہ سے پورا کیا۔

راے دوسہر کا جشن طرب۔

راے دوسہر کا دستور تھا کہ ہمیشہ چھ مہینے کے بعد ایک شاہانہ جشن کیا کرتا تھا۔ دلفریب اور حوروش نازک اداؤن کو صحبت مین جمع کرتا تھا۔ شراب گلگون کا دور چلتا تھا۔ رقص و سرود ہر وقت جاری رہتا تھا اور بڑی بے فکری اور مسرت مین گزرتی تھی۔ کوئی اجنبی شخص اس صحبت عیش مین شریک ہونے کا مجاز نہ تھا۔ اتفاقاً جس روز گوپی کورج مین وارد ہوا ہے اُسی دن رات کو یہ صحبت گرم ہونے والی تھی۔ جب سب سامان عیش پورا ہو گیا اور ناچ رنگ شروع ہو چکا تو راے دوسہر نے محض مزید الطاف اور حق میزبانی پورا کرنے کے لیے گوپی کو آدمی بھیج کے بلوایا۔ اور یہ پیام کہلا بھیجا کہ آج رات کو مین خلوت مین ہون۔ اور گو اس صحبت مین کسی غیر کو آنے کی اجازت نہین مگر تم ایسے عزیز مہمان ہو کہ تمھین مین بالکل اپنا فرزند خیال کرتا ہون۔ لہذا تم کو اجازت ہے فوراً آؤ کہ تمھارا بھی غم غلط ہو اور تمھاری صحبت سے میری بھی دلچسپی ہو۔" گوپی راجہ کے حکم کے مطابق جانے کو تو چلا گیا۔ مگر دور ادب سے سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اُس جشن مین جا کے بیٹھتے ہی اُس نے جو نظر زمین مین گڑو دی تو پھر نہ اُٹھائی اور تمام پری وشون مین سے ایک کی طرف بھی نگاہ اُٹھا کے نہین دیکھا۔ دوسہر نے نوعمر مہمان سے ایسی شرم اور ایسے ادب کو دیکھ کے کہا "گوپی تم آنکھ اُٹھا کے کیون نہین دیکھتے؟ اس صحبت مین کوئی غیر نہین۔ اور یہ جتنی عورتین ہین یہ سب تو میرے رشتے سے تمھاری نانی نہین ہین۔ پھر ان کے دیکھنے مین کیا مضائقہ ہے؟ گوپی نے دست بستہ عرض کیا "مہاراج مین بھگت ہو گیا ہون اور کسی غیر عورت کی طرف آنکھ اُٹھا کے نہین دیکھتا۔" یہ جواب پا کے راے دوسہر نے پھر اصرار نہین کیا۔ اور اُس کے اتقا و نفس کشی کی بڑی تعریف کی۔

جانکی اور گوپی پرس کا عشق۔

اس صحبت مین جن زاہد فریب دلرباؤن کا جھرمٹ گوپی کے گرد جمع تھا اُن مین راجہ دوہرکی نازپروردہ اور آفت روزگار بہن جانکی بھی تھی۔ اُس کا حسن وجمال قیامت کا تھا۔ اُس کی نازک بدنی اور دلربائی دُور دُور تک مشہور تھی۔ اور پھر اس حسن وجمال کے ساتھ ایسی شوخ طبع تھی کہ صرف باتین ہی انسان کے مجنون بنا دینے کے لیے کافی تھین۔ باتین کرتی تھی تو معلوم ہوتا تھا کہ پھول جھڑ رہے ہین یا موتی پرو رہی ہے۔ آنکھین خوب صورت اور رسیلی تھین۔ اور رخسارے گویا لالہ کے پھول یا لعل بے بہا تھے۔ جانکی گوپی سے اس قدر قریب بیٹھی تھی کہ سادہ دل شاہزادہ اگرچہ کسی طرف نظر اُٹھا کے نہین دیکھتا تھا مگر جانکی کی صورت دو ایک دفعہ کن انکھیون سے اُس نے دیکھ ہی لی۔ اِس دزدیدہ نگاہی کا اثر خود گوپی پر تو کچھ نہین ہوا مگر جانکی کے دل مین یہ نیچی نظرین بالکل تیر کی طرح پیوست ہی ہوگئیں۔ نازپروردہ شاہزادی جو ناکامی کے مزے سے ہنوز نا آشنا تھی قریب تھا کہ اُس کا دامن عصمت بالکل چاک ہو جائے مگر اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور گو نہایت بدمزگی تھی مگر جیسی بیٹھی تھی بیٹھی رہی۔ لیکن بیٹھتی تو کیونکر۔ گوپی کی دزدیدہ نگاہیون کے تیر کلیجے مین کھٹاک رہے تھے۔ اور بے صبر فرشتہ عشق رہ رہ کے دل مین چٹکیان لے رہا تھا۔ غریب جانکی کو سارا عیش وطرب بھول گیا۔ بار بار گوپی کو جو اُس کے سامنے آنکھین نیچی کیے بیٹھا تھا دیکھتی تھی اور چپکے ہی چپکے دل مین آہ کر کے رہ جاتی تھی۔

جانکی گوپی کی خوابگاہ مین پہونچی۔

جانکی اسی وضع سے اُس وقت تک جب تک کہ گوپی نظر کے سامنے تھا ایک بے خودی کے عالم مین بیٹھی رہی۔ مگر جیسے ہی گوپی راجہ سے رخصت ہو کے اپنے فرودگاہ مین آیا جانکی بھی کچھ بہانہ کر کے اُٹھ آئی۔ مگر دل کی بیتابی کہان دم لینے دیتی تھی۔ بالکل نہ رہا گیا اور غریب دل از دست دادہ لڑکی نے اپنا دامن عصمت چاک ہی کر ڈالا۔ راجہ کے جشن سے آتے ہی اپنی سکھپال مین سوار ہوئی۔ اور کہارون سے کہا مجھے وہان لے چلو

جہان سندھ کا شاہزادہ گوپی ٹھہرا ہوا ہے" کہاریون نے سکھپال لے جا کے گوپی کے دروازے پر رکھ دی۔ وہان پہونچتے پہونچتے جانکی اس قدر بے خبر ہو چکی تھی کہ نہ تو شرم سے کام لے سکی اور نہ تہذیب سے بلکہ سکھپال کے زمین پر رکھے جاتے ہی اُتری اور مکان کے اندر چلی گئی۔ گوپی کے ہمراہی شاہزادی اور راجہ کی بہن کی مزاحمت کرنا بے ادبی سمجھے اور جانکی بلا تامل اُس کمرے مین جا پہونچی جہان گوپی کی خواب گاہ تھی۔ گوپی غافل سورہا تھا شاہزادی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ اُسے جگا دے۔ آہستہ سے اُس کے برابر پلنگ پر بیٹھ گئی اور گوپی کے بے خبر سونے کی ادا کو غور سے دیکھنے لگی۔

راجہ کی صحبت عیش مین جانکی شراب پیتی رہی تھی نشہ اُس کے دلی جذبات کو ساعت بساعت زیادہ اُبھارتا جاتا تھا۔ بہ خلاف اس کے گوپی شراب پینے سے بالکل محترز تھا۔ جانکی کے مُنہ سے شراب کے جو بھبکے آ رہے تھے اُنھون نے گوپی پر ایک ایسا سخت اثر کیا کہ بدمزگی سے چونک کے آنکھ کھول دی۔ کیا دیکھتا ہے کہ شاہزادی جانکی پلنگ پر بیٹھی ہوئی ہے گھبرا کے اُٹھ بیٹھا۔ اور نہایت ہی حیرت سے پوچھنے لگا "شاہزادی۔ تم یہان کہان؟ یہ کوئی آنے کا وقت ہے؟" جانکی نے اٹھلا کے جواب دیا "او مورکھ! کتنے انجان ہو۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ مجھ سی حسین و نازنین جس کا حُسن و شباب اُبلا پڑتا ہو۔ رات کے گھُپ اندھیرے مین تم سے شاہزادے کے پاس ملنے کو آئے۔ اُسے اُس کے خواب ناز سے جگائے۔ اور اُس کے پہلو مین سونے کی آرزومند ہو۔ ان باتون کے معنے سوا کسی خاص بات کے اور بھی کچھ ہو سکتے ہین؟ اور وہ حسین بھی کون مجھ سی زاہد فریب دلربا۔ جس نے اپنے نازو ادا سے ایک عالم کا دامن اتقا چاک کر ڈالا۔ اور اپنی آرزومین بہت سے شاہزادون تک کو دیوانہ بنا دیا۔ یہ ممکن نہین کہ میرا مطلب تم سمجھ نہ گئے ہو۔ نہین تم خوب اچھی طرح جانتے ہو۔ مگر آہ۔ جان بوجھ کے بنتے ہو۔ اور مجھے بناتے ہو ایسی لطف زندگی کی باتین بھلا تم سے مخفی رہ سکتی ہین! لو آؤ۔ اور

جانکی گوپی پر اپنا عشق ظاہر کرتی ہے۔

صبح تک اس خوش نصیبی کی رات مین مزے اُڑاؤ" گوپی نے تامل کرکے جواب دیا "شاہزادی! مین مجبور ہون۔ اپنی بیاہتا بیوی کے سوا اور کسی عورت کے ساتھ صحبت عیش ہنین گرم کرسکتا۔ اور نہ کسی طرح یہ مناسب ہے کہ مجھ سے ایسی حرکت ظہور مین آئے۔ اس لیے کہ مین ایک برہمن بھگت اور پرہیزگار آدمی ہون۔ ایسے کام کسی عالی درجہ عالم و فاضل اور متقی و پرہیزگار شخص کے شایان ہنین ہین۔ بس اب شاہزادی مجھ سے ہٹ کے بیٹھو۔ کہین ایسا نہ ہو کہ تمھاری وجہ سے مین اتنے بڑے سخت گناہ مین مبتلا ہو جاؤن" جانکی نے ہزار ورغلانا اور لاکھ بہکانے کی کوشش کی مگر گوپی نے اُس کی درخواست کسی طرح نہ منظور کی۔ اور انکار کا ہاتھ اس سختی و سنگدلی سے جانکی کے کلیجے پر مارا کہ وہ بالکل نا اُمید ہو گئی۔

جانکی گوپی کو قتل کی دھمکی دے کے چلی گئی۔

آخر دل از دست دادہ شاہزادی نے مایوس ہو کے کہا "گوپی جن ستر توں اور بے خودکر دینے والی عشر توں کا خیال کرکے مین نے دامن شرم کو چاک کیا اور یون بیباکی کے ساتھ تمھارے پاس چلی آئی اُن سب سے تم نے مجھے محروم رکھا۔ افسوس مین کسی کام کی ہنین رہی۔ خیر اب سنو مین نے دل مین ٹھان لیا ہے کہ اس ناکامی کے جوش مین تم کو بھی ہلاک کرون گی اور خود بھی تمھارے بعد زندہ جل کے خاک ہو جاؤن گی" اتنا کہا اور اُٹھ کے چلی گئی۔

گھر پہونچتے ہی اپنے کمرے کے دروازے چارون طرف سے بند کر لیے اور مُنہ لپیٹ کے پڑ رہی۔ نیند کسے آتی تھی۔ رات بھر کروٹین بدلین۔ اور بار بار چونک کے کہتی تھی "عشق کی آگ سے تن بدن مین شعلے اُٹھ رہے ہین۔ ہاے کوئی انصاف کرے۔ اور نہین تو پھر مین چیخ چیخ کے رونے لگون گی" خدا خدا کرکے صبح ہوئی۔ رات کی چادر ظلمت چاک ہو گئی۔ آفتاب نکل آیا۔ مگر جانکی اُسی طرح تڑپ رہی ہے۔ اور کروٹین بدل رہی ہے۔ فراق کے صدمے کے ساتھ اب مئے دوشین کا خمار بھی شریک ہو گیا۔ دل دھڑک رہا ہے۔ اور ہاتھ پاؤن ٹوٹ رہے ہے

جانکی کی بدمزگی اور غمزدگی۔

ہین۔ دن چڑھ آیا۔ اور اب تک اسی طرح کمرہ بند ہے۔ اور بیتابی کے عالم مین کسی پہلو پر قرار نہین لیتی۔ راے درو ہر کا قاعدہ ہے کہ جب تک اپنی لاڈلی اور نازنین بہن جانکی کی صورت نہین دیکھ لیتا نہ کھانا کھاتا ہے اور نہ شراب پیتا ہے۔ لیکن آج جانکی کہان۔ آج تو وہ ایک خوشنما اور آزاد چڑیا کی طرح نئی نئی عشق کے جال مین پھنسی ہے اور پھڑ پھڑا رہی ہے۔ دو پہر ہوا تو رو ہر نے جانکی کی خیریت دریافت کی۔ خواصون نے عرض کیا ”ابھی تک خواب ناز مین ہین۔ کمرے کا دروازہ بند ہے۔ اور خدا جانے کیا ہے کہ ابھی تک بر آمد نہین ہوئین“

اتنا سنتے ہی راے رو ہر گھبرا کے خود دوڑ اگیا۔ جا کے آواز دی تو جانکی نے اٹھ کے دروازہ کھولا۔ راجہ نے اس وقت اپنی بہن کی صورت دیکھی تو عجیب نقشہ نظر آیا۔ بال بکھرے ہین۔ زیور اترا پڑا ہے۔ پپوٹے پھر پھرائے ہوئے ہین۔ اور چہرہ زرد ہے۔ گھبرا کے پوچھا ”دلہا ئین یہ کیا حال ہو رہا ہے؟ کیون خیریت تو ہے؟ آخر کیا صدمہ پہونچا۔ یہ گالے گون تمھارے زرد کیون پڑ گئے؟ تیوریون پر بل کیون ہے؟ بتاؤ تو سہی“

جانکی کو اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا اس سے عمدہ کون موقع مل سکتا تھا۔ بولی ”راجہ۔ تمھارے راج مین مین بے عزت ہو گئی۔ کیا خاک بتاؤن۔ بتانے کے قابل ہی کب رہی۔ رات کو اپنے جشن مین آپ نے سندھ کے شاہزادے کو بلایا تھا۔ افسوس اس وقت وہ کیسا بھولا اور نادان بنا بیٹھا تھا کہ معلوم ہوتا تھا دنیا کی باتون سے واقف ہی نہین۔ شاید اس نے کن انکھیون سے میری صورت دیکھ لی تھی کہ آپ کے جشن سے اٹھتے ہی میرے گھر مین آیا۔ مجھے اپنے پاس بلایا۔ اور خواہش کرنے لگا کہ میرے چہرے کی عصمت پر بے عصمتی کا داغ لگا دے جس پر آج تک کبھی بدکاری کا دھبہ نہین لگا ہے۔ چاہتا تھا کہ میرے پاکباز دل اور میرے اچھوتے جسم کو اپنی بد معاشی کے ناپاکی سے آلودہ کر دے اور میری دوشیزگی کی ملاحت کو دنیا مین

جانکی کی چرتربازی

شرمناک بنا دے۔ مہاراج! اُس سے میرا انصاف کیجیے اور ایسی سزا دیجیے کہ پھر کسی کم بخت کو ایسی نمک حرامی اور بدمعاشی کی جُرأت نہ ہو۔"

اس بیان پر راجہ مارے غصے کے کانپنے لگا۔ طیش غضب مین اُسے کچہ سجھائی ہی نہین دیتا تھا۔ مگر فوراً اُس امر کا اظہار خلاف مصلحت دیکھ کے اپنی بہن سے کہنے لگا "جانکی۔ مین اس کا بدلہ ضرور لون گا۔ مگر اس کو کیا کرون کہ اول تو یہ معاملہ زیادہ اُبھارا نہین جا سکتا اس لیے کہ میری اور تمھاری اور زیادہ رسوائی ہو گی۔ دوسرے اُس کے ساتھ قریب قریب ایک ہزار جوان ہین جو بے کٹے مرے اُس پر آفت نہ آنے دین گے۔ اور سب سے زیادہ مشکل یہ بات ہے کہ وہ بھگت ہے اور برہمن ہے۔ یہان کے سب آدمی بھی اُس کا ساتھ دین گے۔ اور مجھ پر برہمن کی ہتیا کا الزام لگائین گے۔ اور خرابی یہ کہ اگر یہ جرم ثابت بھی ہو جائے تو بے فائدہ ہو گا۔ اس لیے کہ صرف ارادہ کیا تھا کوئی جُرم اُس سے وقوع مین نہین آیا۔ افسوس دُنیا یہی کہے گی کہ مہمان تھا اور مدد مانگنے آیا تھا۔ یون علانیہ طور پر تو ہم اُسے نہین مار سکتے۔ اُس کی جان لینا آسان کام نہین ہے۔ مگر اُس کے قتل کی مین ایک اور تدبیر کرتا ہون۔ جانکی تم پریشان نہ ہو مین تمھارا کہنا ضرور پورا کرون گا۔ لو اب اُٹھو۔ مُنہ دھوؤ۔ اور کھانا کھاؤ۔"

راجہ نے گوپی کے قتل کا وعدہ کر کے جانکی کی دلدہی کی

جانکی کو سمجھا بجھا کے اور اُس کے آنسو پونچھ کے راجہ دربار سے اُٹھ کے محل مین آیا۔ دو سیاہ فام مسلح آدمیون کو بلوایا۔ جن مین سے ایک کا نام کبیر بھدر اور دوسرے کا کھیتو تھا۔ اور حکم دیا کہ آج صبح کھانے کے وقت مین دعوت کے نام سے گوپی کو بلواتا ہون۔ کھانے کے بعد مین اُسے لے کے خلوت کے کمرے مین جاؤن گا۔ اور شراب پی کے اُس کے ساتھ بیٹھ کے شطرنج کھیلون گا۔ تم دونون کسی پوشیدہ مقام مین مسلح اور ننگی تلوار ہاتھ مین لیے کھڑے رہنا۔ اور میری طرف کان لگائے رہنا۔ جیسے ہی میری زبان سے نکلے "مات" بس تم بلا تامل جھپٹ کے اُسے قتل کر ڈالنا۔"

قتل کی سازش

گوپی کو معلوم ہو گیا۔

اتفاقاً یہان ایک سندھی شخص تھا جو گوپی کے بڑے خیر خواہون مین
تھا۔ یہ شخص اُن دونون جوانون مین سے ایک کا دوست تھا جو گوپی کے قتل
پر مامور کیے گئے تھے۔ اُس جوان کی زبانی اس امر کی اطلاع پاتے ہی دوڑا ہوا
گوپی کے پاس آیا۔ اور اُسے اطلاع کردی کہ آج ایسا ارادہ کیا گیا ہے۔ آپ
ہوشیار رہیے گا۔ کھانے کے وقت راے درو سر کا آدمی جب گوپی کو بلانے
آیا تو وہ فوراً سمجھ گیا کہ اُسی خفیہ تجویز کے لیے مین بُلایا گیا ہون لیکن یہ
خیال اُس نے اپنے کسی ہمراہی اور رازدار پر نہین ظاہر کیا۔ صرف اتنا کیا
کہ اپنی ہمراہی فوج کے دو افسرون گورسنگھ اور رمیوسنگھ کو بلا کے کہا "مین راے
درو سر کے پاس کھانا کھانے جاتا ہون۔ تم ایک مصلحت سے ضرورت کے
لیے اپنے ہتھیار لگا کے تم بھی میرے ساتھ چلو۔ کھانے کے بعد جب مین راجہ
سے شطرنج کھیلون تم میرے پیچھے قریب ہی کھڑے رہنا۔ اور ہوشیاری
سے دیکھتے رہنا کہ کسی کی بُری نظر مجھ پر نہ پڑے یا میرے ساتھ کسی قسم
کی دغا بازی نہ کی جاسکے۔" یہ انتظام کر کے اُن جوانون کو ساتھ لیے ہوئے
گوپی راے درو سر کے پاس پہونچا۔

راے درو سر نے پہلے تو نہایت ہی محبت و عزت کے ساتھ گوپی کو
کھانا کھلایا۔ کھانے سے فراغت ہونے کے بعد اُسے لے کے خلوت
کے کمرے کی طرف چلا اور حکم دیا کہ اور کوئی وہان نہ آنے پائے۔ لیکن
درو سر کی آنکھ بچا کے وہ دونون جوان کمرے مین چلے ہی گئے۔ اور چونکہ
گوپی کے پیچھے کھڑے ہونے مین راے درو سر کا سامنا ہوتا تھا اس
وجہ سے نہایت خموشی کے ساتھ خود درو سر ہی کے پیچھے کھڑے ہو رہے
بازی تمام ہوئی۔ اور درو سر نے سر اُٹھایا کہ وہ لفظ زبان سے نکالے کہ
کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ گھبرا کے اُس نے پیچھے پھر کے دیکھا تو گوپی کے
جوان نظر آئے۔ اپنی ناکامی اور مایوسی درکنار اُس کے دل مین یہ خوف
پیدا ہوا کہ کہین یہ لوگ مجھ ہی پر حملہ نہ کر دین۔ اور گھبراہٹ مین ایکبارگی
چلا اُٹھا "نہین نہین ساعت نہین" گوپی اُس کے چہرے اور اس جملہ سے

سمجھ گیا کہ حکم قتل کی یہی علامت مقرر کی گئی تھی۔ فوراً اُٹھکے گھر چلا آیا۔ اور حکم دیدیا کہ گھوڑے تیار رہیے جائین۔ اور سب لوگ سفر کے لیے مستعد ہو جائین یہ حکم دے کے وہ نہایا۔ کپڑے پہن کے ہتھیار لگائے۔ اور باہر نکل کے سب کو سوار ہونے کا حکم دیدیا۔

درد ہر کا اضطراب

درد ہر کو دل مین گوپی کے اس بدمزگی سے اُٹھ آنے کا اس درجہ خوف ہوا کہ اُس کے آتے ہی اپنا ایک آدمی دوڑایا کہ دیکھو گوپی یہان سے جا کے کیا کر رہا ہے۔ وہ شخص گوپی کے لشکر گاہ مین آکے اور لوگون سے پوچھ پاچھ کے واپس گیا۔ اور اپنے راجہ کو اطلاع دی کہ "گوپی نہایت شریف منش شہزادہ ہے۔ اور اُس سے کوئی ایسا کام نہین ہو سکتا جو آپ کو ناگوار ہو۔ اُس کا مزاج اعتدال کے زیور سے آراستہ ہے اور ہمیشہ اسی کوشش مین رہتا ہے کہ خدا کے خوف سے اپنی پاکبازی اور تقدس کو قائم رکھے۔

گوپی جب اپنے ہمراہیون کے ساتھ تیار ہو گیا تو اُس نے اپنا اسباب اونٹون پر لدوایا۔ اور کوچ کر دیا۔ مگر جاتے وقت درد ہر کے محل کی طرف سے ہوتا ہوا گیا۔ ایک آدمی کے ذریعہ سے اُسے پیام رخصت دیا۔ اور بے ملے چلا گیا۔ گوپی یہان سے روانہ ہوا تو برابر چلا گیا یہان تک کہ علاقۂ قصّہ مین داخل ہوا جو حدود دجالندھر مین واقع تھا۔ اور یہان کا راجہ ٹھکرا کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ بس اس سے زیادہ گوپی کا حال نہین معلوم ہو سکتا۔ غالباً وہ قصّہ ہی مین قیام پذیر ہو گیا۔ اور اُسی سرزمین مین اُس کی زندگی کی داستان تمام ہوئی۔

ارور کے انتظامات

ارور کے مغرور و سرکش لوگون کو جب محمد بن قاسم نے مغلوب کر کے مطیع و منقاد بنا لیا اور دارالسلطنت سندھ کا ہر شخص جب اُس کے احکام کے آگے سر اطاعت جھکا چکا تو اُس نے رعوہ بن کسد کو جو احنف بن قیس کے نواسون مین تھا وہان کا والی مقرر کیا اور کل ملکی انتظامات کی باگ اس کے ہاتھ مین دیدی۔ لیکن وہ تمام معاملات جن کا تعلق قانو

سبب سے تھا موسی بن یعقوب بن محمد بن شیبان بن عثمان الثقفی کے
سپرد کیے گئے - جن کو آخر مین مشرقی ملتہ پروانہ پیلک کے دربار ستہ سندھ
ذیل خطاب دیا گیا " صدر الامام الاجل العالم بدر الملۃ والدین سیف السنہ
و نجم الشریعہ ابن عثمان الثقفی " یہ سندھ مین آخر عہد تک انھین خطابات سے یاد
کیے جاتے تھے - محمد بن قاسم نے ان دونون بزرگون کو مقرر کر کے حکم دیا کہ
رعایا کی ہمیشہ دلدہی کرنا اور خیال رکھنا کہ الفاظ " امر بالمعروف ونہی عن المنکر
مردہ الفاظ نہ ہو جائین - اس امر کے متعلق اکثر ہدایتین کین کہ سلطنت کا رعایا
کے ساتھ کیسا برتاؤ ہونا چاہیے - پھر اُن کے پاس کافی فوج چھوڑی تاکہ
کسی کو سرتابی و مخالفت کی جرأت نہ ہو[ع]

شہر ارور اور اُس کا قلعہ ایک بلند پہاڑ پر واقع تھا - اور اس قدر
مضبوط تھا کہ مسلمانون کو اُس کے مغلوب کرنے مین بہت زیادہ دشواریان
لاحق ہوئین - محمد بن قاسم نے فتح کے بعد یہان بھی ہندوون کو اپنے مندر
آباد کرنے کی اجازت دی - اور جزیہ مشخص کر دیا - اُس نے اس شہر مین
جو نکہ سندھ کا عظیم الشان مرکز اور گزشتہ شاہی خاندان کا دار السلطنت
تھا خاص اپنے حکم سے ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی - اور کوچ کر کے
آگے روانہ ہوا[ع]

قلعہ بابیہ فتح ہوگیا

نوعمر سپہ سالار یہان سے روانہ ہو کے قلعہ بابیہ[ع] پہ پہونچا - یہ قلعہ
دریاے بیاس کے جنوبی کنارے پر واقع تھا - اور نہایت ہی پایدار قلعہ
تھا - سندھ کے شاہی خاندان کا ایک معزز رکن جس کا نام کسکا تھا اس قلعہ و
گرد و نواح کے سیاہ و سفید کا مالک تھا - کسکا راے داہر کا چچازاد بھائی -
چندر کا بیٹا اور سلائج کا پوتا تھا - یہ اُس یادگار لڑائی مین موجود تھا جس کے

ع۵ چچ نامہ - عہ۵ بلاذری -

عہ۵ یہ واقعہ چچ نامہ سے لیا گیا ہے - مگر اس مقام اور قلعہ کے نام مین اختلاف ہے
خود چچ نامہ کے دوسرے نسخے مین باسیہ لکھا ہے -

عہ۵ بلاذری مشرقی کنارے پر بتاتا ہے -

آخر مین داہر مارا گیا جب اُس لڑائی مین داہر کے ہمراہی بے سروپائی سے بھاگے تو یہ بھی اپنی جان لے کے بھاگا۔ اور بڑی مصیبتین اُٹھا کے اس قلعہ مین پہونچا تھا۔ اور یہین سکونت پذیر ہو گیا تھا۔ اب مسلمانون کی فوج اس کے علاقے مین بھی آ پہونچی تو ۔ آور کے میدان کا نقشہ اُس کی آنکھون کے سامنے پھر گیا۔ اُسے مقابلے کی بالکل جُراُت نہ ہوئی لیکن اس کے ساتھ حمیت اور شاہی خون نے اس امر کو بھی نہ گوارا کیا کہ مسلمانون کے سامنے گردن جھکا کے کھڑا ہو جاے۔ لہذا اُس نے تمام سپاہیون اور اہل شہر کو اختیار دیدیا کہ جو چاہین کرین اور خود تخت سے علحدہ ہو کے اپنے گھر مین بیٹھ رہا اہل قلعہ نے اپنے حاکم کی یہ حالت دیکھی تو سوا اس کے اور کوئی بات نہ بنی کہ محمد بن قاسم کی اطاعت کرین۔ کچھ روپیہ جمع کر کے بطور نذرانہ بھیجا۔ اپنی طرف سے کفیل بھیجے۔ اور معززین و عمائد شہر نے حاضر ہو کے اظہار اطاعت کیا محمد بن قاسم نے ان لوگون کے حال پر بڑی مہربانی کی۔ اپنے دربار مین عزت کے ساتھ جگہ دے کے سب کو حسب حیثیت خلعت دیے اور ہمدردی کا وعدہ کیا۔

محمد بن قاسم نے کسکا کی بڑی عزت کی

محمد بن قاسم نے ان شرفاے قلعہ کی عزت افزائی کر کے پوچھا تمھارے حکمران کسکا کی نسبت مین نے سُنا ہے کہ وہ یہان کے شاہی خاندان سے ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر سچ ہے تو مجھے اُس کی قدر کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ میرے خیال مین آرور کے شاہزادے عقلمند۔ شائستہ۔ قابل اعتبار۔ اور دیانتدار ہوتے ہین۔ اُن کی راستبازی اور دیانتداری مشہور ہے۔ مین کسکا کو پناہ دیتا ہون۔ اور اگر وہ چاہے تو اطمینان اور دلجمعی سے میرے پاس آ سکتا ہے۔ اور مین اُس سے مل کے خوش ہون گا۔ اگر وہ یہان آئے تو مجھے اپنے حال پر نہایت مہربان پائے گا۔ مین اُس کی مدد کرون گا۔ تمام مہمات و معاملات مین اُسے اپنا مشیر بناؤن گا۔ اور فرائض سلطنت و مہمات حکومت مین اُس پر پورا اعتماد کرون گا" در اصل کسکا صرف شاہزادہ ہی نہ تھا بلکہ ایک عالم شخص تھا۔ اور عالی دماغی و علم و فضل کے اعتبار سے

اُس کا شمار ہندوستان کے نامی گرامی فیلسوفون مین تھا۔ اُس نے جب سُنا کہ محمد بن قاسم میرے حال پر اس قدر مہربان ہے تو فوراً اطلاع کر کے اُس کے دربار مین حاضر ہوا۔ محمد بن قاسم نے اُس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور وزارت کے عہدے پر سرفراز کر کے اُس کو اپنا مشیر بنا لیا۔ بر خلاف تمام دیگر اہل دربار کے اُس کی اس قدر عزت کرتا تھا کہ خاص محمد بن قاسم کے تخت کے سامنے صرف اُسی کو بیٹھنے کی اجازت تھی "مبارک مشیر" اُس کا خطاب ہو گیا۔ تمام افسرون اور سپہ سالارون پر اُسے حکومت دی گئی۔ اور کل معاملات و انتظامات ملکی اُسی کے قبضۂ اقتدار مین دیدیے گئے۔ خاصۃً خزانہ بلاد اسی کے ہاتھ مین تھا۔ نہ بے اُس کی منظوری کے کوئی رقم داخل ہو سکتی تھی اور نہ دی جا سکتی تھی۔ محاصل ملک کا جمع کرنا اور اس کے متعلق تمام اُمور بھی کسکا ہی کے ہاتھ مین دیدیے گئے۔ اس طور پر محمد بن قاسم نے کسکا کو ابعد تمام معاملات مین مختار کل بنا کے اُسے ہمراہ لیا اور خود آگے کی راہ لی

دریاے بیاس اُتر کے عربون نے قلعہ اسکندہ پر حملہ کیا۔

محمد بن قاسم کو یہان سے بڑھتے ہی دریاے بیاس[ع] ملا۔ جس سے پار اُترے بغیر وہ مُلتان پر حملہ آور نہ ہو سکتا تھا۔ حالانکہ مُلتان اُسی زمانے مین سلطنت سندھ کا سب سے زبردست شمالی مستقر تھا۔ اور اُس پر قبضہ کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ اب اس مقام پر کس کو جرأت ہو سکتی تھی کہ نوعمر اور بلند حوصلہ فاتح عرب کی مزاحمت کرتا؟ محمد بن قاسم اطمینان اور فارغ البالی سے پار اُتر گیا اور دریاے بیاس سے پار ہوتے ہی اُس مقام کے مشہور قلعۂ اسکندہ کے

ع آجکل کے نقشہ دیکھنے والے اور موجودہ جغرافیہ دان اس مقام پر دریاے بیاس کا نام سن کے تعجب کرین گے اسلیے کہ حال کے نقشون کی رو سے بیاس یہان سے بہت دور شمال مین آکے دریاے ستلج سے مل گیا ہے۔ لیکن کوئی تعجب کی بات نہین اگر غور کیا جاے تو یہ دقت بہت آسانی سے دفع ہو سکتی ہے جس مقام پر محمد بن قاسم اترا ہے وہان موجود دریا بہا ہے اسکو دراصل کسی نام سے تعبیر نہین کیا جا سکتا اسلیے کہ اس موقع پر پنجاب کے پانچون دریا ستلج۔ بیاس۔ راوی۔ چناب اور جہیلم سب ملکے ایک ہو گئے ہین اور تھوڑی دور آگے بڑھکے مٹھن کوٹ کے قریب دریاے سندھ مین ملگئے ہین۔ لہذا جہان پر محمد بن قاسم اترا ہے وہان کی دریا کو پنجاب کے جس دریا کے نام سے تعبیر کرین جائز ہے اور کوئی تعجب نہین کہ اُس زمانے مین اسی بیاس ہی کہتے ہون

سامنے جا پہونچا - اہل اسکندرہ کو جب معلوم ہوا کہ عرب حملہ آور دریا سے
اتر کے اُن کے قریب آ پہونچے تو قلعہ سے باہر نکلے اور اپنی فوج کی صفین
درست کر کے مقابلے کو بڑھے -

اسلامی فوج کے مقدمۃ الجیش کی سرداری دو نامور بہادرون کے
ہاتھ مین تھی - زعوۃ بن عمیرۃ الطائی اور کسکا جواب محمد بن قاسم کے ساتھ
جان نثاری کرنے کو تیار تھا - ان لوگون نے جب دیکھا کہ دشمن کی فوج سامنے
آگئی تو بغیر اس کے کہ محمد بن قاسم کے پہونچنے کا بھی انتظار کرین بلا تامل
حملہ کر دیا - ایک سخت لڑائی ہوئی - اور دونون طرف سے خون کے دریا بہہ نکلے
ظہر کا وقت آگیا اور لڑائی اُسی طرح شدت پر تھی - اس وقت عربی فوج کے
جوان مردون نے دل مضبوط کر کے ارادہ کیا کہ جس طرح بنے اُسی وقت
فیصلہ کر لین - فوراً ایک تھوڑی دیر کے لیے زور سے نعرۂ "اللہ اکبر" بلند
کیا - اور اُسی جوش و خروش سے جس سے کہ ابتدائے صبح کو حملہ آور ہوئے تھے
پھر ایک زبردست حملہ کر دیا - اس حملے کی تاب لانا غنیم پر بہت دشوار
تھا - اہل اسکلندہ کے جی چھوٹ گئے - اُن کے افسرون نے نہایت سنبھالنے
کی کوشش کی مگر سپاہیون کے ہر طرف قدم اُکھڑ گئے اور آخر سب نے بھاگ
کے اپنے قلعہ مین پناہ لی -

اسکلندہ کا محاصرہ -

مسلمانون نے فوراً بڑھ کے قلعۂ اسکلندہ کا محاصرہ کر لیا - قلعہ والون
نے پھاٹک خوب مضبوطی سے بند کیے - اور فصیل پر چڑھ کے تیر برسانا
شروع کر دیے - اور نیز جا بجا منجنیقین قائم کر دین جن سے پتھر پھینکتے تھے
اس قلعہ کی حکومت صوبہ دار ملتان کے بھتیجے کے ہاتھ مین تھی - جو راجا
داہر کی حکومت کے درہم و برہم ہونے کے بعد خود سر ہو گیا تھا - والی
ملتان کے بھتیجے نے بڑی مضبوطی اور جوانمردی سے مقابلہ کیا - اور قلعہ
درست و مضبوط کیا اور عربون کے پریشان کرنے مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا
لیکن اسنے عربون کے مستقلانہ حملون اور متواتر یورشون کا پورا تجربہ نہین ہوا
تھا اوس نے اپنے ساتھیون کو لگاتار سات دن تک لڑایا - اور

مسلمانون پر شب و روز تیر اور پتھر برساتا رہا۔ مگر ساتھ ہی ان مانے مین عربون کی
طرف سے ایسی سخت یورشین ہوئین کہ اُس کے ہوش جاتے رہے۔ ایک
ہفتہ کی لڑائی کے بعد اُسے جس کارروائی مین اپنی جان بچنے اور جانبر ہونے کی کچھ
اُمید نظر آئی وہ یہ تھی کہ آٹھوین روز رات کے سناٹے مین اسکلندہ
سے نکل کے قریب کے ایک دوسرے قلعہ مین ہو رہا۔ جو سکہ کے
نام سے مشہور تھا۔

اسکلندہ کی فتح اور وہان کے انتظامات۔

اسکلندہ کا حاکم جب چھپ کے نکل گیا تو شہر کے عام لوگون نے
مل کے محمد بن قاسم کے پاس پیام بھیجا کہ ہم آپ کی رعایا ہین۔ اور اب
جبکہ ہمارا سردار ہمین چھوڑ کے بھاگ گیا تو نہایت عاجزی کے ساتھ آپ
سے پناہ مانگتے ہین۔ اور آپ کی فیاضانہ رحم دلی سے اُمید ہے کہ
ہماری یہ درخواست قبول کی جائے گی۔ رحم دل فاتح عرب نے حجاج
کی اجازت کے مطابق تمام تاجرون اہل حرفہ زراعت پیشہ لوگون کو
پناہ دی۔ اور قلعہ مین داخل ہو کے چار ہزار لشکری لوگون کو تہ تیغ کیا
اُن کے اہل و عیال لونڈی غلام بنا کے عراق روانہ کیے گئے۔ یہ فوجی
کارروائی کر کے محمد بن قاسم نے انتظامی معاملات کی طرف توجہ کی۔
خراج و جزیہ مشخص کیا۔ اور اپنی طرف سے عتبہ بن سلمہ تمیمی کو اس قلعہ کا
حکمران مقرر کیا۔ اور خود فوج لے کے سکہ کی طرف روانہ ہوا جو ملتان
سے بالکل متصل تھا۔ اور گویا ملتان ہی کے متعلق ایک زبردست گڑھی
کی حیثیت رکھتا تھا۔

شہر سکہ کے پاس سخت لڑائی۔

شہر سکہ پر بجھرا کا نواسہ حکمران تھا۔ یہ بڑا بہادر شخص تھا۔ اُس کے
دل مین اپنے خاندان کی سلطنت کی تباہی کا اتنا صدمہ تھا کہ جیسا جوش
انتقام اس موقع پر اُس نے دکھایا خاندان چچ مین سے کسی شاہزادے
نے نہین دکھایا تھا۔ جیسے ہی اُس نے سُنا کہ عربی فوجین سکہ کے
قریب آیا چاہتی ہین۔ اپنی فوج لے کے خود ہی مقابلے کو نکلا برابر
شام تک لڑائی ہوئی اور کسی کے حق مین فیصلہ نہ ہو سکا۔ پہلی لڑائی مین

ایسی شجاعت دکھا کے یہ شاہزادہ قلعہ مین واپس گیا تھا کہ فوج کی ہمت بڑھ گئی۔ اور اُسنے ارادہ کر لیا کہ جب تک تقدیر تصفیہ نہ کرے ہر روز یونہین نکل کے عربون کو اُن کی دست درازیون پر سزا دون گا۔ مورخین کہتے ہین کہ اس سندھی شاہزادے نے برابر سترہ دن تک عرصۂ کارزار گرم کیا۔ ان لڑائیون مین اہل سکہ کی طرح مسلمانون مین بھی بہت سے لائق اور بہادر سپاہیون نے جام فنا پیا۔ کہا جاتا ہے کہ محمد بن قاسم کے ہمراہیون مین سے دو سو پندرہ بہادران اسلام اور پچیس ممتاز افسران فوج یہان شہید ہوئے۔

شہر سکہ فتح ہوا۔

ان لڑائیون نے آخرکار بجیرا کے نواسے کے حوصلے بھی پست کر دیے۔ اور اُس کے دل مین یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ہزار بہادری و شجاعت سے کام لیا جائے مگر حقیقت یہ ہے کہ عربون سے لڑنا تقدیر سے لڑنا ہے۔ مجبور ہو کے اُس نے بھی اپنے قلعہ کو فاتحون کے رحم پر چھوڑا۔ اور خود دریاے راوی سے اُتر کے ملتان مین ہو رہا۔ اُس کے جاتے ہی مسلمانون نے قلعۂ سکہ پر قبضہ کر لیا۔ اور لوگون کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو عموماً شہرون کے فتح کے بعد رعایا کے ساتھ کیا گیا تھا۔ عربی سالار فوج کو اپنے بہت سے بہادر اور قیمتی جانبازون اور افسرون کے مارے جانے کا نہایت ہی صدمہ تھا۔ صدمہ کیا معنے اُس کے دل مین غصہ کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اور ساری مہم سندھ مین شاید یہی ایک میدان تھا جہان اُس کی پیشانی پر شکن نظر آئی یا جہان وہ غصے کی شدت سے از خود رفتہ ہو گیا۔ اور اُس کے ہاتھون ایک ایسی سخت کارروائی وقوع مین آئی جو در اصل اُس کی نیک نامی پر دھبہ لگانے والی تھی۔ شہداے اسلام کے انتقام کے جوش مین اُس نے بلا تامل حکم دیا کہ شہر سکہ برباد اور مسمار کر دیا جائے۔ یہ شہر اس طرح مسمار کر دیا گیا کہ اب اُس کے کھنڈرون کے موجود ہونے کی بھی بہت کم اُمید کی جا سکتی ہے۔ اس لیے کہ بلاذری کے بیان کے موافق اُس کے عہد مین اُس ویران شہر کے کچھ آثار باقی تھے۔ جن کا ایک ہزار سال تک زمانے کے دست برد سے محفوظ رہ جانا اور آج تک موجود ہونا بالکل خلاف قیاس ہے۔

بہادران عرب کے مارے جانے پر محمد بن قاسم کا غصہ

محمد بن قاسم اور سکندر اعظم کا مقابلہ۔

محمد بن قاسم کا یہ غصہ بادی النظر مین بالکل سکندر کے اُس غصے سے ملتا ہوا ہے جس کی بدولت یونانی سپاہیون کے ہاتھون ایران کا نامی گرامی دار السلطنت پرسی پولس اور وہان کا خوب صورت قصر قیا وجو اُن دنون اعجوبۂ روزگار خیال کیا جاتا تھا جلا کے تودۂ خاک بنا دیا گیا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ محمد بن قاسم کی اس زیادتی کو اسکندر اعظم کی اُس یادگار زمانہ وحشیانہ حرکت سے کوئی نسبت نہین۔ محمد بن قاسم کا غصہ اُن دوستون پر تھا جو اُسی وقت مارے گئے تھے۔ اور سکندر کا غصہ ان ہزارہا سال پیشتر کے تاریخی بیانون پر تھا کہ ایرانیون سے کبھی یونان پر ظلم کیا تھا۔ علاوہ برین محمد بن قاسم سے یہ جبر خود اپنے ذاتی غصے کے جوش مین ظاہر ہوا۔ اور اسکندر کے دل مین کوئی جوش نہ تھا بلکہ اتھینز دار السلطنت یونان کی ایک فاحشہ رنڈی کے نغمے نے وہ جوش پیدا کر دیا تھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ شہر سکہ جو حوالی ملتان کے ایک قصبے سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا ایران کا دار السلطنت پرسی پولس نہ تھا جس مین قدیم علوم وفنون کے ہزارہا ذخیرے موجود تھے۔

راوی سے اُتر کے ملتان پر حملہ اور پہلی لڑائی۔

اب محمد بن قاسم دریاے راوی سے اُترا جو ملتان اور سکہ کے درمیان مین بہتا تھا۔ اور سکہ کے شمالی جانب واقع ہوا تھا[*]۔ نوعمر سپہ سالار عرب عین اُس گھاٹ پر جا کے اُترا جو خاص شہر ملتان کے نیچے واقع ہوا تھا اور زمین پر قدم رکھتے ہی اپنی فوج کی صفین درست کرنا شروع کر دین۔ ملتان والون کی طرف سے جو پہلا سردار مسلمانون کے مقابلے کو آیا وہ بجہرا کا نواسہ تھا جو نا اُمید ہو کے سکہ سے ملتان مین چلا گیا تھا۔ گو عربون

[*] جو شک دریاے بیاس کی نسبت واقع ہوا تھا وہی اس موقع پر دریاے راوی کی نسبت وارد ہوتا ہے۔ اس لیے کہ موجودہ نقشون کی رو سے اس مقام پر جو دریا بہا ہے اُس کا نام چناب لکھا گیا ہے۔ حالانکہ وہ صرف چناب ہی نہین بلکہ اوپر چڑھ کے اُس کی تین شاخین ہین۔ راوی۔ چناب اور جہیلم۔ ملتان کے نیچے جہان تینون دریا مل گئے ہین جس نام سے کہا جاے جائز ہے۔ اور گو آج اُسے چناب کہتے ہین مگر ممکن ہے کہ اُن دنون راوی ہی کہتے ہون۔

کی شجاعت اور بے روک حملہ آوری کا اُسے امتحان ہو چکا تھا۔ مگر اُس نے اپنا
دل مضبوط کیا اور سب سے پہلے مُلتان والون کو لے کے افواج عرب
کے سامنے صف آرا ہوا۔ اس دن شام تک برابر عرصۂ کارزار گرم رہا۔
حامیان وطن اور حملہ آورون مین سے کسی نے بھی لڑائی سے مُنہ نہ پھیرا۔
یہان تک کہ شام نے دونون فریقون کے درمیان مین اپنا سیاہ پردہ
ڈال دیا۔ اور دونون فوجین بے نیل مرام اپنے اپنے فرودگاہ کو واپس
گیئن۔ دوسرے دن پو پھٹتے ہی پھر لڑائی شروع ہوئی۔ اور برابر شام
تک دونون طرف کے بہادرون نے داد شجاعت دی۔ مسلمانون اور
سناتنیون دونون طرف کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ مگر فیصلہ آج
بھی نہ ہو سکا۔ اور دونون حریف فتح کی اُمید دل مین لیے واپس گئے[ع]

ملتان کا محاصرہ۔

اس لڑائی مین مسلمانون کا ایک نامی گرامی افسر زائدہ بن عمیرہ
الطائی جو محمد بن قاسم کی فوج طلیعہ کے نامور سردار زعوۃ بن عمیرۃ الطائی
کا بھائی تھا نذر اجل ہوا۔ لیکن یہ ایک قیمتی جان دے کے مسلمانون
نے ایسی بہادری اور جوش سے کام لیا کہ مُلتان والون کو پھر شہر سے
نکل کے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اب اُنھون نے اپنے شہر کے
پھاٹک بند کر لیے۔ اور فصیل قلعہ پر چڑھ کے لڑنا شروع کیا۔ حملہ آورون
نے جب یہ رنگ دیکھا تو اپنی فوج چارون طرف پھیلا دی اور سارے
شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور لڑائی کا وہی رنگ ہو گیا جو ایسے موقعون پر ہوا
کرتا ہے۔ اہل قلعہ برابر بان۔ تیر۔ اور پتھر برساتے تھے اور محاصرہ
کرنے والے جہان تک اُن سے بنتا تھا روغن نفت اور تیرون
سے جواب دیتے تھے۔

یہ محاصرہ نہایت سخت تھا۔ اگرچہ محمد بن قاسم بعض قلعون کا

ع چچ نامہ مگر فتوح البلدان جو بمقابلہ چچ نامہ کے بہت زیادہ قابل اعتبار ہے اُس کا بیان ہے کہ ملتان کے باہر ایک ہی لڑائی ہوئی اور اُس مین اہل ملتان کو فاش شکست ہوئی اگرچہ مسلمانون نے بہت زیادہ نقصان اُٹھایا۔

محاصرہ چھ چھ مہینے سے زیادہ زمانہ تک رکا تھا۔ لیکن یہان یہ دشواری تھی کہ عرب لوگ بہت دور تک بڑھ آئے تھے اور ایسے مقام پر پہونچ گئے تھے جہان کے راستے بہت کم معلوم تھے اور چونکہ چارون طرف غیر مفتوح بلاد تھے اِس وجہ سے رسد اور دانے چارے کے بہم پہونچنے مین بڑی دشواریان ہوتی تھین دو ہی مہینون کے محاصرے مین کھانے کی چیزون کا قحط ہو گیا[۱]۔ کھانے کی تنگی کا یہ نتیجہ ہوا کہ باوجودیکہ گدہون کا گوشت شریعت اسلامیہ مین حرام ہے اور فتح خیبر کے دن جناب سرورِ کائنات نے عام اہل اسلام مین علانیہ پکار دیا تھا کہ "الا ان لحوم الحمر الاہلیۃ قد حرمت" مگر یارون نے حلال کر لیا۔ بار برداری کے گدہے کثرت سے موجود تھے لشکریون کے ہاتھ فروخت کیے جانے لگے[۱]۔ اور آخر یہان تک نوبت پہونچ گئی کہ گدہون کی قیمت گھوڑون سے بھی زیادہ ہو گئی۔ گدہا فی راس پندرہ درہم سے زیادہ پر بھی بہ مشکل دستیاب ہوتا تھا

شہر ملتان کی حکومت بھی ایک سندی شاہزادے کے ہاتھ مین تھی جو داہر کے بھائی چندر کا بیٹا تھا۔ اور گورسنگہ کے نام سے مشہور تھا۔ گورسنگہ نے جب دیکھا کہ عربون کے استقلال مین کسی طرح فرق ہی نہین آتا تو بہت ہی پریشان ہوا۔ اُسے کسی طرف سے کمک کی بھی اُمید نہ تھی۔ آخر اُس نے مجبور ہو کے ارادہ کیا کہ مہاراجہ کشمیر سے جا کے خود کمک اور فوج کا طالب ہو اسلیے کہ ملتان کی موجودہ فوج عربون کو کسی طرح ہٹا نہین سکتی تھی۔ بس ابھی اُمید یہ

محاصرے مین رسد کی کمی اور مجبوریان

ملتان کا حاکم چھپ کر بھاگ گیا

[۱] بلاذری کا بیان ہے کہ مسلمانون کو کھانے ہی کی نہین بلکہ پانی کی بھی تکلیف تھی آخر ایک پناہ گزین سندھی نے آکے ایک چشمے کا گھاٹ بتا دیا جس سے شہر ملتان کے لوگ بھی پانی پیا کرتے تھے۔ یہ بسی ندی کا پانی تھا جو بہکے ایک جھیل مین جمع ہوتا تھا اور اہل ملتان کی اصطلاح مین تلاح (نالہ) کہلاتا تھا۔ مگر یہ امر سمجھ مین نہین آتا کہ دریاے راوی موجود ہی تھا جس سے مسلمان خاص شہر ملتان کے نیچے اُترے تھے۔ اور ایسے ایک دریا کے ہوتے ہوئے کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ لشکر اسلام مین لوگ پیاسے ہوئے۔

[۱] بلاذری۔

اُس نے ملتان کو خیر باد کہی۔ رات کے وقت لوگون کی آنکھ بچا کے نکل بھاگا اور سرزمین کشمیر کی راہ لی۔

دوسرے روز جب عربون نے خیمون سے نکل کے لڑائی شروع کی تو اہل شہر نے باوجودیکہ اُن کا حاکم شہر چھوڑ کے چلا گیا تھا لڑائی سے مُنہ نہین موڑا۔ بلکہ جس طرح ہمیشہ لڑا کرتے تھے فصیل قلعہ پر سے تیر برسانے لگے۔ محاصرے کو اس قدر طول ہو چکا تھا کہ عرب لوگ بڑی سرگرمی سے قلعہ کی دیوار کو ہر طرف جا جا کے دیکھتے تھے کہ کسی مقام سے کمزور ہو تو نقب زنی کر کے توڑ دی جائے مگر کوئی ایسا مقام نہین ملتا تھا۔ گورسنگہ کے چلے جانے کے بعد اتفاقاً ایک شخص قلعہ سے باہر نکلا اور مسلمانون سے پناہ مانگنے لگا۔ محمد بن قاسم نے اُسے پناہ دی اور اُس سے دریافت کیا کہ تم یہان کے حالات سے خوب واقف ہو گے بتاؤ کہ قلعہ کی دیوار کس طرف کمزور اور اس قابل ہے کہ منہدم کی جا سکے۔ اُس شخص نے شمال کی طرف لے جا کے بتا دیا کہ یہان پر اگر کوشش کی گئی تو دیوار بآسانی ٹوٹ سکے گی۔ اتنا معلوم ہوتے ہی اُس طرف منجنیقین لگا دی گئین۔ اور ہر طرح کی محنت سے کام لیا گیا۔ دو یا تین روز کی جانفشانی مین دیوار توڑ کے گرا دی گئی۔ اور پورا راستہ بنا لیا گیا [۵]

ایک پناہ گزین شخص کے بتانے سے دیوار شہر پناہ توڑ کر راستہ کر لیا گیا

اس طریقے سے کوشش کر کے مسلمان ملتان مین داخل ہوئے اور اہل شہر پر تلوار بلند کر دی گئی۔ دم بھر مین قلعہ کی قسمت فاتحون کے ہاتھ مین تھی چھ ہزار سپاہی لقمۂ نہنگ اجل ہوئے۔ جن کے اہل و عیال کی قسمت مین غلامی تھی

عہ چچ نامہ۔

عہ۵ بلاذری کا بیان اس کے بھی خلاف ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ملتان کی دیوار نہین گرائی گئی بلکہ آخر مین اہل ملتان لڑنے کو قلعہ سے باہر نکلے۔ مسلمانون نے شکست فاش دے کے بھگا دیا۔ اور سندھی لوگ اس بے سرو پائی سے بھاگے کہ جاتے وقت قلعہ کے پھاٹک کے بند کرنے کا بھی ہوش نہ رہا۔ مسلمان تعاقب کرتے ہوئے قلعہ مین داخل ہو گئے۔ ان دونون مختلف بیانون کا فیصلہ ہم نہین کر سکتے۔ سوا اس کے کہ بلاذری کی زیادہ وقعت کا خیال کیا جائے اور کوئی وجہ ترجیح نہین نظر آتی۔

غلامی لکھی تھی۔ سوداگرون۔ اہل حرفہ اور زراعت پیشہ لوگون کو حسب معمول
پناہ دی گئی۔ مال غنیمت لا کے جمع کیا گیا تو اُس کی مقدار اس قدر زیادہ
تھی کہ فتحمند فوج کا ہر سپاہی مارے خوشی کے پھولا نہ سماتا تھا۔ محمد بن قاسم
کو اگرچہ فی الحال خزانۂ خلافت مین بہت کچھ سرمایہ داخل کرنا تھا مگر اس
کی رائے قرار پائی کہ جن سپاہیون نے بڑی جان بازی اور محنت و
مشقت سے کام لیا ہے اُن کے حقوق فوراً تقسیم کر دینے چاہیے۔ اُس نے
تمام اہل فوج کو بلوایا اور غنیمت کا روپیہ تقسیم کر دیا۔ اس غنیمت سے
سپاہیون نے جس قدر فائدہ اُٹھایا اُس کا اندازہ اس بیان سے
ہو سکتا ہے کہ ہر سوار کو فی نفر چار سو درہم ملے تھے۔ جس کے مقابلے مین
پیدل لوگون کو صرف اس کا ثلث ملا ہو گا۔

ایک برہمن نے بڑے بھاری خزانہ کا پتہ دیا

یہ روپیہ تقسیم کرنے کے بعد محمد بن قاسم اس فکر مین تھا کہ دار الخلافت
مین کہان سے روپیہ بھیجا جائے۔ وہ اسی فکر مین تھا کہ ناگہان ایک
برہمن حاضر ہوا۔ اور نوعمر فاتح کی طرف مخاطب ہو کے کہنے لگا "بت پرستی
کا اب آپ کی آرزو کے موافق خاتمہ ہوا چاہتا ہے۔ مندر اور شوالے
ویران اور سنسان پڑے ہین۔ اور اسلام غالب ہوتا جاتا ہے۔ بُت خانون
کی جگہ مسجدین تعمیر ہوئین۔ اور ہو رہی ہین۔ لہذا جب خدا ہی اقبال مند سردار
کی مدد کر رہا ہے تو میرا بھی فرض ہے کہ آپ کو اپنا ولی نعمت تسلیم کر لون
اور جہان تک میرے امکان مین ہو آپ کی مدد کرون۔ مین نے سُنا ہے
کہ اگلے دنون اس پُرانے اور نامور شہر مین ایک سردار تھا جو جے با دین
کے نام سے مشہور تھا۔ اُس کو سندھ کے راجاؤن سے کوئی تعلق نہ تھا
اس لیے کہ وہ دراصل کشمیر کے شاہی خاندان کی نسل سے تھا۔ ذات کا
وہ برہمن تھا۔ اور آخر عمر مین دنیا سے اُسے کچھ ایسی نفرت ہو گئی تھی
کہ ساری دولت و حشمت چھوڑ کے جوگی ہو گیا۔ اپنے مذہبی عقائد و احکام
کا بڑی مضبوطی سے پابند تھا۔ اور شب و روز مین اُس کی زندگی کا
زیادہ تر حصہ عبادت گزاری اور مورتون کی پوجا ہی مین صرف ہوا کرتا تھا

اب اُس مین دُنیاوی اور دینی دونون قوتین تھین۔ اور کسی راجہ کو اُس پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اُس کی سلطنت امن وامان اور فارغ البالی سے جب ایک مُدّت تک قائم رہی تو خدا نے اُس کے خزانے مین برکت دی۔ اور اتنی دولت اُس کے پاس جمع ہوگئی کہ ہندوستان کے اور کسی فرمان روا کے قبضے مین نہ تھی۔ اُس راجہ نے جب دیکھا کہ اب خزانہ بہت زیادہ ہوگیا ہے تو اُس نے شہر کے مشرق طرف ایک حوض بنوایا۔ جس کا دور سو گز کا تھا۔ پھر اُس حوض کے اندر ایک خوب صورت مندر تعمیر کردیا جو پچاس گز کے دور مین تھا۔ اس مندر مین اُس نے ایک کمرہ بنوایا اور اُس مین سونے کی خاک کے چالیس مسی مٹکے رکھ دیے۔ اور اُن کے علاوہ دوسو تیس من سونا رکھ کے اوپر سے پٹوا دیا۔ اُس خزانہ پر ایک مندر ہے اور اُس مین ایک سونے کی مورت رکھی ہے۔ اور حوض کے گرداگرد اُس راجہ نے درخت لگوا دیے تھے جو اس وقت تک بدستور قائم ہین۔

برہمن کی زبانی یہ الفاظ سُنتے ہی محمد بن قاسم کی ساری فکر دور ہوگئی۔ وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور برہمن سے کہا "اچھا تو وہ مقام چل کے بتا دو۔ برہمن نے رہبری کی اور محمد بن قاسم مع اپنے مشیرون۔ جلو بی سوارون اور خدام کے برہمن کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ سپہ سالار عرب نے بُت خانے کے اندر داخل ہوتے ہی وہ سونے کی مورت دیکھی جس کا ذکر برہمن پہلے ہی کرچکا تھا۔ اس مورت مین آنکھون کی جگہ لعل آبدار جڑے تھے۔ اور اُس تاریک مقام مین خوب چمکتے نظر آتے تھے۔

بے انتہا دولت مسلمانون کے ہاتھ لگی

کہا جاتا ہے کہ محمد بن قاسم کو تاریکی مین اُس مورت پر کسی زندہ انسان کا دھوکا ہوا۔ چنانچہ اُس نے تلوار میان سے کھینچ لی۔ اور وار کرنے ہی کو تھا کہ برہمن نے لپک کے روکا اور عرض کیا "حضور۔ یہی وہ بُت ہے جسے ملتان کے راجہ جے بادین نے بنوا کے اپنے خزانے کی حفاظت پر نصب کرایا تھا اور خود دُنیا سے کوچ کرگیا۔ محمد بن قاسم نے برہمن کی زبانی

یہ سن کے حکم دیا کہ مورت اپنی جگہ سے ہٹائی جائے۔ فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی
مورت کے ہٹاتے ہی لوگوں کو خزانہ کا دروازہ نظر آیا۔ کل خزانہ نکلوا لیا گیا
دو سو تیس من تولہ سونا اور جو خاک تانبے کے مٹکوں سے برآمد ہوئی اُس کا
اندازہ کیا گیا تو تیرہ ہزار دو سو من سونا ہاتھ آیا۔ وہ سونے کی مورت بھی لے
لی گئی جو خزانے کے اوپر مندر میں رکھی تھی۔ غرض یہ سب دولت اور وہ
تمام جواہرات اور موتی جو ملتان کی لوٹ مار میں ہاتھ لگے تھے اور فوج کے
حقوق تقسیم کرتے وقت خزانۂ خلافت کے لیے علیحدہ کر لیے گئے تھے سب کو
یکجا کر کے محمد بن قاسم نے ارادہ کیا کہ فوراً بارگاہ خلافت میں روانہ کر دے۔

سرکاری رقم کی ادائی

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ مہم سندھ کی تیاریاں کرتے وقت حجاج نے
خلیفۂ ولید بن عبدالملک سے اقرار کیا تھا کہ جتنا روپیہ خزانے سے لیکے
اس مہم میں صرف کیا جائے گا اُس کا دُونا میں داخل کر دوں گا۔ اور اس کام
کو میں اپنی ذمہ داری پر شروع کرتا ہوں۔ لہذا حجاج کو اور نیز محمد بن قاسم کو
اُس رقم کے خزانے میں داخل کر دینے کی ہر وقت فکر رہتی تھی۔ اور اسی وجہ
سے حجاج اُس روپیہ کا حساب بھی محمد بن قاسم کو لکھتا رہتا تھا جو یہاں سے
جا کے خزانے میں داخل کیا جاتا تھا۔ اور اسی خیال سے مال غنیمت تقسیم
کرتے وقت محمد بن قاسم کو فکر تھی کہ خزانۂ خلافت میں کوئی رقم نہیں بھیجی جا سکی
جب یہ خزانہ مسلمانوں کے ہاتھ لگا تو محمد قاسم کو اُمید ہوئی کہ یہ بقدر روپیہ
داخل کر کے حجاج کو سبکدوشی حاصل ہو جائے گی۔ لیکن ہنوز یہ خزانہ یہاں سے
روانہ نہیں ہونے پایا تھا کہ نوعمر سردار عرب کے نام حجاج بن یوسف کا یہ خط
آیا: "میرے ابن عم۔ تمھیں یاد ہوگا کہ تمھاری روانگی سے پہلے میں نے
خلیفۂ ولید بن عبدالملک سے اقرار کیا تھا اور اپنے آپ کو ذمہ دار بنایا
تھا کہ بیت المال سے جتنا روپیہ لیکے اس مہم میں لگاؤں گا اُس کا دُونا [ع۵] اسی مہم سے

ع۵ تمام مورخین یہی لکھتے ہیں کہ حجاج نے دونی رقم داخل کرنے کا وعدہ کیا تھا
صرف چچ نامہ کا مصنف اس امر میں متفرد ہے اور کہتا ہے کہ نہیں صرف اُتنی ہی رقم کی
ذمہ داری کی تھی جتنی کہ صرف ہو۔ ہم نے جمہور کی رائے کو ترجیح دی۔

وصول کر کے پھر داخل کردون گا۔ اس عہد کا پورا کرنا مجھ پر فرض ہے"۔ اس کے علاوہ حجاج نے محمد بن قاسم کو اور آگے بڑھنے اور اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ اور دینی ترقی کی بابت بھی خاص طور پر تاکید کی تھی کہ "جہان کوئی قدیم مقام یا مشہور شہر ہو تو وہان مسجد اور منبر ضرور قائم کیے جائین۔ چاہیے کہ خلیفۂ وقت کا خطبہ پڑھا جاے۔ اور سلطنت اسلامی کا سکہ بھی جاری کیا جائے ہو"

خزانہ عراق روانہ کیا گیا

یہ خط پاتے ہی محمد بن قاسم نے وہ خزانہ اور جواہرات عراق مین روانہ کر دیے۔ اس رقم کے پہونچنے کے بعد حجاج بہت خوش ہوا اس لیے کہ پوری دونی رقم خزانے مین داخل ہو گئی۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ حساب سے معلوم ہوا کہ اس فوج کشی کی بابت محمد بن قاسم کو کل چھ کرور درہم (ڈیڑھ کرور روپیہ کلدار) دیے گئے تھے۔ اور محمد بن قاسم کی طرف سے خزانے مین جو رقم داخل ہوئی وہ پوری بارہ کرور درہم (تین کرور روپیہ کلدار) تھی۔ اسنے جوش مسرت مین یہ جملہ زبان سے نکالا "اب ہمارا غصہ فرو ہوا۔ اور ہمارے دل کو تسکین ہوئی اس لیے کہ تین کرور روپیہ اور راجہ داہر کا سر ہمین نفع مین ملا[عہ]"

اس خزانے کی شہرت

ملتان کے بُت خانے مین عربون کو جو خزانہ ملا اُس کی دُنیا مین بڑی شہرت ہوئی۔ یہان تک کہ عربون کی عام اصطلاح مین اس شہر کا اصلی نام چھوٹ گیا۔ اور "فرج بیت الذہب" کے لقب سے شہرت پذیر ہوا[سہ]۔ اس خزانے پر جو بُت تھا اُس کی نسبت چچ نامہ کا بیان ہے کہ فتح کے وقت محمد بن قاسم نے اُسے بھی عراق روانہ کر دیا۔ بعد کے سیاحون اور معتبر شہادتون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدیم مندر مدتون تک قائم رہا۔ اور برابر لوگ دور دور سے اس کے درشن کو آیا کرتے تھے۔ لیکن سونے کی مورت کا تذکرہ کسی نے نہین کیا ہے۔ جس سے خیال کیا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے اُس کی جگہ اور کوئی

عہ چچ نامہ
عسہ فتوح البلدان بلاذری
سہ فرج بیت الذہب کے معنے سونے کے گھر کی برکت اور فتوح کے ہین۔

صورت قائم کر دی گئی ہو۔

ملتان کی مذہبی وقعت

ملتان قدیم ہند و دولت سندھ کا شمالی مستقر ہی نہ تھا بلکہ اہل ہند کا ایک بہت بڑا معبد بھی تھا۔ اُس کے مندرون کی نسبت عجیب عجیب قسم کے اعتقادات تھے۔ اور اُن کے سامنے بڑی خلوص نیت سے قربانیان کی جاتی تھین۔ لوگ مشرقی اور جنوبی ممالک ہند سے بڑے بڑے سفر طے کر کے ملتان مین آیا کرتے تھے۔ یہان دو بہت بڑے مندر تھے۔ ایک تو وہی خزانے والا جو خاص شہر کے اندر بڑے بڑے بازارون کے درمیان مین واقع تھا۔ اور ایک اور جو شہر کے باہر پہاڑیون کے دامن مین تھا۔

یہ دوسرا ثبت خانہ مغربی ہندوستان کا مرکز تھا۔ تمام اہل ملک کے دل مین اُس کی طرف سے بڑی عقیدت تھی۔ لوگ دور دور سے اس کے لیے نذرانے لے کے آیا کرتے تھے۔ گھرون کی بیٹھنے والیان اُس کے نام کی نذرین اور منتین مانتی تھین۔ اہل سندھ بڑے جوش و خروش سے اُس کے درشن کو جاتے تھے۔ اور اُس کے گرد طواف کرتے تھے۔ اور اُس کے پاس بیٹھ کے سر اور ڈاڑھیان منڈایا کرتے تھے۔ اس کے تزک و احتشام اور شان و شوکت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جس وقت مسلمانون نے ملتان پر قبضہ کیا ہے چھ ہزار پنڈے اُن کے ہاتھ مین گرفتار ہوئے جو اس ثبت خانے کی خدمت مین ہر وقت حاضر رہا کرتے تھے[عہ]۔ اہل سندھ و ہند ہر طرح کا قیمتی مال و اسباب جواہرات عود اور دیگر قسم کی خوشبوئین لا لا کے چڑھاتے تھے۔ اور اُس کی پوجا کے زمانے مین بے انتہا خلقت کا ہجوم ہو جاتا تھا۔ حاکم ملتان کے لیے یہ مندر ایک بڑی آمدنی کا ذریعہ تھا۔ جنوبی ہند کے زائر بہت کثرت سے خالص عود قماری لاتے تھے۔ اور اپنے دیوتا پر چڑھاتے تھے۔ اور یہ عود اس قدر قیمتی چیز تھا کہ فی من[عہ] دو سو دینار پر فروخت ہوتا تھا[سہ]۔ اس

عہ بلاذری عہ آج کل کا من نہین یہ نام اُس زمانے مین تھوڑے ہی وزن کا تھا۔ سہ مروج الذہب مسعودی۔

مندر مین دو مورتین رکھی تھین۔ اور مشہور تھا کہ اُن کے بنانے مین کسی طلسمی قوت سے بھی کام لیا گیا تھا۔ اس لیے کہ عام اعتقاد مین کوئی اُن مورتون کو چھو نہین سکتا کیتے کہ اگر کوئی اُن پر ہاتھ بھی رکھدیگا تو یہ بھی نہ معلوم ہوگا کہ اُسنے کسی چیز کو چھوا۔ گویا قوت لامسہ سلب ہو جاتی تھی۔ بادی النظر مین اِن مورتون مین سے ایک سونے کی اور ایک چاندی کی بنی ہوئی نظر آتی تھی اہل ہند کا اعتقاد تھا کہ ان مورتون سے جو دعا مانگی جاے فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ اِس مندر کے متصل ایک چھوٹا سا چشمہ نظر آتا تھا۔ جس سے زنگاری رنگ کا پانی جاری رہتا تھا۔ وہ نہایت ہی سرد ہوتا تھا۔ اور جو پتھر اس چشمے کے پاس تھے اُن کی نسبت کہتے تھے کہ زخمون کے لیے اکسیر کی خاصیت رکھتے ہین

لڑکیان جو دیوتاؤن کی نذر کیجاتی تھین۔

ایک بڑی شرمناک بات یہ تھی کہ عقیدت مند اہل سندھ اپنی اور اپنے خاندان کی اس مین عزت سمجھتے تھے کہ اپنی پیاری بیٹیون کو دیوتا کی نذر کر دین۔ ہزارہا لڑکیان ان بتون پر وقف تھین جن کا پیشہ زناکاری تھا۔ اُن کے لیے زنا عیب نہ تھا بلکہ فخر سمجھ کے کرتی تھین۔ ان کی زناکاری کی اُجرت پر مندر کے اکثر خدام اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور در اصل مندر کی آمدنی کا یہ ایک وسیع ذریعہ تھا۔ یہ لڑکیان آفت روزگار تھین۔ اور صدہا آدمی ان کی زلف گرہگیر کے اسیر ہوتے تھے۔ چنانچہ بعض مقیم سندھ عربون کے تقوی و طہارت مین بھی ان کے ہاتھون فرق آگیا۔

ف ہندوستان کے ہندؤن مین ایسا شرمناک رواج بالکل نہین ہے۔ اور غالباً یہان کے ناتجربہ کار نوجوان اس بیان کو غلط تصور کرین لیکن یہ کوئی حیرت کی بات نہین دکن کے ہندؤن مین آج تک یہ طریقہ باقی ہے۔ کوئی جگہ اُن بے شرم لڑکیون سے خالی نہین جو بعینہ مذکورہ طریقہ سے دیوتاؤن کی نذر کی گئی ہین۔ یہ مُرلیان کہلاتی ہین رنڈیون کی طرح زناکاری پر زندگی بسر کرتی ہین۔ اور اس مین بھی کسی قوم اور ملت کا لحاظ نہین کرتین۔ جس قوم اور جس ملت کا آدمی ہو اُن کا آغوش اُس کے لیے کھلا رہتا ہے۔

اور وہ بُت خانہ جس سے خزانہ نکلا تھا وہ تو مندر کا ہے کو ایک عالی شان قصر تھا۔ نہایت گھنی آبادی کے اندر اُس کا بلند گنبد آسمان سے باتین کرتا نظر آتا تھا۔ یہ خوشنما گنبد درمیان مین تھا۔ اور اُس کے گرد چارون طرف پوجاریون کے رہنے کے مکان بنے ہوئے تھے۔ مورت اُس درمیانی گنبد کے اندر ایک پختہ چبوترے پر گویا چار زانو بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس کو سُرخ کپڑے سے پہنائے گئے تھے اور اس کثرت سے کہ سوا آنکھون کے جسم کا کوئی حصہ نہین نظر آتا تھا۔ آنکھون کی جگہ دو جواہر جڑے ہوئے تھے۔ سر پہ سونے کا تاج تھا۔ مٹھیان کسی ہوئی تھین اور دونون ہاتھ زانو پر رکھے تھے۔[1]

محمد بن قاسم نے اپنی فیاضانہ رحمدلی سے ان مندرون مین کسی قسم کا دخل نہین دیا۔ بلکہ مسلمانون کے زمانے مین بھی برابر اُن کی پرستش جاری رہی۔ یہ جو کچھ حالات لکھے گئے اُسی زمانے کے ہین جب مُلتان مسلمانون کے قبضے مین تھا۔ اور مغربی سیاح اور جغرافیہ نویس بلاد سندھ کی سیر کو آتے رہتے تھے۔ چنانچہ ملتان کے مسلمان فرمان رواؤن کو حکومت عرب کے آخر زمانے مین یہان کے مندر سے بہت بڑا پولٹیکل فائدہ حاصل ہوتا تھا۔ جب کبھی زبردست ہندو راجہ حملہ کر کے ملتان کے فتح کر لینے کا ارادہ کرتے تھے تو مسلمان شہر کے پھاٹک بند کر کے حملہ آورون کو دھمکی دیتے تھے کہ اگر تم نے لڑائی سے ہاتھ نہ روکا تو ہم تمھارے دیوتا کو توڑ ڈالین گے اور اُس کی آنکھین پھوڑ دین گے۔ ان باتون کے سُنتے ہی ہندو راجہ کانپ اُٹھتے تھے۔ اور مجبور ہو کے واپس چلے جاتے تھے۔[2]

مُلتان کے بڑے بُت خانون کی نسبت ایک اور بڑا اپنے زمانے کا معتبر مورخ لکھتا ہے کہ سارے ہندوستان مین اُن دنون سات عظیم الشان مندر تھے جو ہمیشہ مرجع خاص و عام رہا کرتے تھے ملتان کا ایک مندر بھی اُنھین مین شمار کیا جاتا تھا۔ یہان[3] دو عالی شان مندر تھے

دوسرا مندر جس سے خزانہ نکلا تھا۔

مذکورہ مندرون کی نسبت ایک بڑے اپنے مورخ کا بیان۔

---

[1] احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم مصنفہ علامہ بشاری مقدسی۔ [2] مروج الذہب مسعودی
[3] مندرون کے متعلق پچھلے اور پہلے بیان مین اختلاف نظر آتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ

ایک مندر ایک پہاڑ کی گھاٹی مین تھا جس کی چوٹی سطح زمین سے ایک سو اسّی گز بلند تھی۔ اس کے درمیان مین ایک لوہے کی مورت رکھی تھی جس کا قد و قامت سات گز کا تھا۔ اس کے متصل پوجاریون اور تارک الدنیا جوگیون کے رہنے کو مکان بنے تھے۔ قریب ہی بھینٹ چڑھانے کے لیے قربان گاہین بنی تھین۔ لوگون کا بیان ہے کہ یہ مندر درشن کرنے والون سے کبھی خالی نہین پایا گیا۔ دوسرے مندر مین دو مورتین تھین۔ ایک کا نام جُنبکت تھا اور دوسرے کا زنبکت۔ یہ دونون مورتین پہاڑ کے پہلو مین چٹان سے کاٹ کے نکالی گئی تھین۔ اور نہایت ہی بلند تھے کہ تقریباً اسّی گز کی لمبی تھین۔ یہ مورتین دور دور سے نظر آتی تھین۔ اور درشن کرنے والے جب باہر سے آتے تھے تو راستے مین ان کی صورت نظر آتے ہی سجدے مین گر پڑتے تھے۔ اس امر مین یہان تک اہتمام تھا کہ اگر اتفاقاً کوئی سجدہ کرنا بھول گیا تو اُس کا فرض تھا کہ واپس جائے اور اُس مقام پر پہونچ کے جہان پہلے پہل مورت نظر آئی تھی سجدہ کر لے تو آگے بڑھے۔[ع]

ایک لائق مصنف ملتان کے بڑے مندر کے حالات مین لکھتا ہے کہ مین جن دنون سندھ مین موجود تھا ہندوستان سے ایک ہندو یہان کے بُت خانے کی زیارت کو آیا۔ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ اُس شخص نے تیل مین ڈوبی ہوئی روئی لی۔ بہت سی ٹوپی بنا کے سر پہ رکھ لی اور

عربی سیاح جو سندھ مین آتے بھی تھے تو کچھ تو تعصب سے اور کچھ اس خیال سے کہ اُن کے اعتقاد مین بُت خانے کی زیارت کو جانا بھی شرک ہے اندر جانے کا ارادہ نہ کرتے۔ اور اسی وجہ سے وہ ہندوؤن کے جو کچھ حالات دریافت کرتے تھے متوطن سندھ مسلمانون سے پوچھ لیا کرتے تھے۔ اور ان حالات مین اُن کو چنداں دلچسپی بھی نہ تھی کہ آزادانہ طور پہ خود مندر کے اندر جا کے دیکھ آتے۔ تاہم یہ کوئی بڑا اختلاف بھی نہین۔ ممکن ہے کہ متعدد مندر ہون۔ اور یہ دونون بیان دو جُداگانہ تحانون سے علاقہ رکھتے ہون۔

[ع] کتاب الفہرست۔

اُسے اپنی چوٹی مین باندھ لیا۔ کچھ ہاتھون کی اُنگلیون مین باندھی۔ اور مورت
کے سامنے کھڑے ہو کے ہر جگہ روئی مین آگ لگا دی۔ آگ کے لگتے ہی
سر و پا چراغان کی طرح اُس کا سارا جسم روشن ہو گیا۔ اور دم بھر مین جل کے مر گیا
اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اُس مندر مین جا کے خود اپنی قربانی بھی نئے
نئے طریقون سے کیا کرتے تھے۔

ملتان اور اُس کے توابع کا انتظام۔

الغرض محمد بن قاسم نے ملتان کو فتح کر کے انتظامات شروع کیے۔
جزیہ اور خراج کی رقمین مشخص کین۔ رعایا کو بتایا کہ اُن کے کیا حقوق خلافت
تسلیم کرے گی۔ اور اُن کو رقم سرکار ادا کرنے اور اطاعت کیشی سے بسر کرنے
مین کہان تک پابندی کرنا ہو گی۔ امیر داؤد نصر بن ولید عمانی والی ملتان
مقرر کیا گیا۔ پھر محمد بن قاسم نے حزیم بن عبد الملک تمیمی کو قلعۂ برہما پور مین ٹھہرنے
کا حکم دیا تا کہ وہان کا انتظام شایستگی سے کرے۔ اِس لیے کہ یہ قلعہ جو لب
دریائے جہلم واقع تھا ملتان کے بعد خود بخود مسلمانون کا مطیع ہو گیا تھا
نواح ملتان کی عام حکومت عکرمہ بن ریحان شامی کے ہاتھ مین دی۔ اور
احمد بن خزیمہ بن عتبہ مدنی کو قلعہ جات اجھتا اور کرور پر جو توابع ملتان
مین تھے حکمران مقرر کیا۔ اور خود چند روز کے لیے ملتان ہی مین قیام پذیر
ہو گیا۔ اس زمانے مین اُس کے ہمراہ تقریباً پچاس ہزار سوار تھے جو اسلحۂ
جنگ سے آراستہ تھے۔ اور کسی چیز کی کمی نہ تھی۔

پورا ملک سندھ فتح کر کے محمد بن قاسم آگے بڑھنے کا ارادہ کرتا ہے۔

اب سارا ملک سندھ فتح ہو چکا تھا۔ اور راے داہر کے کل مقبوضات
عساکر خلافت کے قبضے مین تھے۔ لیکن اِن متواتر فتوحات نے محمد بن قاسم
مین ایسی بے نظیر اُولو العزمی پیدا کر دی تھی کہ اُس کے دل کو یہ کسی طرح پسند نہ آیا
کہ بس اس ایک ملک ہی کے فتح کر لینے پر قناعت کرے۔ اُس کی رفتار
شمال کی طرف کشمیر کی حدود تک پہونچ گئی۔ اور ہمالیہ کے مہیب سلسلۂ کوہ
نے آگے بڑھنے سے روکا۔ اب سوا اُس کے کہ مشرق کی طرف رُخ کیا جائے
اور کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن ادھر ایک بڑا وسیع میدان جنگ نظر آتا تھا

ع۵ آثار البلاد قزوینی۔

جس مین قدم رکھتے ہی بڑی بڑی دشواریون کے پیش آنے اور بہت سی زبردست قوتون سے ٹکر کھانے کا اندیشہ تھا۔ محمد بن قاسم کی بلند حوصلگی نے ان سب دشواریون کو آسان کر لیا۔ اور دل مین ٹھان لی کہ جس طرح بنے سارا ہندوستان فتح کر لیا جائے۔ لیکن سندھ کی لڑائی ختم ہوتے ہی اتنی بڑی جرأت کر بیٹھنا اُس کے اختیار سے باہر تھا۔ یہ ممکن نہ تھا کہ دار الخلافت سے اجازت حاصل کیے بغیر اب وہ ایک قدم بھی آگے بڑھا سکے۔

دار الخلافت سے قنوج پر حملہ کرنے کی اجازت لی گئی۔

اُن دنون ہندوستان مین سب سے پرانا شاہی خاندان اور سب سے زبردست اور باوقعت تخت قنوج کے راجہ کا تھا۔ محمد بن قاسم نے اپنے حملون کا نشانہ بنانے کے لیے اُسی کو منتخب کیا۔ ایک تو اس خیال سے کہ قنوج کے بعد پھر کوئی سلطنت ہمارے مقابلے کی جرأت نہ کر سکے گی اور دوسرے اس غرض سے کہ قنوج مشرق مین اتنی دور ہٹ کے واقع ہوا ہے کہ وہان تک پہونچتے پہونچتے سارا ہندوستان ہمارا تابع فرمان ہو جائے گا اور دربار خلافت سے دوبارہ اجازت لینے کی ضرورت نہ لاحق ہو گی۔ یہ تجویز کر کے اُس نے اپنی کامل فتح کے حالات کے ساتھ قنوج کی دولت و حشمت اور وہان کے راجہ کی وقعت اور قوت کا حال دربار خلافت مین لکھا۔ اور مشرق کی طرف بڑھنے کی اجازت طلب کی۔ ولید بن عبد الملک نے اُس کی اُولوالعزمی کی داد دی اور بلا تامل حکم دیدیا کہ بے شک اب تم کو آگے بڑھنا چاہیے۔ خلیفہ نے اس خط کے ساتھ ایک خط اپنی طرف سے راجۂ قنوج کے نام لکھ کے محمد بن قاسم کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اس خط کو اپنے ایلچی کے ہاتھ قنوج روانہ کرو۔

اسلامی سفارت قنوج جاتی ہے۔

یہ حکم پاتے ہی محمد بن قاسم نے اس ذمہ داری کے نازک کام کے لیے ابوحکیم شیبانی کو منتخب کیا۔ جو شجاعت اور لیاقت دونون حیثیتون سے قابل انتخاب تھا۔ عرب سپہ سالار نے اس نامور افسر کو دس ہزار سوارون پر افسر مقرر کر کے قنوج کی طرف روانہ کیا۔ اور خلیفہ ولید بن عبد الملک کا

خط اُس کے سپرد کیا کہ پہلے یہ خط دینا اور جو جواب ملے اُسے لے کے فوراً میرے
پاس حاضر ہونا۔ زبانی بھی سمجھا دیا کہ تم اپنی طرف سے بھی اول تو تبلیغ اسلام
کرنا۔ مانے تو سبحان اللہ اور نہ مانے تو جزیہ اور اطاعت کی درخواست کرنا۔ ابو
حکیم شیبانی اپنی فوج لیے ہوئے مقام اودافر (اودے پور) تک گیا۔ مگر
وہان تک جانے مین اُسے تجربہ ہو گیا کہ اتنا بڑا لشکر لے کے قنوج جانا دشوار
ہے۔ اور سپاہیون کو بے انتہا تکلیف و زحمت ہوگی۔ اس خیال سے خود
تو اودے پور مین ٹھہر گیا۔ اور اپنی طرف سے زید بن عمرو کلابی کو روانہ کیا
اور اُس سے کہا مین تم کو ایک دینی سفیر بنا کے قنوج روانہ کرتا ہون وہان
جا کے قنوج کے راجہ سے یہ بھی کہنا کہ سمندر سے لے کے حدود کشمیر تک تمام
راجاؤن اور سردارون نے اسلام کی عظمت و قوت کے آگے سر جھکا دیا۔ اور
سب سپہ سالار افواج عرب عماد الدین محمد بن قاسم کے تابع فرمان ہین بعض
نے اسلام قبول کیا۔ اور بعض دربار خلافت کو خراج ادا کر رہے ہین۔

محمد بن قاسم حد کشمیر تک گیا اور اپنی سرحد مضبوطی سے قائم کی۔

زید بن عمرو کلابی نے اودے پور سے قنوج کی راہ لی۔ اور جب تک
قنوج کی سفارت آ کے آئے محمد بن قاسم نے اپنی فوج لے کے اور آگے قدم بڑھایا
اور خاص حدود کشمیر کے پاس اُس مقام کو جا کے معائنہ کیا جہان پر راجہ داہر
اور راجہ کشمیر کی سرحد ملی ہوئی تھی۔ دریاے جھیلم کے ابتدائی پانچ چشمے اسی
مقام سے جاری ہوئے ہین۔ اور یہین پر سلائج کے بیٹے چچ نے اپنی سرحد
کے متمائز کرنے کے لیے درختون کی ایک قطار لگائی تھی۔ یہ مقام فی الحال
ریاست کشمیر کی سرحد پر نہین بلکہ اُس کے اندر واقع ہے۔ محمد بن قاسم نے وہان
پہونچ کے اُن نشانات سرحد کو پھر نیا کر دیا تاکہ مسلمانون کو ہمیشہ معلوم رہے
کہ اُن کی سلطنت اس مقام پر آ کے تمام ہوئی ہے۔ یہ کارروائی کر کے وہ پھر
ملتان مین واپس آیا۔ اور قنوج سے سفارت کے واپس آنے کا انتظار
کرنے لگا۔

دربار قنوج سے سفارت کا جواب۔

قنوج پر ان دنون راے جیتل راے کے بیٹے ہرچند کی حکومت تھی جو
ہندوستان کے تمام راجاؤن مین سر برآوردہ اور زبردست تھا۔ تمام ہندو

سلطنتین اُس کے آگے سر جھکاتی تھین۔ اور اُس کی عظمت کو مانتی تھین۔ صدیان
گزر گئی تھین کہ اس ویسی زبردست سلطنت کے فرمان رواؤن کے خیال
مین بھی یہ بات نہین گزری تھی کہ کوئی قوت اُن کے مقابلہ یا اُن پر فوج کشی
کرنے کا نام بھی لے سکتی ہے۔ یہ اسلامی سفارت جب راے ہرچند کے
دربار مین پہونچی تو اُس نے خلیفۂ اسلام ولید بن عبد الملک کا خط کھول کے
پڑھوایا۔ اور نہایت برہم ہو کے جواب دیا "یہ ملک تقریباً ایک ہزار چھ سو
برس سے ہمارے زیر فرمان ہے۔ ہماری حکومت بہت قدیم ہے اور اس
قدامت کے ساتھ ہمیشہ ہماری دھاک بیٹھی رہی۔ کبھی کسی دشمن کو اتنی جُرأت
نہ ہوئی کہ ہماری سرحد مین قدم رکھ سکے۔ جب ہماری ایسی قوت اور ایسی
وقعت ہے تو تم لوگ اگر ایسی بیہودگیان اور ایسے محال و بے سروپا ارادے
اپنے دل مین پیدا کرو تو مجھے کچھ پروا نہین۔ یہ امر مناسب ہے کہ ایک
ایلچی قید خانے مین بھیجا جاے۔ ورنہ اس گفتگو اور اس غیر ممکن دعوے کی
پاداش مین تم ایسی ہی سزا کے مستحق ہو۔ یہان کے اور راجہ اور حکمران اگر تمہاری
بات سُن لین تو سُن لیا کرین مگر مین ایسی بات نہین سُن سکتا۔ اب تم اپنے
آقا کے پاس واپس جاؤ اور کہو اس مین شک نہین کہ ہم آپس مین لڑتے
بھڑتے رہتے ہین جس کی غرض صرف اس قدر ہے کہ مشق سپہگری زندہ رہے
اس سے یہ نہ سمجھو کہ ہماری باہمی لڑائیون سے تمکو کچھ فائدہ حاصل ہو سکے گا
بس اب لڑائی ہی فیصلہ کرے گی یا تو مین فتحیاب ہون گا اور یا تم مجھ پر
غالب ہو گے۔ صلح و جنگ کا اُسی وقت فیصلہ ہو گا جب لڑائی سے ایک
کو دوسرے کی عظمت کا امتحان ہو جاے گا"

محمد بن قاسم نے قنوج پر حملہ کا پورا ارادہ کرلیا

راے ہرچند کا یہ پیغام جب محمد بن قاسم کو پہونچا تو اُس نے اپنے
تمام افسرون۔ معزز لوگون۔ سپہ سالارون۔ اور نبرد آزماؤن کو بلا کے ایک
صحبت مین جمع کیا۔ اور سب کی طرف مخاطب ہو کے کہا "خدا کی مہربانی اور
تائید آسمانی سے اس وقت تک برابر ہندوستان کے راجاؤن کو شکست
دی گئی۔ اور ہمیشہ اسلام ہی کی فتح ہوئی۔ اب ہمین اس کافر کے مقابلے کی

نوبت آئی ہے جو اپنی فوج اور اپنے ہاتھیون کے زعم مین پھولا نہین سماتا۔ تم سب پر واجب ہے کہ خدا کی تقویت و تائید پر بھروسہ کر کے آمادہ اور تیار ہو جائیے ہم کو یقین ہے کہ ہم اُسے بہت جلد مغلوب کر لین گے اور اُس پر غالب و فتحیاب ہون گے۔" جوان ہمت سردار کی یہ تقریر سُنتے ہی سب لوگ مرنے اور جان دینے پر تیار ہو گئے۔ حملہ آور آگے کی طرف کوچ کرنے کا سامان ہونے لگا۔ اور محمد بن قاسم نے بے تکلف اشتہار جنگ دے دیا۔[۱]

جحاج مر گیا

محمد بن قاسم نے ۹۵؁ھ مین ملتان کو فتح کیا تھا۔ فتح کے بعد ابھی وہ ملتان ہی مین تھا کہ اسی سال کے اختتام پر اُسے اپنے مہربان چچا حجاج کے مرنے کی خبر پہونچی جس نے شوال ۹۵؁ھ مین عالم فانی کو رخصت کیا تھا۔ اس خبر نے اُسے حد سے زیادہ پریشان و افسردہ خاطر کر دیا۔ ہمیشہ ایسے موقعون پر جن پولٹیکل تغیرات کا اندیشہ ہوا کرتا ہے اُنکے خوف سے محمد بن قاسم بہت ہی متردد ہو گیا۔ گو اُسے ولید بن عبد الملک کے دربار سے کسی قسم کے ضرر اور نقصان کا اندیشہ نہ تھا تاہم یہ اندیشہ بہت سخت تھا کہ دیکھیے حکومت بصرہ کس کے ہاتھ مین دی جاتی ہے۔ اور میرے ساتھ نئے آنے والے والی بصرہ کا کیسا برتاؤ رہتا ہے۔ ان افکار نے یہان تک ستایا کہ اُس نے آگے بڑھنے کا ارادہ ملتوی کیا۔ اور ملتان چھوڑ کے ثغور مین واپس آیا۔ اس شہر کو وہ پہلے ہی فتح کر چکا تھا۔ یہان آنے سے اُس کی غرض یہ تھی کہ مستقر خلافت سے حتے الامکان قریب ہو جائے۔

ثغور مین پہونچ کے محمد بن قاسم نے یہان کے لوگون کو بہت کچھ انعام و اکرام دیا اور ٹھہر کے اخبار دار الخلافت کا انتظار کرنے لگا۔ حجاج کی موت نے اگرچہ محمد بن قاسم کا حوصلہ پست کر دیا تھا تاہم نوعمر شیر عرب ایک ایسا اولو العزم شخص تھا کہ اُس سے اب بھی بیکار نہ

[۱] چچ نامہ۔

بیلمان پر حملہ ہوا اور اہل شہر نے اطاعت کی

بیٹھا گیا۔ تغزور مین بیٹھے بیٹھے جب دل گھبرایا تو شہر بیلمان پر ایک فوج
روانہ کر دی۔ اقبال ہنوز یاوری پر تھا کہ فوج کو اسلحہ سے کام لینے کی
بھی ضرورت نہ ہوئی۔ اور اہل بیلمان نے بے لڑے بھڑے سر اطاعت
جھکا دیا۔ اور دولت اسلام کے تابع فرمان ہو گئے۔ جب بیلمان والون
نے اطاعت قبول کی تو شہر سرست کے لوگون نے بھی حاضر ہو کے اظہار
اطاعت کیا۔ شہر سرست متوکل باللہ عباسی کے زمانے مین بحری عساکر
بصرہ کا جولانگاہ تھا۔ اور اُن کے جہاد کا ایک معمولی نشانہ بنا رہتا تھا
وجہ یہ تھی کہ سرست کے رہنے والے مردم آزار ڈاکو تھے۔ اور انہیں اس
مذاق مین اس قدر سخت اور مضبوط تھے کہ ہزار کوشش کی جاتی تھی مگر وہ
سمندر کی رہزنی کا سلسلہ کسی طرح موقوف ہی نہین ہونے دیتے تھے۔

محمد بن قاسم نے کیرج کو حملہ کر کے فتح کر لیا

جب محمد بن قاسم نے دیکھا کہ یہ شہر باسانی فتح ہو گئے تو اُس نے
اپنی بلند حوصلگی کا ایک اور زبردست نمونہ دکھایا۔ اس مرتبہ اُس نے
کسی افسر کو نہین روانہ کیا بلکہ خود ہی فوج لے کے شہر کیرج ع پر حملہ آور ہوا
یہان کا فرمان روا راجہ دوہر جس کا شمار بھی ہندوستان کے قوی حکمرانون
مین تھا۔ عساکر اسلام کے مقابل مین آکے صف آرا ہوا۔ ایک سخت اور قسمت
پلٹ دینے والی لڑائی ہوئی۔ محمد بن قاسم نے خوب داد شجاعت دی۔ اور جوہر مردانگی
دکھا کے دوہر کی فوج کو شکست دی۔ اہل ہند پسپا ہوئے اور شہر پر مسلمانون کا
قبضہ ہو گیا۔ بہادر ہندو سپاہی شہر چھوڑ چھوڑ کے نکل گئے۔ خود راجہ کی نسبت
نہین معلوم کہ اُس غریب کا کیا حشر ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ غیرت مند راجہ نے
عربون سے مقابلہ کر کے عین معرکہ جنگ مین جان دی۔ چنانچہ اس واقعہ کی

ع کیرج وہی شہر ہے جسے چچ نامہ کا مصنف کورج لکھتا ہے۔ جہان کے راجہ دروہر یا دوہر نے اپنی بہن
جانکی پر تہمت لگانے پر گوپی کے ساتھ دغا کرنے کا ارادہ کیا تھا عربی مین حرف "د" اور "ی"
ایسے تغیر پذیر حروف ہین کہ کبھی نا دانستگی سے نحوی قواعد عجمی الفاظ مین بھی تصرف کر کے اُن کو بگاڑ
دیا کرتے ہین۔ کیرج اور کورج کا تبادلہ غالباً اسی وجہ سے ہوا ہے۔

تصدیق اس شعر سے ہوتی ہے جو کسی ایسے سپاہی کے جوش جوانمردی کو ظاہر کرتا ہے جس نے خود اس معرکہ مین شریک ہوکے جوہر شجاعت دکھایا تھا[عہ]

نحن قتلنا داہرًا ودوہرًا   والخیل تردی منسرًا فمنسرًا

(ہم نے داہر اور دوہر دونوں راجاؤن کو قتل کیا اور اُس وقت میدان کا یہ حال تھا کہ گھوڑے گویا نسر طائر تھے کہ اپنی ٹاپون سے برابر چونچ پر چونچ مار رہے تھے)۔

ولید بن عبدالملک کی وفات

حجاج کو مرے تقریباً آٹھ ہی مہینے ہوئے تھے کہ جمادی الثانی ۹۶ھ مین ولید بن عبدالملک بھی رہگرا سے عالم جاودان ہوا جو حجاج اور اُس کے خاندان کا اپنے تمام عہد مین بڑا مربی رہا تھا۔ ولید نے اپنے آخر عہد مین حجاج کے مرنے سے پہلے ارادہ کیا تھا کہ اپنے بھائی سلیمان کو تخت و تاج سے محروم کر دے جسے خود عبدالملک ولید کے بعد حکمرانی کے لیے نامزد کر گیا تھا۔ اور جس کے لیے ولید کی خلافت سے پہلے ہی بیعت لی جاچکی تھی۔ ولید نے اپنے زمانے مین کوشش کی کہ اُسے محروم کرکے اپنا ولی عہد اپنے بیٹے عبدالعزیز کو قرار دے۔ اس بارے مین سلیمان کو لکھا گیا کہ ولی عہدی سے باز دعوی داخل کر سگر وہ اپنی اتنی بڑی سلطنت سے کیونکر دست بردار ہوسکتا تھا صاف انکار کردیا۔ جب سلیمان کی طرف سے انکار ہوا تو ولید نے اس امر کی کوشش شروع کی کہ ممتاز اہل الراے اور صاحب اثر لوگون سے کثرت راے حاصل کرکے سلیمان کو ہٹا دے۔ اور اپنے بیٹے عبدالعزیز کے لیے سند خلافت خالی کرلے۔ اس غرض کے لیے اُس نے تمام والیان ملک اور معززین اسلام سے راے طلب کی۔ حجاج بن یوسف اور اُس کے وابستگان دامن قتیبہ و محمد بن قاسم نے ولید کی راے سے اتفاق کیا مگر اس امر کی تکمیل نہ ہونے پائی تھی کہ حجاج مرگیا۔ اور حجاج کے بعد بھی ولید کو سلیمان کی بیعت توڑنے کا موقع نہ ملنے پایا تھا کہ مرض موت نے اُس کا دامن پکڑا اور ولی عہدی کا خطاب سلیمان ہی کے قبضے مین چھوڑ کے وہ مرگیا[عہ]

عہ فتوح البلدان بلاذری۔   عہ ابن خلدون۔

بارھوان باب

محمد ابن قاسم کا انجام

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک

سلیمان بن عبدالملک جب بھائی کے مرنے کے بعد وارث تخت خلافت ہوا تو اُس کے خیال مین شاید حجاج سے زیادہ کوئی شخص اُس کے حقوق اور اُس کے اغراض کا دشمن نہ تھا۔ اس بات کا اُسے انتہا سے زیادہ صدمہ ہوا کہ اُس کے تخت نشین ہونے سے آٹھ مہینے پہلے حجاج بن یوسف نذر اجل ہو چکا تھا۔ اور اُس محفوظ مقام مین پہونچ گیا تھا جہان تک اُس کے دست ستم کی کسی طرح رسائی نہین ہو سکتی تھی

خاندان حجاج سے سلیمان کا عناد۔

سلیمان کے پُرغضب دل نے جب حجاج کو نہ پایا تو ارادہ کر دیا کہ اگر حجاج نہین ہے تو اپنا انتقام اُس کے اعزا و اقارب اور اُس کے وابستگان دامن سے لے خصوصاً قتیبہ اور محمد بن قاسم سے جو حجاج کے ہاتھ پاؤن اور اُس کے نامور متعلقین مین تھے۔ اور ان مین بھی زیادہ تر محمد بن قاسم سے جو حجاج کا ابن عم بھی تھا اور داماد بھی تھا۔ اس ظالمانہ غرض کے حاصل کرنے کے لیے سلیمان نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی یزید بن مہلب کو والی عراق مقرر کیا جو حجاج کے دشمنون مین تھا۔ اور سب سے زیادہ بے رحمی یہ کی کہ ایک خارجی المذہب شخص صالح بن عبد الرحمن کے ہاتھ مین خراج وصول کرنے کی خدمت دی۔ جس سے زیادہ سخت انتقام لینے والا خاندان حجاج سے کوئی نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے کہ حجاج نے ہر جگہ خوارج کو پسپا کر کے تباہ برباد کر دیا تھا اور خاصتہً صالح کا بھائی آدم حجاج کے ہاتھ سے مارا جا چکا تھا۔ ان دونون ناخدا ترس لوگون کے ہاتھ مین اختیارات دے کے سلیمان نے حکم دیدیا کہ نسل عقیل یعنے خاندان حجاج کے لوگ برابر ماخوذ کر کے قتل کیے جائین۔ یزید بن مہلب کا بھائی عبد الملک بن مہلب اِس خونریزی کے کام پر بالاستقلال مقرر کیا گیا جو حجاج کے اعزا کو پکڑ پکڑ کے طرح طرح کے عذابون مین مبتلا کرتا تھا۔ عہ

سلیمان نے اِس خونریزی کا اذن عام دیتے ہی محمد بن قاسم کو بے خطا و قصور

عہ فتوح البلدان و ابن اثیر۔

محض ذاتی عناد پر ولایت سندھ سے معزول کردیا۔ اور اُس کی جگہہ یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو مقرر کرکے روانہ کیا۔ یزید نے فوراً سامان سفر کیا اور چند ہی روز مین داخل سندھ ہوگیا۔ وہان پہونچتے ہی اُس نے محمد بن قاسم کو گرفتار کرلیا۔ مجرمون کی طرح ٹاٹ کے کپڑے پنہائے۔ ہاتھ پاؤن مین زنجیرین ڈال دین۔ اور معٰویہ بن مہلب کی حراست مین عراق کی طرف روانہ کیا۔ اس وقت محمد بن قاسم کو زمانے کی نا قدری کا خیال آیا اور بے اختیار اُس کی زبان پر یہ شعر جاری ہوگیا عـہ

محمد بن قاسم معزول کرکے گرفتار کرلیا گیا

اضاعونی وای فتیً اضاعوا ۔ لیوم کریھۃ وسداد ثغر

(لوگون نے مجھے ضائع کردیا! اور کس جوان کو ضائع کیا! وہ جوان جو مصیبت کے دن کام آئے۔ اور حدود کی مضبوطی کے لیے نہایت مناسب تھا)

فارسی اور انگریزی مورخین نے محمد بن قاسم کی معزولی کا بالکل ایک نیا قصہ بیان کیا ہے عـہ وہ یہ کہ راجہ داہر جب مارا گیا تو اُس کی دو حسین و نازنین بیٹیان مسلمانون کے ہاتھ مین ماخوذ ہوئین۔ ان مین سے ایک کا نام سورج دیوی اور دوسری کا پرمل دیوی تھا۔ محمد بن قاسم نے ان لڑکیون کو بہ حفاظت تمام حبشی غلامون کی حراست مین بغداد عـہ روانہ کیا۔ خلیفہ عـہ وقت نے ان کو چند روز تک آرام لینے کے لیے اپنی

محمد بن قاسم کی معزولی کی نسبت فارسی اور انگریزی مورخون کا عجیب بیان

عـہ فتوح البلدان۔

عـہ اس قصے کو تمام مورخین فارسی نے چچ نامہ سے نقل کیا ہے لہذا ہم بھی اس کو چچ نامہ ہی سے پورا نقل کیے دیتے ہین تاکہ اس کی صحت اور غلطی کے اندازہ کرنے کا اچھی طرح موقع مل سکے۔

عـہ اس قصہ کے بے سر و پا ہونے کا پہلا ثبوت یہی ہے کہ لکھا جاتا ہے وہ بغداد روانہ کی گئین۔ حالانکہ بنی اُمیہ کے آخر عہد تک دمشق ہی دار الخلافت رہا۔ بغداد کا دار الخلافت ہونا درکنار اُس وقت تک اس نام کا کوئی شہر ہی نہ تھا۔ بغداد کو بنی عباس کے دوسرے خلیفہ ابو جعفر منصور نے آباد کیا ہے۔

للعـہ اس خلیفہ کی نسبت مسٹر الفنسٹن لکھتے ہین کہ یہ بنی اُمیہ کے خاندان کا چھٹا خلیفہ ولید بن ولید تھا۔ اس نام کا کوئی خلیفہ بنی اُمیہ مین نہین ہے شاید اس سے مراد ولید بن عبد الملک ہے جس کی طرف فرشتہ نے بھی اس واقعہ کو منسوب کیا ہے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے اسلیے کہ محمد بن قاسم کی معزولی قطعی طور پر اور معتبر سے معتبر مورخین کے نزدیک سلیمان بن عبد الملک کے عہد مین ہوئی

حرم سرا مین بھیجدیا۔ اس کے بعد خلیفہ کو خود ہی یہ لڑکیان یاد آئین اور اُس کے حکم
سے سامنے لاکے پیش کی گئین۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک نے مترجم سے کہا ان سے
پوچھو کہ "تم دونون مین بڑی کون ہے"۔ سورج دیوی نے کہا "مین بڑی ہون"۔ خلیفہ
نے بڑی بہن کو اپنی خلوت مین بُلایا اور چھوٹی کو دوسرے وقت کے لیے اُٹھا رکھا
اب سورج دیوی نے اپنا گھونگھٹ جو کھولا تو خلیفہ اُس پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا
اور اس شاہزادی کی بیتاب نظر نے اُسے مجنون بنا دیا۔ بیتابی کے ساتھ اُس نے
جب سورج دیوی کو اپنی طرف کھینچا تو وہ کھڑی ہو گئی۔ اور با ادب عرض کیا "مین بادشاہ
کے بستر راحت کے قابل نہین ہون۔ اس لیے کہ محمد بن قاسم نے ہم دونون کو تین
دن تک اپنی خلوت مین رکھ کے حضور کے عشرت سرا مین بھیجا ہے۔ شاید یہان ایسا
دستور ہو۔ مگر بادشاہون کو تو ایسی رُسوائی کا متحمل نہ ہونا چاہیے"۔ خلیفہ تو اُس کے
حُسن پر دیوانہ ہو ہی رہا تھا یہ جملہ سُنتے ہی اُس مین اتنی تاب نہ رہی کہ ذرا تحقیقات
بھی کرلے۔ فوراً قلم دوات طلب کیا اور خاص اپنے ہاتھ سے لکھ کے یہ حکم نامہ
جاری کر دیا کہ "محمد بن قاسم جہان کہین ہو اپنے آپ کو بیل کی کچی کھال مین سلوا کے
دار الخلافت مین پہونچائے"۔ محمد بن قاسم اُودے پور عـہ مین تھا کہ اُسے یہ منشور خلافت
ملا۔ اُس نے نہایت ہی اطاعت کیشی کے ساتھ فرمان خلافت کے آگے سر جھکا دیا
اور لوگون کو حکم دیا کہ "حسب الحکم خلیفہ مجھے کچی کھال مین سی کے صندوق مین
بند کر دو اور دار الخلافت کی طرف روانہ کر دو"۔ تمام عہدہ دار جو مختلف مقامات
پر مامور کیے گئے تھے سب اپنے اپنے مستقر پر رہے اور محمد بن قاسم کے جسم
کا پارسل خلیفہ کے دربار مین پہونچا۔ عرض بیگی نے عرض کیا کہ "محمد بن قاسم اُسی
طریقہ سے جس طرح حکم ہوا تھا حاضر ہوا"۔ خلیفہ نے پوچھا "زندہ ہے یا مر گیا؟"

عـہ اُس عہد سے آج تک قریب قریب محال ہے کہ دو بہنین ایک ہی مسلمان سے ہم بستر ہو سکین۔ ولید کی نسبت ایسا اتہام کسی طرح قیاس مین نہین آ سکتا۔

عـہ یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ خود چچ نامہ ہی کے بیان سے محمد بن قاسم اُودے پور نہین گیا تھا۔ بلکہ وہ ملتان ہی مین مقیم تھا۔ اُودے پور مین صرف وہ سفیر گیا تھا جو خلیفہ کا خط لے کے قنوج روانہ کیا گیا تھا۔

عرض کیا گیا کہ "کھال میں سیے جانے کے دوسرے دن اُس نے جان دی اور راستہ مین نذر اجل ہوا"۔ خلیفہ نے صندوق کھولا اور لڑکیون کو اپنے سامنے بلوایا۔ اُسوقت ایک ہری ٹہنی اُس کے ہاتھ مین تھی۔ اُسی ٹہنی سے لاش کے چہرے کی طرف اشارہ کر کے خلیفہ نے داہر کی بیٹیون سے کہا "لڑکیو۔ دیکھو تمام لوگ میرے حکم کی کیسی تعمیل کرتے ہین یہ احکام جب قنوج[۱] پہونچے تو محمد بن قاسم نے فوراً اپنی قیمتی جان میرے حکم پر قربان کر دی"۔ اتنا سُنتے ہی پُرفن جانکی[۲] نے چہرے پر سے نقاب اُلٹی تعظیماً خلیفہ کے سامنے زمین کو چُوما۔ اور عرض کرنے لگی "خدا خلیفہ کو جوہر دانائی سے آراستہ کرے۔ مناسب یہ ہے کہ بادشاہ ہر امر کو اسباب کی کسوٹی پر پرکھلیا کرنے۔ اور دوست و دشمن کی زبان سے جو کچھ سُنے اُسے قیاس کے کانٹے مین تول لے۔ محمدؐ بن قاسم نے ہماری عزت کی نگہداشت کی۔ ہمارے ساتھ بھائی یا بیٹے کا سا برتاؤ کیا۔ اور کبھی ہمارے جسم مین ہاتھ تک نہین لگایا۔ مگر اُس نے بادشاہ سندھ کو قتل کیا تھا۔ ہمارے آبا و اجداد کی سلطنت تباہ و برباد کر دی تھی۔ اور ہمین شاہی کے درجہ سے کھینچ کے غلامی کے درجہ پر پہونچا دیا تھا۔ ہمارے دل مین انتقام لینے کی آگ بھڑک رہی تھی جس کے لیے اِس سے عمدہ کوئی تدبیر نہ تھی کہ ایک جھوٹ واقعہ ہم نے بادشاہ کے سامنے بیان کر دیا اور اپنی غرض پوری کر لی۔ یہ تہمت لگا کے ہم نے محمد بن قاسم سے اپنا انتقام لے لیا۔ اگر خلیفہ ایسا قطعی حکم نافذ کرنے مین ذرا تامل کرتا۔ اور جوش غضب مین تحقیقات سے قطع نظر نہ کر لیتا تو اُسے اِسوقت اسطرح پچھتانا نہ پڑتا اور اپنے کیے پر اتنی بڑی ندامت نہ ہوتی۔ اور اگر محمدؐ بن قاسم بھی ذرا دانائی سے کام لیتا اور سفر کر کے یہان چلا آتا۔ اور یہان آ کے اپنے آپ کو کچی کھال مین سلواتا تو بعد تحقیقات چھوڑ دیا جاتا۔ اور یون بے خطا و قصور اپنی جان نہ دیتا"۔ یہ سُن کے

[۱] قنوج کیسا؟ محمد بن قاسم دراصل تو مُلتان مین تھا خیر اِس روایت مین اُدھے پور بیان کیا گیا مگر یہان تک بیان کر کے وہ بھی بھول گیا اور اودے پور سے قنوج ہو گیا!

[۲] یہ بھی اختلاف بیانی ہے کہ پہلے اُس لڑکی کا نام سورج دیوی بتایا گیا اور اب جانکی بتایا جاتا ہے۔

کے خلیفہ کو بڑا صدمہ اور افسوس ہوا - جوش غضب مین وہ اپنا ہاتھ کاٹنے لگا خلیفہ
کو اِس قدر غضب آلود دیکھ کے جانکی نے پھر زبان کھولی اور کہا " بادشاہ سے بڑی
بھاری غلطی ہوئی - صرف دو لونڈیون کے کہنے پر اُسنے ایک ایسے شخص کو قتل کر ڈالا
جس نے ہماری سی ایک لاکھ حسین ونازنین لونڈیان گرفتار کر لین - اور ستر راجاؤن
کو جو ہندوستان مین حکمران تھے تخت سلطنت سے آغوش لحد کے سپرد کر دیا - جس نے
مندر منہدم کر کے مسجدین تعمیر کین - اُن مین منبر قائم کیے - اور مینار بنا دیے - اگر محمد بن قاسم
کسی ادنے گناہ یا معمولی غفلت یا غلطی کا مرتکب ہوا ہوتا تو بھی اِس کا مستحق نہ تھا کہ ایک خود
غرض دشمن کے کہنے پر یون ہلاک کر ڈالا جائے " خلیفہ اِس قدر برہم تھا کہ یہ بیان
سُن کے اُس نے اُن لڑکیون کو اپنے سامنے ہی کھڑے کھڑے دیوار مین چنوا دیا -
اور ایک پچھلے زمانہ کے مورخ کا بیان ہے کہ وہ لڑکیان گھوڑے کی دُم مین باندھ کے
کھنچوائی گئین جس کی تکلیف سے اُنھون نے جان دی - اور آخر مین اُن کی لاش دریائے
دجلہ مین بہا دی گئی - اور محمد بن قاسم کی لاش قبرستان دمشق مین دفن کر دی گئی ؏
اِس پر ایک یوروپین مصنف صاحب ؏ نے یہ ترقی کی کہ فرماتے ہین " خلیفہ نے محمد بن
قاسم کی قبر پر ایک عالیشان مقبرہ بنوا دیا جو مدتون دمشق مین نظر آتا رہا "

اِس قصہ کی شہرت

یہ قصہ صرف چچ نامہ کے بیان پر تمام مشرقی بلاد مین اور فارسی مورخون
کے نزدیک اِس قدر مشہور ہوا کہ آج کوئی فارسی مصنف نہ ملے گا جس نے اپنی کتاب
مین اِس کو درج نہ کیا ہو - حتی کہ تاریخ فرشتہ مین بھی موجود ہے جس کا مصنف
بمقابل دیگر فارسی مورخون کے کسی قدر تحقیق سے بھی کام لیتا ہے - انگریزی مورخین مین
سے جن لوگون کا ہاتھ صرف فارسی خزانون تک پہونچا ہے اُنھون نے بھی پورے یقین
و اعتماد کے ساتھ اِس کو نقل کر دیا - اِسی کا نتیجہ ہے کہ مسٹر الفنسٹن اپنی تاریخ مین
لکھتے ہین کہ " تمام مسلمان مورخ اِس پر متفق ہین " تاریخ الفنسٹن مدتون ہندوستان
کے کورس مین رہی جس کی وجہ سے اس قصہ کو اس حد تک شہرت ہوئی کہ ہندوستان

؏ میر معصوم ؏ یہ بیان بھی غلطی سے خالی نہین کہ ایک ہی واقعہ کی دو باتون مین سے ایک
بورا دمین اور ایک دمشق مین بتائی جاتی ہے ؏ دیکھو " پرسنل آبزرویشن آن سندھ "
مصنفہ مسٹر پوسٹن -

کے ہر ہر بچہ کی زبان پر ہے - لیکن مغربی ممالک اور عربی مصنفین اِس واقعہ سے اُسی قدر ناآشنا ہین جس قدر کہ فارسی مورخون اور انگریزی حکومت کی بدولت ہندوستان مین اِس کی شہرت ہے -

عربی تاریخ دیکھنے والون کو اس واقعہ سے انکار ہے

چنانچہ جن لوگون کی نظر عربی تاریخون تک پہونچی ہے اُن کو اِس واقعہ سے قطعاً انکار ہی کرتے ہین - سرہنری ایلیٹ سے زیادہ تحقیق اِس معاملہ مین شاید کوئی انگریزی مورخ نہ کرسکا ہوگا اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ عربی کی اُن تاریخون پر اُن کی بھی پوری نظر نہین پڑی جن کی بدولت زمانۂ خلافت کے مفصل حالات کا وہ اندازہ کرسکتے تاہم سندھ کے متعلق حالات جہان کہین مل سکے ہین انھون نے فراہم کردیے ہین - اور اِس وجہ سے اُن کو سندھ کے تمام مورخین پر ترجیح ہے - وہ لکھتے ہین "محمد بن قاسم کے موت کے بارے مین اختلاف ہے - لیکن اِس کو ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ فتوح البلدان کا بیان بہ مقابلہ چچ نامہ کے جس کی متابعت تمام متاخرین نے کی ہے زیادہ تر قرین قیاس ہے " یہی لائق مصنف چچ نامہ کا قصہ نقل کرکے لکھتا ہے " اِس تمام کہانی مین بہ نسبت حقیقت اور واقعہ ہونے کے زیادہ تر داستان کی بوآتی ہے "

اسلامی تاریخ مین عربی مصنفون کی وقعت

اسلامی تاریخ اور بخصوص قرون خلافت کے حالات کے متعلق جو وقعت عربی مورخون کو حاصل ہے وہ کسی زبان کے مورخون کو نہین حاصل ہو سکتی - وہ ہر واقعہ کو اپنے معتبر ذرائع روایت سے لیا کرتے ہین اور اتنی تحقیق و تنقید سے کام لیتے ہین کہ کسی کو بہ مشکل جرات ہو سکتی ہے کہ اُن لوگون کے بیان پر حرف رکھ سکے علاوہ برین زمانۂ خلافت مین جتنے راوی اور رپورٹر تھے اُن سے کچھ لینے اور نقل کرنے کا اگر موقع مل سکتا تھا تو عرب کے قدیم صاحب تحقیق مورخون کو جو خود اُسی زمانہ مین کتب تاریخ مرتب کر رہے تھے - برخلاف اِس کے فارسی زبان مین کئی صدیون کے بعد تصنیف و تالیف کا سلسلہ پڑا - اِس زبان کے مورخین اگر اُس زمانے کے حالات لکھین تو اُسی حد تک قابل اعتبار و تسلیم ہو سکتے ہین جہان تک کہ قدیم عرب مورخون سے نقل کرین یا اُن کے موافق ہون -

عربی تاریخین اس قصہ سے خالی ہین

اِس واقعہ کے متعلق ایک بھی عربی شہادت نہین پیش کیجا سکتی - اُس عہد کے واقعات کا سب سے بڑا ذخیرہ تاریخ طبری ہے جس مین ہر قسم کی رطب و یابس روایات

جمع ہین اور گویا اِس بات کے لیے ایک کامل معیار ہے کہ اُس عہد مین اگر کوئی
ضعیف قصہ بھی فاتحون مین شہرت پذیر ہوا تو اُس مین ضرور موجود ہوگا عـ۵ - لیکن اِس قصہ
سے وہ بھی خالی ہے - اُس زمانہ کے بڑے لائق اور معتبر مصنفون مین بلاذری اور یعقوبی
ہین جنھون نے سندھ کے زیادہ تر حالات تفصیل کے ساتھ لکھدیے ہین مگر اِس واقعہ کو اُنھون
نے بھی نہین سُنا تھا - یعقوبی نے محمدؐ بن قاسم کی مصائب مین اِتنا بیشک لکھدیا ہے کہ "اُسے
کھال پنھائی گئی" مگر اِس کو بھی منجملہ اُن سزاؤن اور تکالیف کے بیان کیا ہے جو اُسے
شہر واسط کے قیدخانہ مین دی گئی تھین جس سے اِس بے سروپا اور لغو قصہ کا کچھ
پتہ نہین چل سکتا - اسلامی قرون وسطی کے مورخ ابن اثیر - ابوالفدا - ابن خلدون
وغیرہ ہین جن کی کتابون سے عمدہ اور مستند تاریخین اسلامی کتب خانون کو نصیب نہین
ہوسکتین - اُن مین بھی یہ واقعہ کہین نہین بیان کیا گیا ہے - حالانکہ اِس امر پر سب
کو اتفاق ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے اپنے ذاتی عناد پر محمد بن قاسم کی جان لی -

سلیمان نے اس عہد کے دیگر نامور سپہ سالارون پر بھی ظلم کیا

سلیمان بن عبدالملک نے صرف محمد بن قاسم ہی پر ظلم نہین کیا بلکہ اُس عہد کے جتنے
نامور افسر تھے سب اُسی کے ظالم ہاتھ سے نذر اجل ہوئے - قتیبہ جو فتحمندی مین محمدؐ
بن قاسم کا حریف تھا اُسکو بھی سلیمان کے رحم سے مایوس ہوکے اور خاص اپنے گھر مین گھر
کے جان دینا پڑی - موسی بن نصیر جو اندلس فتح کرچکا تھا اور جس کی وقعت و فتحمندی
کی سارے افریقہ اور یورپ مین دھوم تھی اُس کو بھی اِسی خلیفہ کے ظالم ہاتھون

عـ۵ مسٹر الفنسٹن عربی مورخین کی شان تحقیق و تنقید سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے اپنی تاریخ کے حاشیہ
مین بحوالہ کرنل کینیڈی یہ لکھتے ہین کہ "تاریخ طبری مین بہت سی بے اصل کہانیان اور جھوٹے قصے مندرج ہین - اور
اسیلیے اکثر حالات مندرجہ اُس کے مسلمانون کے نزدیک معتبر نہین ہین" لیکن اُنکو یہ نہین معلوم کہ تاریخ
طبری مسلمانون کے نزدیک اتنی معتبر کتاب ہے کہ تمام پچھلے مورخین کا دارومدار اُسی پر ہے - ہان روایات
ضعیف اُس مین ہین - لیکن اہل اسلام کا فن رجال بخوبی بتا دیتا ہے کہ کون روایت کیسی ہے - خود
طبری کی یہ کوشش رہتی ہے کہ ہر واقعہ کی نسبت جس قدر موافق و مخالف حالات معلوم ہوسکین عام اِس سے کہ وہ
معتبر ہون یا غیرمعتبر سب کو مع اُن لوگون کے حوالہ کے جن سے معلوم ہوئے ہون نقل کردے - مگر
کاش مسٹر الفنسٹن نے یہی خیال کیا ہوتا کہ طبری جو ایسے جھوٹے قصون کے لکھنے کا بڑا شایق ہے اُس نے
بھی اِس قصہ کو اپنی تاریخ مین جگہ پانے کے قابل نہین خیال کیا -

نے آغوش لحد کے سپرد کیا - محمد بن قاسم تو خیر داہر کی بٹیون کی فتنہ پردازی سے
مارا گیا لیکن قتیبہ اور موسیٰ نے کیا خطا کی تھی کہ اُن کے ساتھ بھی ویسی ہی بے رحمی
کا سلوک ہوا -

قیاساً بھی یہ قصہ غلط ہے

اگر قیاس سے کام لیا جائے تو بھی یہ سمجھ مین نہین آسکتا کہ محمد بن قاسم کا
سا بہادر لائق اور فتحمند افسر جس کے سامنے جان بچانے کے لیے ہندوستان کے
تمام سواحل اور وسط ہند کے ممالک موجود تھے اور نیز جس کے ہاتھ مین اتنی قوت
تھی کہ اگر مخالفت کرتا تو شاید خلافت بڑی مشکلون سے اُس پر قابو پا سکتی اُس نے
بلا تامل اور بغیر اِس کے کہ اپنا جرم بھی معلوم کرے خلافت کے پہلے ہی حکم پر خود ہی
اپنے آپ کو بیل کی کچی کھال مین سلوا کے جان دے دی - ایسی نامعقول اطاعت
کیشی کی نظیر شاید دنیا کی کسی قوم مین نہ مل سکے گی - علے الخصوص عربون مین جس سے
زیادہ سرکش اور آزاد رو قوم قدیم تاریخ مین کہین نہین نظر آسکتی - ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ چچ نامہ کے مصنف نے یہ داستان کسی ذریعہ سے سُن کے اپنی کتاب مین
درج کر دی - بعد کے فارسی مورخین نے کبھی تحقیق سے کام نہین لیا اور آنکھین بند
کر کے برابر نقل کرتے چلے گئے - اُن سب مین زیادہ تر قابل لحاظ فرشتہ ہے -
اُس نے اپنے دیباچہ مین اُن تمام تاریخون کا نام بتا دیا ہے جن کی مدد سے تاریخ
فرشتہ لکھی گئی - اُن تاریخون مین ہمین کسی عربی تاریخ کا نام نہین نظر آتا - اور
اِسی وجہ سے محمد بن قاسم کے حالات لکھ کے وہ صاف اقرار کرتا ہے کہ اِس زمانہ
کے بعد سندھ کے حالات مجھے کسی تاریخ مین نہین ملے - حالانکہ اگر عربی تاریخون
پر اُس کی نظر ہوتی ہو تو اُس کو یون اپنی مجبوری نہ ظاہر کرنا پڑتی -

محمد بن قاسم قید خانہ مین

الغرض محمد بن قاسم گرفتار کر کے عراق کی طرف روانہ کیا گیا - حجاج نے
شہر واسط خدا جانے کس منحوس ساعت مین بنایا تھا کہ صالح نے آل ابی عقیل
یعنی خود حجاج کے خاندان والون کو اسی شہر کے قید خانہ مین ڈال کے طرح طرح
کے شدائد مین مبتلا کیا - سلیمان بن عبد الملک نے خبر بھی نہ لی اور محمد بن قاسم سندھ
سے پا بزنجیر لا کے اِسی قید خانہ مین ڈال دیا گیا - اور وہی شدائد جو سب پر ہو رہے تھے

ع۵ ابن خلدون -

تھے اُس پر بھی ہونے لگے - محمد بن قاسم نے اِس قید کے زمانہ مین گو ہزار شدتین اور تکلیفین تھین مگر استقلال کو کبھی ہاتھ سے نہین دیا - اِس مصیبت کے زمانہ مین اُسنے چند شعر کہے جو تمام دنیا مین مشہور ہو گئے اور اُس کے دل کی مضبوطی پر شہادت دیتے ہین - وہ کہتا ہے

اُسکی مستقل مزاجی

فَلَئِنْ ثَوَيْتُ بِوَاسِطٍ وَبِأَرْضِهَا ۔ رَهْنَ الحَدِيدِ مُكَبَّلاً مَغْلُولاَ

فَلَرُبَّ فِتْيَةِ فَارِسٍ قَدْ رُعْتُهَا ۔ وَلَرُبَّ قِرْنٍ قَدْ تَرَكْتُ قَتِيلاَ

اگر مین شہر واسط اور اُس کی سرزمین مین بندھا جکڑا اور زنجیرون مین پھنسا رہا تو کوئی مضائقہ نہین اِس لیے کہ بہت سے جوان شہسوار تھے جن کے دل مین مین نے اپنی ہیبت بٹھا دی - اور بہت سے حریف میرے مقابلہ مین آئے تو مین نے اُن کو مار کے ڈال دیا -

اُسی حالت مین اُس نے یہ اشعار بھی کہے ہین جو بتاتے ہین کہ باوجود غیر قابل تحمل اذیتون کے وہ اپنے اُوپر ظلم کرنے والون کو کس حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا - کہتا ہے -

اُسنے قید مین بھی اپنے دشمنون کا دبا ؤ نہین مانا -

وَلَوْ كُنْتُ أَجْمَعْتُ القَرَارَ لَوُطِّئَتْ ۔ إِنَاثٌ أُعِدَّتْ لِلْوَغَى وَذُكُورُ

وَمَا دَخَلَتْ خَيْلُ السَّكَاسِكِ أَرْضَنَا ۔ وَلَا كَانَ مِنْ عَكٍّ عَلَيَّ أَمِيرُ

وَلَا كُنْتُ لِلْعَبْدِ المَزُونِيِّ تَابِعاً ۔ فَيَا لَكَ دَهْرٌ بِالكِرَامِ عَثُورُ

اگر مین ثابت قدمی سے کام لیتا تو وہ عورتین اور مرد جو لڑائی کے لیے فراہم کیے گئے تھے روند ڈالے جاتے - قبیلۂ سکسکی - (یزید بن ابی کبشہ کی قوم) کے سوار کبھی ہماری زمین مین نہین داخل ہوئے تھے اور نہ کبھی قبیلۂ عک مین کا کوئی شخص مجھ پر سردار مقرر ہوا تھا - اور نہ مین مزونی (عمانی) غلام کا کبھی تابع فرمان تھا افسوس اے زمانہ جو شرفا پر سخت ہے !

اِن اشعار کے ذریعہ سے محمد بن قاسم خود ہی بتا رہا ہے کہ وہ سندھ سے کہا ن مین سی کے نہین روانہ کیا گیا تھا بلکہ واسط کے قیدخانہ مین زندہ بھیجا گیا تھا جہان چند روز تک تکلیفون اور سختیون مین مبتلا رہ کے رہ گراے عالم جاودان ہوا - ہم نہین سمجھ سکتے کہ اِس سے زیادہ قوی ثبوت چچ نامہ کے بیان کی تکذیب

اُسکی مظلومانہ موت

کے لیے اور کیا ہو سکتا ہے۔ اِس قید خانہ مین محمدؐ بن قاسم کی طرح اُس کے بہت سے اعزا و اقربا نے بھی صالح کی سختیون اور عذابون سے دم توڑ توڑ کے جان دی۔[ع۵]

محمد بن قاسم سندھ مین ہر دلعزیز تھا۔

اہل ہند نے محمدؐ بن قاسم کے حال پر بہت زاروناری کی۔ اِس لیے کہ اِس نوجوان افسر کے ساتھ اُس کی شجاعت وفاداری اور اُس کے اخلاق حمیدہ کی وجہ سے عام لوگون کو بے انتہا محبّت تھی۔ ہندو سلطنتون کو اُسکے ہاتھ سے بڑا صدمہ پہونچا مگر وہ اپنی تمام رعایا پر عام اِس سے کہ ہندو ہون یا مسلمان اِس قدر مہربان تھا کہ وہ ہندو جو اُس کی اطاعت کا مزا اُٹھا چکے تھے وہ بھی اُس پر جان فدا کرنے کو تیّار رہتے تھے۔ اِس ہر دلعزیزی کا زیادہ باعث یہ امر تھا کہ صحابۂ رسول اللہ صلعم کے منصفانہ اُصول اگرچہ اب لوگون سے چھوٹتے جاتے تھے مگر اُس نے ہمیشہ اُن اصول کی پابندی کی۔ اور کبھی اِس کا روادار نہ ہوا کہ اُس کی فوج کے لوگ کوئی بےضابطہ کارروائی کر گزرین۔ مفتوح شہر نے جہان اطاعت کا نام لیا پھر وہان کے مذہبی اور دینی حقوق کی ویسی ہی نگہبانی کرتا تھا جیسی کہ خود مسلمانون کے حقوق کی نگہداشت کی جاتی تھی۔

اُس کی خوبیون پر یوروپین مصنفون کی شہادت

مسٹر الفنسٹن کو مجبوراً اقرار کر دینا پڑا ہے کہ "جب جزیہ شہر والون سے برضا و رغبت یا بہ جبر و اکراہ وصول ہو جاتا تھا تو اُن کو حسب دستور قدیم اپنے رسوم مذہب کے اجرا و ادا کا اختیار حاصل ہوتا تھا۔ اور جب خود راجہ بھی ادائے جزیہ پر راضی ہو جاتا تھا تو اُس کا راج اُسی کے قبضہ مین رہتا تھا۔ اور صرف اُس کو وہی تعلق باقی رہتا تھا جو عام باج گزار حاکمون کو ہوتا ہے"

ہندوؤن پر اُسکی بے انتہا رعایتین

گذشتہ واقعات سے معلوم ہو چکا کہ محمدؐ بن قاسم نے خود کوشش کر کے دار الخلافت سے یہ حکم حاصل کیا کہ لوگون نے جب جزیہ قبول کر لیا تو حقوق رعایائے ذمی کے پورے مستحق ہو گئے۔ اُن کو مندرون کی تعمیر اور اپنے مذہبی رسوم کی اجرا کی اجازت دینی چاہیے۔ برہمنون کی جاگیرین جو ضبط کی گئی ہون واگذاشت کی جائین۔ صرف اِسی قدر نہین بلکہ محاصل ملک مین

ع۵ فتوح البلدان بلاذری

سے تین رو پیہ سیکڑا جو ہندو حکام اُن کو دیتے تھے حکومت اسلام سے بھی ملا کرے - یہی باتین تھین جن کی وجہ سے محمد بن قاسم رعایاے ہند مین نہایت ہی ہر دلعزیز تھا - خود یوریپن مورخون کو تسلیم کرنا پڑا ہے کہ اگرچہ اُس کا نوعمری و شباب کا زمانہ تھا مگر اُس نے ہمیشہ دلجوئی اور ہوشیاری سے حکومت کی - اُس نے بہت سے راجاؤن کو اپنے اخلاق اور اپنے مراحم کا گردیدہ بنا کے اس قدر موافق کر لیا کہ وہ اُس کے جھنڈے کے نیچے اپنے ہم قومون پر ہتھیار چلاتے تھے - اور جب راجہ داہر کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تو اُس نے اُس متوفی راجہ کے وزیر کو جو ایک پُرانا تجربہ کار اور معزز ہندو تھا اپنا وزیر بنایا[عہ]

اُس کی یادگار

یہی باتین ہین جن کی وجہ سے ہندوستان کے تمام ہندو مسلمان محمد بن قاسم کی گرفتاری پر خون کے آنسوؤن سے روئے - جس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ شہر کیرج جس کو اُسنے اپنے آخر عہد مین فتح کیا تھا وہان کے لوگون نے ایسے بہادر اور فیاض حکمران کی یاد ہمیشہ قائم رکھنے کے لیے اُس کی مورت بنا کے اپنے شہر مین نصب کی[سہ] - شعرا نے اُسکی تعریف

اُسکی ثنا مین قصائد

مین قصائد کہے اور اپنے جوش محبت کو ظاہر کیا - چنانچہ زیاد اعجم[للعہ] کہتا ہے

اِنَّ الشَّجَاعَةَ وَالسَّمَاحَةَ وَالنَّدَی ... لِمُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ

قَادَ الْجُیُوشَ لِخَمْسَ عَشْرَةَ حِجَّةً ... یَا قُرْبَ ذٰلِکَ سُؤْدَدًا مِنْ مَوْلِدِ

شجاعت - نرم دلی - اور فیاضی محمد بن قاسم بن محمد کے حصہ مین تھین - پندرہ ہی برس

عہ تاریخ ہندوستان مصنفہ الفنسٹن -

سہ فتوح البلدان بلاذری -

للعہ یعقوبی نے [illegible] زیاد اعجم کی طرف منسوب کیے ہین مگر بلاذری کا بیان ہے کہ یہ اشعار حمزہ بن بیض حنفی کے ہین - اور بعض اشعار مین بھی بعض الفاظ بدلے ہوے ہین جنمین زیادہ تر قابل التفات یہ امر ہے کہ "خمس عشرۃ" کی جگہ بلاذری "سبعۃ عشرۃ" لکھتا ہے لیکن خود بلاذری ہی کا مین ایک اور روایت ہے جو یعقوبی کی تصدیق کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ محمد بن قاسم کی عمر پندرہ ہی برس کی تھی - اور اسی وجہ سے ہم اس روایت کو ترجیح دیتے ہین -

جو اُس کی زندگی مین گزرے تھے کہ فوجون کی سرداری کرنے لگا۔ ہائے یہ سواری زمانۂ ولادت سے کس قدر قریب تھی!

قتیبہ فاتح کاشغر کا انجام -

حجاج نے محمد بن قاسم اور قتیبہ کو جو ترکستان کی طرف شمال و مشرق مین حملہ آور تھا سلسلۂ فتوحات چین تک پہونچانے کو ایسے وقت لکھا تھا کہ دونون پر ایک ہی سال مین آفت آئی - اِدھر محمد بن قاسم کا تو یہ حال ہوا اُدھر قتیبہ جو اپنی فتوحات مین باعتبار طول البلد پانچ چھ درجہ اور آگے بڑھ کے کاشغر کے بُرجون پر فتح و نصرت کے پھریرے اُڑا چکا تھا اور شاہنشاہ چین سے خراج وصول کر لیا تھا سلیمان کی تخت نشینی کا حال سُنتے ہی دل مین ڈر گیا - اِس لیے کہ اُس بدنصیب نے بھی سلیمان کی ولیعہدی کے خلاف رائے دینے مین حجاج سے اتفاق کیا تھا تاہم سلیمان کی تخت نشینی کی خبر سنتے ہی اُس نے دربار خلافت مین عریضہ بھیجا - سلیمان کو تخت نشینی پر مبارکباد دی اور یہ بھی لکھا کہ اگر مین اپنے عہدے سے ہٹایا گیا تو بغاوت اختیار کر لون گا - سلیمان خاموش ہونے کو تیار تھا مگر لوگون نے کچھ ایسے فساد ڈالے کہ قتیبہ کو مخالفت پر آمادہ ہونا پڑا - اِس مخالفت مین کسی نے اُس کا ساتھ نہ دیا اور شاہی فوج کے ہاتھون مع اپنے تمام اعزا کے گھر مین محصور ہو کے نہایت دلیری و شجاعت سے لڑتا ہوا مارا گیا [ص]

سندھ مین محمد بن قاسم کا اثر

محمد بن قاسم ہی کی یہ برکت سندھ مین آج تک نمایان ہے کہ مردم شماری کی رو سے اُس سرزمین مین مسلمانون کی تعداد ہندوؤن سے دگنی ہے - اور گویا ملک کے اصلی باشندے وہی ہین - اُس کی برکت سے ملک سندھ عربون کا ایک بہت بڑا معمورہ و مسکن ہو گیا تھا - اور یہان کے لوگ دربار خلافت مین پہونچ پہونچ کے رسوخ پیدا کرنے لگے تھے - خود یہان صدہا قبائل عرب کے آ آ کے بس گئے تھے - جن کی نسلین بڑھین اور پھیلین - اور گو بعد کی جہالت نے اُنھین بالکل بھلا دیا کہ وہ کون ہین - کس ملک سے آئے تھے - اور کس خاندان کی یادگار ہین - لیکن اِسمین ذرا شک نہین کہ بڑے بڑے ناموران عرب کی نسل اِنھین گمنام مسلمانان سندھ مین ملی ہوئی ہے -

ص ابن خلدون

اگر ولید بن عبد الملک کی زندگی چندے روز اور وفا کرتی - یا سلیمان ہی عقل و ہوش سے کام لے کے ابن قاسم کے حال پر مہربان ہو جاتا اور اُسے اُس کی آرزو کے موافق حملہ آوری و کشورکشائی مین مشغول رہنے دیتا تو شاید ہندوستان کی تاریخ ہی کچھ اور نہ ہوتی بلکہ حالت بھی کچھ اور ہوتی - مردم شماری مین جو نسبت مسلمانون کو دیگر اقوام و ملل سے سندھ مین ہے شاید یہی نسبت سارے ہندوستان مین ہوتی -

...ہونے کے ساتھ رحم دلی - محمد بن قاسم کے حالات بتا رہے ہین کہ وہ نہایت ہی رحم دل اور منصف مزاج تھا - لڑائی کے وقت جو سختیان اُس کے ہاتھ سے ہوگئین وہ سب فاتحون سے ہوتی رہی ہین - بے شک اُس کے لشکر نے ہزارون کو قتل کیا - اور یقیناً اُس کے حملون نے ہزارہا گھر بے چراغ - ہزارہا بچے یتیم - اور ہزارہا سُہاگنون کو بیوہ کر دیا ہوگا لیکن یہ صرف اُن لوگون کے ساتھ تھا جو اُس کے مقابل مین لڑنے کو آئے اور سامنے صف آرا ہوئے - لیکن فتح حاصل ہو چکنے اور قبضہ پا جانے کے بعد جیسا رحم دل اور بنی نوع انسان پر ترس کھانے والا وہ تھا شاید دُنیا کے ہاتھون مین اور کوئی نہ لگا -

...آزادی - اُس نے معاہد قائم رکھے - ہندؤن کو اپنے مذہب کی پوری آزادی دی - رعایا مین سے کسی سے یہ نہین کہا کہ اگر مسلمان نہ ہوگے تو تم کو کسی قسم کا ضرر پہونچیگا - بلکہ اُن کے قدیم مذہبی اور قومی حقوق بھی اُن کو عطا کیے - خود سلطنت کی آمدنی کا ایک حصہ اُن کے لیے مخصوص کر دیا - اور جو کام کیا اُن کے عقلا اور سربرآوردہ لوگون کے مشورہ سے کیا - خلاصہ یہ کہ لڑائی کے بعد ہی اُن کو ایسی آزادی دے دیتا تھا کہ ویسی آزادی شاید بعد کے زمانون مین کسی بادشاہ کے زمانے مین غیر مذہب رعایا کو کم نصیب ہو سکتی ہوگی - لیکن اس پر بھی خلقت خدا اسلام قبول کرتی جاتی تھی - اور ملک مین اتنے مسلمان ہو گئے کہ کسی اور جگہ طرح طرح کے لالچ دلانے اور قسم قسم کی دھمکیان دینے سے بھی نہ ہو سکے ہون گے -

تبلیغ دین - اِس امر سے پتہ لگتا ہے کہ تبلیغ دین کی جیسی سچی اور صحیح کوشش اُس نے چند روز مین کر کے دکھا دی بعد کی بڑی بڑی سلطنتین صدیون مین بھی نہین پوری کر سکین -

ہم بعد کے واقعات سے دکھا دینگے کہ جب تک محمد بن قاسم کے قائم کیے ہوئے اصول کے مطابق سندھ پر عربون کی حکومت رہی وہ کیسا ملک بنا ہوا تھا - اور اُس مین کیسی کیسی صحبتین قائم ہوگئی تھین - اُس زمانہ مین اگر آپ تحقیق کی نگاہ سے جستجو کرکے دیکھینگے تو نظر آئیگا کہ سندھ کوئی ہندوستان کا جُز نہین بلکہ عراق اور شام کا ایک حصّہ ہے - جہان محدثین و فقہا نے اپنی درس گاہین قائم کی ہین بڑے بڑے علما مرجع انام بنے ہوئے ہین - صدہا طلبہ اُن کے حلقۂ درس مین اُستاد کے لکچرون کے نوٹ لینے کے لیے قلم دوات لے کے بیٹھتے ہین - عالی مرتبہ شرفاے عرب نے یہان اپنے گھر بنا لیے ہین - اور صرف کوفہ و بصرہ ہی نہین بلکہ ملتان اور منصورہ بھی عالی خاندان امراے عرب کی نوآبادیان ہین -

سندھ عربون کا مامن تھا -

بلکہ عربون کے لیے یہ سرزمین شام و عراق سے زیادہ امن و آسائش کی جگہ ہے - کیونکہ وہان خلیفہ اور دربار داران خلیفہ کے احکام سے سخت گیری کا اندیشہ ہے - اور یہان کسی بات کا کھٹکا نہین - کیونکہ یہ ملک اتنی دور ہے جہان تک اسلام کی سریع السیر خوبیان تو جلدی پہونچ گئین - مگر برائیان بہت دیر مین پہونچتی ہین -

مغربی ممالک اسلام مین جن لوگون کو سلطنت سے پالٹکس یا مذہبی عقائد سے اختلاف ہوتا ہے - وہ فارغ البالی و اطمینان سے یہان چلے آتے ہین اور امن و امان کے ساتھ بیٹھ کے اپنے خیالات و عقائد کی اشاعت کرتے ہین - عربون مین اُن کے اصلی مرکز و وطن مین جو فیشن یا خیال یا کوئی جھگڑا پیدا ہوتا ہے وہ بہت ہی جلد یہان آ پہونچتا ہے - وہان اگر نزاری و یمانی کا جھگڑا پیدا ہوا ہے تو یہان بھی موجود ہے - وہان زیدیہ اسماعیلیہ اور قرامطہ وغیرہ کے مشنری جو داعی کہلاتے تھے اگر چھپ چھپ کے اپنے خیالات کو پھیلاتے ہین تو یہان علانیہ اور جوش و خروش کے ساتھ - غرض جو کچھ مسلمانون کے اصلی مرکز مین ہوتا ہے یہان بھی ہوتا ہے -

یہ کیفیت کچھ زیادہ زمانہ گزرنے کے بعد نہین پیدا ہوئی - بلکہ فتح سندھ کی ایک ہی صدی بعد ہم خلافت کے اِس مشرقی صوبے کی یہ حالت دیکھتے ہین

اور اِس کا سبب صرف یہ تھا کہ محمد بن قاسم نے فتح کرتے ہی جس نظام اور جن قوانین حکمرانی کی بنیاد ڈالدی تھی نہایت ہی پسندیدہ اور رعایا کے لیے قابل اطمینان تھے - اور اُن کا لازمی نتیجہ تھا کہ بہت تھوڑے زمانے مین ملک سندھ صرف ریگستان ہی کے لحاظ سے نہین بلکہ دین و مذہب غذا و عادت - اور اوضاع و اطوار کی حیثیت سے بھی سرزمین عرب کی سچی تصویر بن جائے -

مورخین کی غلطیان

ناواقف مورخین نے غلط باور کرا دیا ہے کہ سندھ پر حکومت عرب صرف محمد بن قاسم کے زمانے مین شروع ہوئی اور اُسی پر ختم ہوگئی - اور اُس کے بعد اُس کا کچھ بھی اثر ارض سندھ پر نہین باقی رہا - حالانکہ اصلیت یہ ہے کہ اِس نوعمر سپہ سالار نے چند روز کی حکمرانی مین جو گہرا اثر ڈالدیا تھا ویسا اثر پٹھانون اور مغلون کی سلطنتین پانچ سو برس مین بھی ہندوستان پر نہین ڈال سکین - ہندوستان مین آج مسلمان تھوڑے ہین - اور باوجود یہان بس جانے کے ملک پر ہندوون سے زیادہ اثر نہین رکھتے - مگر بخلاف اِس کے سندھ مین سب سے بڑا غلبہ مسلمانون کو حاصل ہے - اور یہ صرف عربون اور خاصۃً محمد بن قاسم کی برکت ہے -

چونکہ محمد قاسم کا زمانہ ختم ہوگیا لہذا اِس تاریخ کی پہلی جلد کو ہم یہین پر تمام کرتے ہین - بعد کے حالات دوسری جلد مین بیان کرین گے - اور اُسی کو دیکھ کے لوگون کو نظر آئے گا کہ فارسی اور عام انگریزی مورخین نے تاریخ سندھ کے متعلق کیسی غلطیان کی ہین - اور کتنے بڑے حصۂ تاریخ کو اُن کی ناواقفیت نے گویا کہ ہاتھ سے کھو دیا ہے -

فہرست تاریخ سندھ جلد اوّل

پہلا باب

سندھ کی ابتدا اور اُس کا جغرافیہ

دوسرا باب

سندھ کی قدیم تاریخ (حسب بیان اہل ہند)

تیسرا باب

ہندوستان پر قدیم الایام کی غیر قومون کے حملے

چوتھا باب

راے چچ کا عروج

پانچوان باب

سندھ کی ہندو سلطنت کا آخری دور

چھٹا باب

خیرالقرون

شوقین ملکہ - پہلی صلیبی لڑائی کے واقعات
ایلینیہ ملکۂ فرانس کی عشق بازیان - مردون
کے پہلو مین زنانہ کیمپ - اور اُس کی
سحر آفرینیان - عجب مزے کا ناول ہے - عہر

فتح اندلس - اسپین پر عربون کا حملہ
جولین حاکم سبتہ کی بیٹی - اُسکے ساتھ شاہ
اسپین کی دغابازی - اور آخر اُن
مظالم کا مسلمانون کے ہاتھ سے عجیب طرح
کے ساتھ خاتمہ - صرف ملاحظہ سے معلوم
ہو سکتا ہے کہ زور بیان سے سچے واقعات
مین کیسی جان ڈالی ہے - عار

مقدس نازنین - ایک برٹش لڑکی
کا علم و فضل اور ظاہری زہد و تقوی مین
ترقی کر کے پوپ منتخب ہو جانا - مسند
پاپائی پر بیٹھ کے اس کا وضع حمل سیپیمون
مین شورش - اور مسلمانون کے ہاتھ
سے اُس کا نجات پانا - عہر

فلورا فلورنڈا - ہسپانیہ کے عہد
خلافت آل مروان مین عیسائیون کی
حالت - اُن کا مجنونانہ جوش شہادت
ایک مسلمان لڑکی کو بہکا کے خراب کرنا - اور
اُس خرابی کا تعجب انگیز اور محو حیرت
بنا دینے والا انجام - عہر

ایام عرب دو حصہ - جاہلیت عرب
کے رسم و رواج - شاعری اور بہادری

رزم اور بزم - صحرا کا عشق اور محل کا عشق
دو عربی شاہزادیان اور دو عربی بچے
بہادر نوجوان - اور پھر اس کے ساتھ
عربی مکّاری دغابازی اور انتقام لینے
کی تصویر - دربار بنی غسان - دربار
بنی نعمان اور دربار خسرو پرویز کے حالات
شیرین و مریم کی سرگذشت - عار

ملک العزیز ورجینا - تیسری صلیبی لڑائی
رچرڈ شیر دل - اور صلاح الدین اعظم -
معرکۂ کارزار - جان بازی و سرفروشی
اور پھر اُس کے ساتھ سچا عشق - عہر

حسن انجلنا - روس و روم کی
لڑائی - ایرانیون اور ترکون کی بھیڑ
اُس کا انجام - اور پھر آخر مین اتفاق
و اتحاد - عہر

منصور موہنا - ارض سندھ مین
ایک مسلمان انصاری خاندان - اُسکی
تباہی - اور پھر محمود غزنوی کی مدد
سے اُس کا سنبھلنا - حسن و عشق کی نہایت
ہی دلفریب و دلکش تصویرین - مسلمانون کا ہندو
کے آگے آگے مسل
کے مشنری -

فردوس
ناول - فرقہ
کے فدا

عازم حج لڑکی کا حور بن جانا - اور اُسکے
عاشق کا باطنی لوگون کے ہاتھ مین پڑ
کے خراب ہونا - اعلے درجہ کا ظاہری
فلسفۂ الٰہی - اور اُس کا دوسرا نہایت
تاریک باطنی رُخ - اِس مسئلہ کی توضیح
کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہے - بے مثل
و بے نظیر ناول ہے - عہ/

شہید وفا - غرناطہ اور اسپین مین
مسلمانون کا زوال - اور اِس زوال
کی حالت مین بھی ایک سچے عاشق کا اپنے معشوق
پر جان دے دینا - بیتابانہ عشق حسرت
و اندوہ کی سچی تصویر - عہ/

درگیش نندنی - باو بنکم چندر چٹرجی
کے اِس نام کے دلچسپ ناول کا ترجمہ
نہایت فصیح اردو مین - عہ/

دلچسپ (دو حصہ) مصنف کا پہلا زورِ
قلم - عشق اور اُسکی بیتابیان - خاندانی
جھگڑے - بگڑے شریف زادے -
اِس کا لٹریچر خاص شان اور خاص
رنگ کا ہے - ۱۴/

۲ طالب علمی اور عشق
اور سچا جوش عشق
- ۱۴/
نہایت ہی
جولائی سنہ ۱۹

دلگداز کے ساتھ شایع کیا گیا - اور عموماً
پسند کیا گیا - ۱۲/

آغا صادق کی شادی - لکھنؤ
کے اگلے دور کی ایک مزہ دار تصویر جو
عورتین دھوکہ دے کے کوئی اور صورت
دکھا دینا معمولی بات سمجھتی ہون اُن
کی غفلت کا خمیازہ - ۱۰/

بدر النسا کی مصیبت - ایک حیرت
ناک داستان - جس مین ریل پر بیبیون
کے بدل جانے سے طرح طرح کی خرابیان
پیدا ہوئین - ۶/

میوۂ تلخ - ایک دلچسپ ڈراما -
رضامندی اور نارضامندی کی شادیان - ۸/

جلد ہاے دلگداز

جلد دلگداز سنہ ۱۸۹۱ء (اِس سال صرف
پانچ رسالہ نکلے تھے) ۶/
جلد دلگداز سنہ ۱۸۹۲ء (صرف ۸ رسالہ نکلے
تھے) عہ/
جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۰ء (مکمل بارہ پرچہ) عہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۲ء (اِسمین ابتدائی چند
رسالہ سنہ ۱۹۰۱ء کے اور باقی سنہ ۱۹۰۲ء کے
این چنین ملاکے ایک جلد مرتب کی گئی - عہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۵ء (مکمل بارہ پرچہ) عہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۶ء (مکمل بارہ پرچہ) عہ

المشتہر منیجر دلگداز - لکھنؤ گولہ گنج

شش - ت شش

954516

RR

عبدالحلیم شرر

تاریخ سندھ جلد اول